مثنوی بیمثال

مسمے بہ

بزم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے بفصاحت کلام و مضامین دلچسپ نظم کیا

اور سفیر باتوقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران نے گورنمنٹ ہند

کو بطور تحفہ کے بہیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اسپر تقریظ

لکہی اور اوسکی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ مثنوی

تمام احاطو نمین شایع کیجاے

لہذا

حسب الایماے جناب مستطاب معلی القاب کالن ہی آر برونگ صاحب

بہادر ایم اے ڈایرکٹر سر رشتہ تعلیم اودہ

مطبع منشی نولکشور مقام لکہنو مین چہپی

۱۸۷۳ء

مثنوی بیمثال

مسمےٰ بہ

بزم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے بفصاحت کلام و مضامین دلچسپ نظم کیا

اور سفیر باتوقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران نے گورنمنٹ ہند

کو بطور تحفہ کے بھیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اسپر تقریظ

لکھی اور اوسکی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ مثنوی

تمام احاطونمین شائع کی جائے

لہذا

حسب الایماے جناب مستطاب معلی القاب کالن ایچ آر برونگ صاحب

بہادر ایم اے ڈائرکٹر سرشتہ تعلیم اودہ

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھپی

سنہ ۱۸۷۳ع

تقریظ بزم وصال مع فہرست

ہوئی چھپ کی تیار بزم وصال
عجب مثنوی یہ دل آویز ہے
ہراک شعر اسکا ہی شعری شعار
بیان ہی کہ ہی اک بیان طلسم

رہی بارک اللہ نظم خیال
کہ ہر مصرعہ معشوق نوخیز ہی
ہراک لفظ اسکا گل نوبہار
تبایا ہی کیا گلستان طلسم

یہ ہے جان فزا داستان سخن
کہ ہے باعث لطف ہر انجمن

سبحان اللہ یہ وہ کتاب ہے جسکی جی جان سے صاحب زبان قدر کرتے ہین یعنی اہل ایران قدر کرتے ہین بہمین نظر وزیر ملکہ معظمہ واقع طہران دار السلطنۃ ایران نے از راہ قدر دانی حضور گورنر جنرل کے پاس بہجوائی اور حضور ممدوح نے صیغۂ تعلیم کے تمام سررشتون مین پڑہنے پڑہانے کی بابت ہدایت فرمائی- اول یہ کتاب عجائب خانہ ہندوستان مین رکھی گئی اور بنظر استفادۂ عام اطلاع دی گئی کہ جو شخص چاہے اوسکی نقل مل سکتی ہی اے سی بیلی صاحب بہادر سی ایس آئی سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کی چٹھی جو بنام صاحب چیف کمشنر بہادر ملک اودہ وصول ہوئی اوس سے اور نیز انتخاب کتاب سے صاف عیان ہے کہ یہ کتاب کس رتبہ کی ہے اور اسکے مصنف عالی دماغ کا کیا پایہ وشان ہی- اس امر کا لحاظ فرماکر جناب منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودہ اخبار نے تجویز کی کہ ایسی بے مثل کتاب کا چہپوانا ایک

دریاے فیض کا بہانا ہے لہذا حسب صلاح جناب فیضمآب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم صوبۂ اودہ کے منشی صاحب عالی ہمت نے اس گلبن بہار اور دلکش مثنوی کی طبع کا بیڑا اوٹھایا اور نہایت درجہ کی تصحیح کے ساتھہ عمدہ کاغذ پر خوشخط چہپوایا الحمد للہ کہ درنیولا یہ گنجینہ فراست وخبرت بکمال آب وتاب قالب طبع سے مجلے ہوکر نمایان ہوا اور ہجوم شوق کی گرمی بازار سے خریدار اس کا ایک جہان ہوا واضح ہو کہ یہ کتاب بزبان فارسی نظم مین لکھی گئی ہے اور اسمین چار ہزار پانسو اشعار سے کچہہ زیادہ ہین **بزم وصال** اسکا نام ہے جو اسم بامسمیٰ ہے ہرچند مصنف نے تیس بزم یعنی مجالس پر اس کو تمام کیا ہے اور ۳۶- بیان ہین لیکن صاف صاف ذکر صرف ۱۷- بزم کا ہے اور ۲۵- بیان کے اخیر مین سلسلہ حکایت کا منقطع ہوکر مصنف ایک اور حال بیان کرتا ہے- اب ہم مختصر طور پر ایک تھوڑا سا ذکر اوسکے مختلف بیانون کا حوالۂ قلم کرتے ہین جس سے ناظرین کو اوس کتاب کی اجمالی کیفیت حاصل ہوگی (یا اوس انتخاب کا لب لباب ہی جو گورنمنٹ ہند مین کیا گیا تہا)

بیان اول

بطرز ناقل وول حمد خدا و نعت نبی و منقبت علی کرکے کتاب کو شروع کیا ہی-

بیان دوم

سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے جیسے عام مصنفون کے موافق مصنف نے دو باتون کی آرزو کی ہے-
اول یہ کہ یہ کتاب یادگار رہے-

دوم - جن عمدہ باتون کے مصنف نے اوپر عادات اور قاعدہ
شاہان نامدار اور بزرگان کبار کے بیان کیا ہے اوس سے
غرض یہ ہے کہ اسکو پڑھ کر لوگ نصیحت حاصل کرین اور خاص کر
لڑکے نیک آدمیون کی پیروی کرین اور بری باتون سے باز رہین -

بیان سوم

اسمین مصنف کی بعض بعض عزیزون اور دوستون کا حال اور
ایک سفر کا مذکور ہے -

بیان چہارم

اسمین بہی ایک سفر کی کیفیت ہے اور غارتگرون کے حملہ کرنے
اور قافلہ سالار کی جوانمردی سے اونکو زک دینے کا واقع حوالہ
قلم ہے - یہ افسر مصنف کا دوست ہے اور اوسکی تعریف شاعرانہ
طور پر بہت خوب کی گئی ہے - یہ شخص ہر ایک دن کے تین حصے
کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ ایک حصہ کاروان کی سفر کرنیکا
ہے اور دوسرا حصہ واسطے رفع ماندگی اور کسل راہ دور کرنے
کے اور تیسرا حصہ صانع حقیقی کے صنائع و بدائع کا حال دریافت
کرنے اور مختلف اشیاء موجودات کی تحقیقات کے لیے ہے -
یہ شخص مصنف کی طرف مخاطب ہوکر درخواست کرتا ہے کہ تم
اس بزم مین جو کچھ کہ تمنے دیکہا ہے بیان کرو پس مصنف خوش ہوکر
ایک سنجیدگی اور عمدگی کے ساتھہ اقسام انصاف کا حال بیان کرتا ہے

بیان پنجم

اسمین ایک عمدہ نتیجہ عمل انصاف کا مرقوم ہے -

بیان ششم

کاروان ایک چہوٹی سی گانون موسومہ جواگ کو جاتا ہے جہاپر
رہنماے کاروان ایک پسندیدہ سبق انصاف کا برتاو کرتا ہے
باشندے اس گانون کے مسافرون کے پاس بعد فراغ طعام
بزم مین جمع ہوتے ہین اور مصنف سے درخواست کیجاتی ہے
کہ صاحبان بزم کو چند باتون سے آگاہ کرے کہ وجہ پیدایش
کی کیا ہے اور پیدا کنندہ کے اوصاف کیا ہین اور انسان کو حیوان
پر بزرگی کیون دی گئی اور خداوند تعالے کو انسان کے پیدا کرنی
کی وجہ کیا تہی اول پیدایش دنیا سے کل چیزین موجود تہین یا نتہین
اور اگر تہین تو ظاہر تہین یا نہان تہین اور آدمی کیون مختلف
درجون پر پیدا ہوتے ہین یعنے بعضے شاہ اور بعضے فقیر مصنف
یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی باتون کا استفسار نہو تو بہتر ہے کیونکہ
نتیجہ قرار واقعی نہین حاصل ہو سکتا ہے اور کہتا ہے کہ کل چیزین
واسطے آدمی کے پیدا ہوئی تہین جیسے کہ کمرہ عروس سجایا جاتا ہے
واسطے عروس کے اور جو چیزین کہ پیشتر پیدایش نبی کے پیدا کی گئی
نہین وہ فقط اوسکے جلوہ کا عکس تہا بعد ایک جہلک جلال
خدا کی تہی اور بعد اسکے سب چیز تاریک معلوم دی اور بزرگی
انسان کی اوپر حیوان کے بوجہ تعقل کے ہے خدا تعالی کا کوئی
ذاتی فائدہ یا خواہش عوض کی نہین تہی جستجو سے آدمی
بنایا جیسے کہ سمندر اپنی لہرون سے طالب نہین ہے یا سورج
اپنی روشنی سے جو کہ تابان ہے برابر اوپر رکہہ ومہ کے البتہ

مخلوق کی خواہشین بے شمار اپنے اپنے درجون کے موافق ہین۔

بیان ہفتم

بیان پر ایک تمثیل بیان کی ہے کہ دو بیٹے ایک شاہ کے شکار کہیلنے گئی اور اپنے ہمراہیان کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور سوار گئے وہان تک جہان سے گہوڑے آگے نہ چل سکے اور بیابان پر رستہ بہول گئے تب تو گہوڑون پر سے اوتر کر بیادہ پا چلے بڑا بہائی چھوٹے بہائی سے دو فرسنگ آگے تہا اوسکو چورون نے پکڑ کر بہت مارا اور اسباب چہین لیا بعد کو یہ ایک گانوںمین پہونچا اور وہان ایک عورت نے اسکو بیٹا بنایا جسکے اولاد نتہی اور اوسکی شادی کی اور لڑکے بہی ہوئے چہوٹے بہائی کو بہی چور ملے اور اسکو بہی مار کر اسباب چہین لیا بعد چند حادثون کے اسکو ایک بادشاہ نے متبنٰی کیا اور وہ شاہ جادوگرون کا تہا الخ

بیان ہشتم

کاروان آگے بڑہا اور بمقام ونخان مقیم ہوا جہان پر تین یوم قیام و آرام کیا اور سرد سرد ہوا کہائی اور بہت سے فوارون اور اشجار سایہ دار کا لطف دیکہا مصنف نے پہر پوچہا کہ تم سمجہاؤ کہ خداوند تعالے جو بے نیاز ہے وہ کیلیے اپنی بندون سے اطاعت چاہتا ہے۔ اور پیغمبرونکے بہیجنے سے کیا غرض ہے۔ مصنف نے اسکا جواب دیا ہے۔

بیان نہم

راستی اور سچائی کے خزانہ کی جستجو کی تمثیل۔

بیان دہم

اسمین ایک شکار کا بیان ہے اور گفتگو درمیان مصنف و افسر کاروان کے درباب جواز شکار کے۔

بیان یازدہم

یہ ایک کہانی ہے جسمین شکار کہیلنے کی برائیان ہین اور ناحق زخمی کرنا بے قصور جانورون کا۔

بیان دوازدہم

اسمین بیان ہے ایک بزم خوشی کا جو کہ مسافرون نے ترتیب دی تہی۔

بیان سیزدہم

اسمین بیان ہے کہ ایک شہزادہ کسطرح بر حیرت ناک رہا اور بر داز پیدایش انسان کے اور باسو جہ سے کہ کیونکر انسان چلتا پہرتا ہے اور بولتا ہے چنانچہ ایک جلسہ کا بیان ہے کہ جس روز ایک تپلی والے کو تپلیان نچاتے دیکہا تو اول اس نے جانا کہ تپلیان خود ناچتی ہین بعدہ معلوم ہوا کہ ایک شخص ہاتہہ سے نچاتا ہے اور بذریعہ ایک آدمی کے یہ کل حرکتین کرتی ہین جسکے ہاتہہ مین ڈوریان ہین اور پس پردہ کام لے رہا ہے بعد دریافت اس کیفیت کے اوسکا وشک رفع ہوگیا اور یہ سمجہا کہ گروہ آدمی کا بہی ایک نوع کی تپلیان ہین جو اوسکی دست قدرت مین ہین یہ سمجہہ کر اس نے دنیا کو ترک کیا اور تخت و تاج چہوڑ کر فقیر ہوگیا۔

بیان چہاردہم

کاروان کا مقام کان فیروزہ پہونچنا اور وہان اوپر فائدہ سخاوت کے گفتگو ہونا۔

بیان پانزدہم

اسمین بیان سخاوت کے نیک نتیجہ کا ہے اور نیز یہ کہ کہین اسکا ثمرہ تلف نہین ہوتا۔

بیان شانزدہم

اسمین ایک مختصر سا بیان اوپر فائدون تعلیم کے ہے۔

بیان ہفدہم

کاروان مقام اصفہان مین پہونچا اور حسب قاعدہ مصنف سے کہا گیا کہ بزم مین کچھہ نصیحت آمیز گفتگو کرین بعد کچہ نصیحت کے گفتگو ختم کی اور عمدہ تعلیم کا فائدہ بیان کیا۔

بیان ہیجدہم

کاروان مقام وزرکی کرد مین پہونچا اور یہان پر جنگ و جدال افسر کاروان اور اوسکے بہائی سے ہوئی جو اتفاقیہ مل گئے تہے چنانچہ ہر دو جانب کے کچھہ آدمی مارے گئے بعد کو درمیان دونون برادران کے ملاپ ہوا بڑا بہائی جو کہ افسر کاروان ہے وہ مصنف سے پوچھتا ہے کہ بہادری کے کیا معنی ہین اس درمیان مین یہ جا کر سو رہا اور چہوٹے بہائی کو گفتگو سننے کے لیے چہوڑ گیا

بیان نوزدہم

اسمین بیان ہے کہ جوانمردی کے کیا معنے ہین پس مصنف اوس جنگ کا

حال بیان کرتا ہے جو درمیان حضرت علی ابن ابی طالب اور ابوسفیان کے جو کہ درمیان مکہ معظمہ و مدینہ کے ششنہ ہجری مین ہوی اور وہ مشہور ہے غزائی خندق جہان پر کہ علی ابن ابی طالب نے اپنے ہاتھہ سے خلف ود کو مارا تہا جو کہ مثل دیوزاد کے تہا اور جنگ آزمودہ تہا۔

بیان بستم

دوسری رات کو خیمہ گاہ مین بزم آراستہ ہوئی اور خوشی کی بے مصنف بروقت دیکھنے ساقی و شراب کے ایک عالم سکوت مین بیٹھا اور وقت مصنف سے وجہ سکوت دریافت کی۔

بیان بست ویکم

اسمین عجیب و غریب ایک دوست کے سفر کا قصہ ہے جو دور دراز سفر کرکے اور دنیا سے بیزار ہو کر آیا ہے مع دیگر حالات کی۔

بیان بست ودوم

دوسرے روز عشرہ ذی حجہ کا تہا جو عید قربان مشہور ہے بعد دستورات معینہ کے بزم جمع ہوئی اور مصنف سے دریافت کیا کہ خوشی اس دن کی کیون ہے اور کیون یادداشت رکھی گئی کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تہا اور سبب بوسہ دینے حجر اسود کا پوچہا۔

بیان بست وسوم

اسمین تمثیلاً بیان ہے ایک بادشاہ کا جسکے ملک کی طرف ایک کاروان جاتا تہا اور بروقت پہونچنے قریب شہر کے

بادشاہ نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ کاروان کا استقبال کرے اور اونکو تبلائے نزدیک راستہ شہر کا مع دیگر حالات کے۔

بیان بست و چہارم

کاروان کا دشت شیرین و خسرو مین پہونچنا اور وہان ایک بزم کا جمع ہونا اور ان دونون مشہور عاشق و معشوق کا حال دریافت کرنا اور مصنف کا جواب دینا۔

بیان بست و پنجم

اسمین بیان ہے کہ ایک نوجوان مرد عاشق ہوا ایک نوجوان عورت پر جس کو اوسنے غسل کرتے ہوے ایک چشمہ پر دیکھا بیان اسکی محبت کا عام مین مشہور ہوا لڑکے کے مان باپ نے واسطے رفع بدنامی کے ظاہر کیا کہ لڑکی اوس چشمہ مین نہاتی ہوئی ڈوبکر مرگئی بروقت سننے اس بات کے وہ نوجوان وہین ڈوب کر مرگیا جہان پر کہ اوسنے جانا کہ یہان پر ڈوبی ہوگی اس کے بعد اوس لڑکی کا غرق ہونا۔

بیان بست و ششم

ایک زلزلۂ عظیم کا بیان ہے جو شہر شیراز مین درمیان آخر ہفتہ ماہ شوال ١٢٣٩ ہجری کے آیا تہا اور اوس سے بہت مکان گر پڑے تہے منجملہ اوسکے مکان مصنف بہی گر پڑا تہا بعد گو مصنف ثناخوانی بادشاہ فتح علی شاہ کا ثناخوان ہے جنہونے ١٢٥٠ء مین قضا کی اور اون کی بجاے اون کا فرزند نصیرالدین تخت نشین ہوا جس سے انہون نے استدعا کی تہی

کہ دنش برس کا ٹکس معاف ہوجاے بعد کو اور مختلف بیان ہے۔

بیان بست و ہفتم

اسمین تونگری کا بیان ہے۔

بیان بست و ہشتم

اسمین ایک قصہ تونگری کا مذکور ہے۔

بیان بست و نہم

اسمین مصنف بیان کرتا ہے کہ ایک رات خضر میری ملاقات کو آئے تہے اور اونہون نے ایک قصہ بیان کیا اور کہا کہ عام مین مشہور کیا جاے وہ یہ ہے۔

بیان سی ام

ایک شاہ کے دو بیٹے تھے بروقت قضا کرنے اس شاہ کے دونون مین ملک تقسیم کیا گیا۔ الخ۔

بیان سی و یکم

اسمین حال بغاوت ایک سردار کا بیان ہے مع دیگر حالات مفصل کے۔

بیان سی و دوم

اسمین جلسۂ شادی کا بیان ہے۔

بیان سی و سوم

مصنف بیان کرتا ہے کہ میری نہایت آرزو ہندوستان کے سفر کی تہی کیونکہ اس نے بہت سے صاحبان انگلستان سے

فارس مین ملاقات کی اور اون کواسنے نہایت ذی شعور پایا تہا اسواسطے ۱۲۸۶ہجری مین مصنف بندر ابوشہر مین داخل ہوا اور وہان پر شہزادہٴ تیمور کا ظلم وستم کرنا۔ اور اور مختلف حالات۔

بیان سی و چہارم

دنیا کے چیزون کی بے ثباتی و بے بنیادی کا بیان ہے مع دیگر حالات کے۔

بیان سی و پنجم

کربلا کی لڑائی کا بیان ہے جو عشرہ محرم کو ۶۱ھ ہجری مین ہوئی تہی جبکہ حسینؑ فرزند علیؓ شہید ہوے تہے۔

بیان سی و ششم

اسمین بیان ہے حالات حسینؑ کا کہ پیشتر تشریف لیجانے جنگ کے کس کس طور سے وہ اپنی رشتہ دار عورتون سے جدا ہوے تہے اور خواب مین دیکہنا اپنی مادر بزرگوار کا اور ارادہ مصمم کرنا جنگ کا۔

یہان پر کتاب ختم ہوئی۔

القصہ جو لوگ یہ مذاق رکہتے ہین وہ نہایت تعریف کرتے ہین اور یقین ہے کہ اسکو سب صاحب پسند کرینگے کیونکہ یہ کتاب نہایت درجہ دلچسپ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد باری تعالیٰ
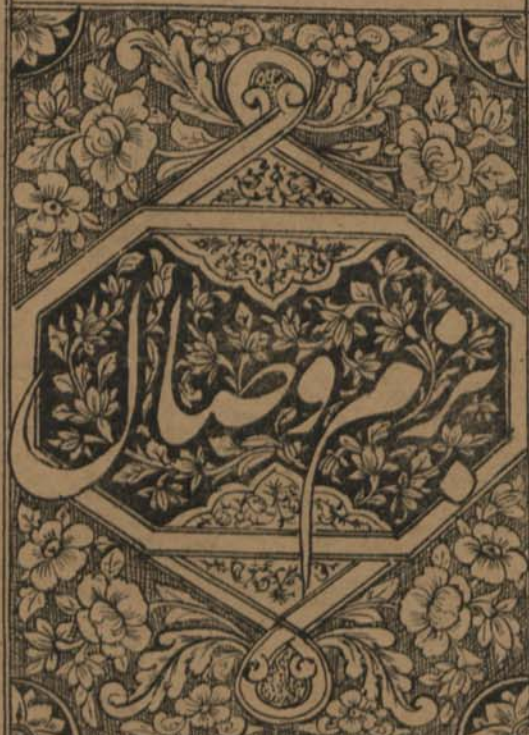
جهان آفرین را سزد آفرین که گسترد و افراشت چرخ و زمین
همه آفرینش بفرمان اوست فروزان خرد گوهر کان اوست
جهان را گهی وی کند گه بهار گه از شاخ برگ آورد گاه بار
چه از مرغ و ماهی چه از دام و دد هم او آفریند هم او پرورد
خرد کو بگنج هنر شد کلید نخستین بفرمان او شد پدید
صدف را ز نیسان کند بارور کند قطره را گوهر شاهوار
فلک را از اختر کند همچو باغ چمن را از گلبن کند چون چراغ
شکسته کند کس نیارد درست درست ار کند کس نیارد شکست
ز هر جانور برگزید آدمی شرف دادش از مردم مردمی

ز مردم گروهی برآورد بیش که تا دیگران را بخوانند پیش
یکی را که از همگنان بیش دید پسندش به پیغمبری برگزید

در نعت احمد مختار صلی الله علیه وسلم محبوب کردگار که وجودش درین عالم بی مدار باعث دار و مدار

محمد که بر انبیا سرور است جهان آفرین را پیام آور است
شده خلق را پیشوائی طلب سپهر جلال آفتاب عرب
ز تیغش جهان پر ز امر و نهی جز او کیست پیغمبر تیغ زن
دو دریاست دست دلش در وجود یکی بحر دانش یکی بحر جود
جهان تا جهان رسم و آئین اوست زمین فرمان پیرو دین اوست
هزاران درود از خداوند او بر او باد و اصحاب و پیوند او

منقبت اسد الله الغالب مطلوب کل طالب ذی المناقب علی ابن ابیطالب علیه السلام

ابو شبر و علی شیر پروردگار مهین پیشوا صاحب ذوالفقار
در شهر دانش دُر بحر جود بهین گوهرش آمد از بحر جود
شهی کو چو تیغ دو پیکر گرفت سر از انتر و در خیبر گرفت
اگر باغ دین دست کشت علی است ولی تازه از آب تیغ علی است
یکی حکم آور یکی حکم ران وزین دو برآرنده کار جهان
خداجوی و حق گوی و یزدان شناس ز دینداریش دین شده در سپاس
بر او بر شمارش ز ما یاد باد ز درخواه او جان ما شاد باد

سبب تالیف کتاب میمنت انصاب گوید

مرا این نغز گفتار دلکش بیان که آوردم از سرگران در میان

ازاو چون ولی دیده ور داشتم   دو چیز گران در نظر داشتم
نخست آنکه ماند ز من یادگار   سخنهای سنجیده در روزگار
ز اندرز یزدان پژوهی و پند   که خلق خدا را بود سودمند
زآیین شاهان و رسم ردان   طریق بزرگان و بخردان
ز رسم سخن گفتن باستان   زهر گونه پرداختن داستان
که این رسم و راه از جهان برفتاد   هنر هرگز این گونه دیگر مباد

پند دادن به فرزند دلبند و نام نهادن این مثنوی فرخ پیوند

دگر پند و اندرز فرزند را   گرانمایه پور خردمند را
که بر راه آزادمردان رود   به آیین آزادگان بگرود
گرآید به پیوند آزادگان   نه با سفلگان و دون زادگان
که آزاده گر سنگ بر سر زند   به از سفله گر بر سر افسر زند
چو من کز بزرگان صفا دیده‌ام   همه مردمی و وفا دیده‌ام
تمنای ایشان همی خواستم   بزرگانه بزمی بیاراستم
نه بد گوی و نی سخن چین در او   نه راه دغاکار و خودبین در او
گروهی در او جمله مهر و وفا   همه پاکی و سادگی و صفا
ز کس تا نه پرسی نه پاسخ دهد   چو پاسخ دهد رای فرخ نهد
چو بزم وصال آنچه نارد ملال   ازان کردمش نام بزم وصال
و درین بزم دلکش چو خرم چمن   ز روحانیان نسبتی انجمن
همیشه ازو چشم بد دور باد   ز چشم بد اندیش مستور باد

بیان محبت با یار غمگسار و توصیف [illegible]

یکی یار آزادگان داشتم   که مهرش بدل همچو جان داشتم
مرا چهر او روز نوروز بود   شبم روشن و روز فیروز بود
به بزم و برزم و بمهر و بجنگ   خداوند دست و دل و هوش و هنگ
گرفته جهان از رخش فال پیش   امل بسته از دستش آمال خویش
ز کوهی گران عیش در سنگ بود   تو گفتی کتابی ز فرهنگ بود
درخشنده مهری سپهرش جلال   بلند آسمانی و مهرش جمال
ببالا یکی سرو بن بد جوان   ز فر بزرگان و زور گران
بدان جاه و منصب تعب اضع گزین   تو گفتی سپهری بود بر زمین
یکی پارسی ترک با فر و هوش   بمغز اندرش بود گفتی سروش
شهنشه بر او آفرین خوانده   ورا نامدار مهین خوانده
امیر و هشیوار و فرزانه   دلیری خردمند و مردانه
خداجوی و خوش خوی و صاحب سخن   پدر بر پدر پاک و والا گهر
تو گویی ازو تازه دار جهان   همه رسم و آیین نوشیروان
رعیت ازو خانه آراسته   بصد آرزوش از خدا خواسته
فلک بر رکابش جنیبت کش است   زمانه ازو با نوایی خوش است
گرش طعنه گویی گهر بشکند ست   خورد زخم و چون کوه رنجش بدست
به خاصان یزدان همی خم بداشت   ازان رو که جانی خداجوی داشت
به مهر اندرش جان من بد گرو   که رائی کهن داشت با بخت نو
شب و روز در بزم او جای من   دو بالا ازو بوده آلای من
برویم همی مجلس آراستی   همه آرزوی مرا خواستی
من از جان شده برورش مدح خوان   چو بلبل با شکوفه بوستان

بباغش گزان خلد بُد وام خواه   مرا پیشتر بودی آرام گاه
بهاران چو گل گرشید از درخت   چو بلبل کشیدم بدان باغ رخت
چنان تا بشد ماه اردیبهشت   ز گل گشت آن باغ رشک بهشت
گهی سبزه فرشم شدی در چمن   گهم خیمه بر سر زدی نارون
تو گفتی بُن همت پهلوان   زمین کرده اطلس هوا پرنیان
به تنگی چو رو کرد عیش فراخ   زر افشانی از دستش آموخت شاخ
بدو گفتم ای آسمانت زمین   فلک سوده بر آستانت جبین
نه بینی که زین بوستان خرمی   چو عمر بد اندیش شد در کمی
همه برگ ریزان کند شاخسار   چو تیغ سر افشانت در کارزار
گلستان بخورشید دمساز شد   ره پرتو اندر چمن باز شد
چمن سوخت خواهد ز خرداد ماه   شود زرد چون چهر دشمن گیاه
ز بی برگی گلشن این بزم بست   که بی برگ نتوان بعشرت نشست
بیزدان همی کرد باید سپاس   که کردهست ملک ترا بی قیاس
همه مرغزار و همه چشمه سار   بدل روح بخش و بتن سازگار
بصحرا کنون گشت باید یله   بگشت چراگاه اسپ گله
بینداز و افگن ز بالا و زیر   گهی کبک و تیهو گهی غرم شیر
گذاران گذر کن گهی بر رمه   که داغ تو دارند بر تن همه
چنین تا فسرده شود روزگار   رود در ترازو چو زر عیار
همه کام برگیر و بر راه بر   وز ان پس عنان باز گردان بشهر
بخوشنودی من پذیرفت زو   که خوشنود باد از سپهر کبود
بفرمود تا بندگان تاختند   بسیج سفر را همه ساختند

تنی چند از آزادگان برگزید   بهمراهی خویشتن چون سزید
که اول رفیق است آنگه طریق   چنین گفت آن رهنمای شفیق
یکی نامور بود داماد او   که آرامش دل بد از یاد او
جوانی خردمند فرخ سرشت   یکی سرو بُن بُد ز باغ بهشت
بسی بر نگشته سپهرش بسر   بدان سال اندک فراوان هنر
دبیری دگر نغز و ارزنده داشت   که جان را به پیمان او زنده داشت
نکو خوی و بینا دل و رایزن   جوان مرد و دانا و شیرین سخن
مرا سالها بود تا یار بود   بمن مهربان بود و غمخوار بود
سه دیگر یکی بذله گوی ظریف   بزم و محبت بد بودن حریف
بنرمی سخن گوی و آهسته گوی   پر از شرم جان و پر آزرم روی
چو شد راست کار سفر همچو تیر   بپدرود رفتم بدرگاه پیر
چو پیران جوان بخت و روشن روان   گواه درون موی کافور گون
چو پیر آتشی گشته افروخته   همه خرمن آرزو سوخته
ابوالقاسم آن شاه ملک فنا   که اندر دلش نیست غیر از خدا
سپید ابروانش بروی چو روز   هلالی است گفتی در گیتی فروز
قمر چون رخش بودی آراسته   نگشتی بهر ماه اگر کاسته
شب قدر بودی چو مویش بصدر   اگر تافتی در شب قدر بدر
زسیرش دو منزل وجود از عدم   ز سرش دو آیت حدوث و قدم
ز پیری شده لعلش الماس نوش   خضر زآب حیوان او جرعه نوش
ز آغاز و انجام آگاه نیست   که در راه او این و آن راه نیست
از آن کرده خامش لب از گفتگوی   که در گفتگو ناید اسرار اوی

لبش چشمهٔ زندگی / دلش معدن گوهر بندگی
ز فرش زمین و زمان در امان / دو محور زمین است و قطب زمان
شده زاده چندان که ره یافته / هم از گرد ره روی شه یافته
ز خود رسته تا خود صفا دیده است / خدا را به چشم خدا دیده است
چو دستوری از خضر آتش یافتم / سوی همرهان دگر تاختم
یکی یار دیرینه ام بود نیز / شدم پیش او بهر پدرود نیز
هشیواری از تخم آزادگان / مهین فرد اوی از آدمیزادگان
که روشن دلی دانش اندوخته است / همی خوی با دانش آموخته است
اگر نام جوئی از آن نامجوی / تبارزی ز شیر خدا نام جوی
خردمند مردی مهی سروری / شده حکم فرما بهر کشوری
بسا روزگارا کزو روزگار / بکشتی شده همچو خرم بهار
بسا کشور آسوده از داد او / بسی خلق شاد از کف راد او
(راد و جواد)
هنوز آفرینش ازو تازه است / بگیتی ز نام وی آوازه است
هنوز آسمان یاد او میکند / جهان عهد او آرزو میکند
هنوز آستانش فلک پایه است / جهان را هنوز از کفش مایه است
هنوزش فلک رام خواهد بقدر / هنوزش قضا بار جوید بصدر
اگر ملکش از دست شد گو مرنج / هنرور نتازد به ملک و به گنج
خدا را سپاس خداوندیش / که برجاست ملک خردمندیش
دو بینندهٔ او که یک بین همی / جهان را بجا می جهان بین همی
بدست تبه کاری آمد تباه / وزین گرد شد روز مردم سیاه
برین گرد بینندهٔ یزدان گواست / که بینندهٔ ام را جهان بی ضیاست

ولی خوشدلم کافرینندهٔ اش / بدل بر فزود آن دو بینندهٔ اش
مرا گفت شو دیده برگشته را / و یا از ره مهر برگشته را
مکن کاین نه راه وفاداریست / همه شیوهٔ مردم آزاریست
بدوری گذشتیم از سال سی / عراقی شمارد مرا پارسی
پس از روزگاری که باز آمدم / بدیدار یاران نیاز آمدم
بجائی وفا ها که با من کنی / کمر بندی و ساز رفتن کنی
بسی ساله دوری میفزا دگر / که خوش نیست دوری ازین بیشتر
بعذر آوری گفتم ای نیکمرد / زمانی ز انصاف واپس مگرد
تو سی سال بر من روا داشتی / که با درد دوریم بگذاشتی
بسی روزه دوری بباید شناخت / که تا قدر سی ساله هجران شناخت
زمانه بسی منتت برنهد / که سالی بروزیت کیفر دهد
و دیگر که در زیر این ساده طشت / که یا روز اندازه اندر گذشت
بگرامی یزدان چه جای منی است / که این زشت خوئی و آهرمنی است
بگفتیم و پدرود کردیم و خاست / جهان سر بسر آرزو و هواست
ز اندیشهٔ گیتی بپاراسته است / خوش آن دل کز اندیشه پیراسته است
ز دل بیخ اندیشه برکند می / پدر را یکی نغز فرزند می
گدا این بهر آنکه پاک از هواست / همه سادگی جلوه نو صفاست
به بیرنگی از رنگ بی پرده است / درون تازه بیرونش افسرده است
همه رنگ از بی پی ساخته است / که در سادگی گردن افراخته است
گواهی اگر خواهی ای دل برین / بهشتم فلک بین و چرخ برین
بده ساقی آن زهرهٔ شیرزن / که آتش فروز است و گورزن

اگر بیشهٔ شیر اندر شیر راش   بسوزم بپروازم این بیشه را

بیان جلوه شدن آن زیبا بهشتی و سفر کردن از مرو و سیستان در باغ از میوه مملو

بباغی فرود آمدیم از نخست   که میوه بهیئت درو راه جست
بهشتی خوش و نغز آراسته   ز میوه درو آنچه دل خواسته
به پیشش صبا بر نیفشاند گرد   یکی نیمه سرخ و دگر نیمه زرد
تو گفتی که گل چهرگان فرنگ   فکنده به بر چادر زر رنگ
بگرو اندرون زرد چهره بهی   چو نوخطی از رنج رو و رهی
تو گفتی یکی حقهٔ کهرباست   پراگنده دهقان ز مشک خطاست
کفیده انار از بر شاخسار   همه باغ را کرده یاقوت نار
مرو کش شده راح ارل تقویت روح   چو مریم که آبستن آمد بروح
همانا که دهقانش هنگام آب   بپاشی انگبین ریخته یا گلاب
عروسانه کافور گون شنگرنگ   بچهره را داده از غازه رنگ
شده طارم تاک بار آورش   سپهر ثریا همه اخترش
همه مشتری رنگ مریخ فش   چو زهره شده مایهٔ عیش خوش
لب پسته اش با شکر خنده بود   شکر پسته اش را بجان بنده بود
شده نخل عناب چون نخل طور   به بیننده آتش نموده ز دور
در آن باغ خرم به عیش طرب   یکی روز کردیم با هم بشب
چو خورشید گشت از رواق بلند   زمانه بپوشید مشکین پرند
جهان شد چو زنگی قطران فرش   دد و دام از وحشت شب خموش
درخشان در آن شب سهیل یمن   چو رای صواب از دل اهرمن
شب تیره گون بود گفتی غراب   همه سینه گوز دُر خوشاب

بفرمود پس پهلوان گزین   که بر تازی اسپان نهادند زین
جنیبت کشان برکشیدند تنگ   بشبدیز و یوز و سمند و کرنگ
سرافراز بر نیله جا نمود   چو خورشید رخشان بچرخ کبود
یکی تیز تازنده تازی گهر   مرا برنشانید آن نامور
براه اندر افتاد خیل و بنه   ز سودای منزل نخواب و نه
همه شب من و چند فرزانه اش   ره خواب بستم ز افسانه اش
چو شد زان شب تیره گون نیمه پاس   به پیش اندر آمد ره پر هراس
یکی سخت ره پر فراز و نشیب   گریزان از و دیو با صد نهیب
کریوه کریوه همه سنگلاخ   سم تازی اسپان ازو شاخ شاخ
یکی کوه یا برز البرز داشت   کی البرز زد افسان که و برز داشت
سرافگنده گردون بپیغاره او   که گنجیدی اندر بن غار او
سپهر از برش ره باندیشه داشت   که در بار خود ز اختران شیشه داشت
ز تیغش نمودی فلک چون زره   چراغ اندر آن دره گاو بره
بد بهر و نشیب و فرازش همی   رمی کرده گردون گردون رمی
بلندیش آسیب پهلوی ماه   درازیش بیش از سه فرسنگ راه
از آن دیولاخ و از آن سخت کوه   سواران تنگ و ستوران ستوه
چو یک نیمه شد زان شب پر نهیب   برآمد بناگاه بانگ غریو
پیاده گروهی ز ایلات کرد   سر از هوش خالی دل از کینه پر
سر ره گرفتند بر سرفراز   چو آید بشیر از کمین گراز
چنان آتش افشان شدند و تفنگ   که چون سور گشت آن شب تیره رنگ
ندانسته کان شیر پر خاشخر   نه شیری است کار و ز آتش خدا

برایشان شده آتش تابناک | چراغی فروزان براه هلاک
چو دید آن سرافراز مرد دلیر | که گرگان کمین کرده بر شرزه شیر
بفرمود تا آتش افشان شدند | بکشت عدو برق رخشان شدند
خود از کین برآهیخت برنده تیغ | خروشان بکردار برنده میغ
پیاده شد از تازی اسپان گرد | که نتوان سواره برآمد به کوه
ستاره دران ماند اندر شگفت | که سیلی چنان راه بالا گرفت
چو دشمن چنان دید بنمود پشت | که نتوان درفش آزمودن بمشت
کفی خاک چون ابر بالا گرفت | که با ابر نتوان زند این شگفت
بناگه چو شد ابر گوهر فشان | ازان گرد نگذاشت نام و نشان
کمین کرد روبه به شیر عرین | همانا براو گرم شد پوستین
بهر پای نتوان نمودن ستیز | بسا پای کامد برای گریز
پی شیر باید که تاز آورد | پی گور مانیم جان در برد
چو از دشمنان ره بپرداختند | تکاور به بیضا روان ساختند
چو بنواخت نوبت زن بام کوس | بگوش اندر آمد خروش خروس
بشد خسرو زنگ و محمل ببست | شه روم آمد بجایش نشست
بمنزل رسیدیم ازان راه دور | همه خسته جان از سوار و ستور
سر و تن بشستند هر یک ز گرد | جهان دار را هر یکی یاد کرد
غنودند زان صبحگه تا بچاشت | که یک خسته زان جمع سر برنداشت
برآمد سر از خوابشان نیم روز | ز بس گرم بفروخت گیتی فروز
چو برخاست سر از خواب گران | خورش راست کردند خالی کران
ز پالوده و نوز شهد و کره | کباب از بر کبک و ران بره

ز هر گون شراب و ز هر گون طعام | پذیرای طبع و گوارای کام
درون چون بپرداختیم از خورش | که تن را بود از خورش پرورش
جهانجوی را او شیوا زمرد | سه بهره شب و روز را بخش کرد
یکی بهره بر راه پیمودنش | دوم بهره از بهر آسودنش
سوم بهره با مرد آموزگار | نشان جستن از گردش روزگار
سخن گفتن از کار و بار جهان | برآوردن راز های نهان
مرا گفت بس راه پیموده ایم | ز رنج درون لختی آسوده ایم
کنون جای گفتار با زار تست | که گوش و دل ما باندرز تست
سخن راندم از داور وی نخست | که بیدادگر ره به نیکو نجست
بدو گفتم ای آسمان بلند | مبادا بجان ز اخترانت گزند
همه با دل خرم و شاد زی | ز رنج و غم گیتی آزاد زی
فلک تا بود بر مراد تو باد | همه هر چه گوییم به یاد تو باد
ترا ملک یکجا به یکساله باد | دل بدسگالانت پرکاله باد
جهان بگذرد نیک و بد هر چه هست | بد و نیک ما باز ماند بدست
بمحشر اگر نیک اگر بد رویم | همان گشته خویشتن بدرویم
خدا بنده را هست فریاد رس | که بر بندگانش نبود دادرس
ز مظلوم مستان بظالم مده | به بیهوده تن در مظالم مده
پسندی که یک تن بود از تو شاد | جهانی بنفرین کشند از تو یاد
یکی را بزرگی دهد ذوالجلال | که خوردان شوند از وی آسوده حال
و گر نه ز شاه و گدا فرق چیست | که این هر دو را آفرینش یکیست
اگر آنچه گیری ترا روزیست | تو مستان که او خود بیاید بدست

گرت نیست زر هیچ گیری گرس / چو مال تو نبود و بالست و بس
جهانجوی پرسید کاین داد چیست / بگوی و ز حق گفتن ایدر بایست
بدو گفتم ای مایهٔ سروری / که دانی و پرسی ز نیک اختری
دوگونه است داد ای سرافراز مرد / بگویم چو دانستی از وی مگرد
یکی آنکه از نامهٔ باستان / بخوانی فراگیری آن داستان
که با زیردستان چسان بوده اند / چگونه ره داد پیموده اند
تو نیز آن روش پیشهٔ خود کنی / به نیکان نکوئی به بد بد کنی
دگر آنکه از خویشتن دا رهی / دل پاک بر پاک یزدان نهی
چو رفت از دلت خوی آهرمنی / بپذرفت آئینه ات روشنی
فروغی ز یزدان در او رو کند / دل و جانت را از ره آگه کند
کنی هر چه آن پس به بینش کنی / همه داوری با آفرینش کنی
بدانی کجا زهر بایست بود / کجا نیز پا زهر بایست بود
اگر زهر ستانی گر افسر دهی / اگر زر ستانی وگر زر دهی
هراسان نباشد دلت یک نفس / که آن کرده کردگار است و بس
توانی است کردار نیکو سرشت / توانی شدن زین ره تا بهشت
ولی دیده بین او بینا و راست / رونده درون نیز بینا و راست
نبینیش از رهزنان نی ز چاه / رونده است بیننده در شاهراه
نخستین ره است سخت راهی بود / بهر گام او بیم چاهی بود
چو کوری که ره طی کند با عصا / دریا و دست و پا بسته در شنا
بچه در فتد یا شود رستگار / شود غرقه یا جا کند بر کنار

فهمانیدن ممدوح عالی همت به اظهار حقیقت شناختن پستی فطرت

یکی تاجور در ختن شاه بود / که دور از تو بدکیش و گمراه بود
هوا بسته چشم خدا بینیش / خدا کرده از لعبتی چینی اش
همه سر به پای صنم داشتی / وز آن شنگ چشم کرم داشتی
بکاخ اندرش بود یک دلفروز / شبستان از او گشته چون نیمروز
ببالا بکردار شمشاد بن / بلب جادو انگیز شیرین سخن
دو ابروی او چون مه و سرو سهی / خجل گشته از بالا و از مهی
دو عناب او گشته شکر فروش / شگفت است یاقوت شهد فروش
دو زلفش نسبان دو مار سیاه / که از گلستان جسته آرامگاه
ز ناوک فکن بهمد آهو به فن / دو آهوی او بود ناوک فکن
بگیسویش آهوی چین باج داد / که او مشک چین را بتاراج داد
بجز نار پستان آن سیمبر / بگیتی کس از سرو ناخورده بر
بهر صبح کز خواب برخاستی / شه از روی او فال خود خواستی
شبی بزم جشن نو می آراست شاه / بیفروخت ایوان ز تابنده ماه
می و مطرب و شمع و آوای رود / بگردون شد از کاخ بانگ سرود
به جام اندرون می بهم چون حباب / خور آورده پروین و ماه آفتاب
دف آورده ناهید محفل بکف / نهانی بر افشاند بر روی دف
دل نائی رودین برآورده جوش / رسانده برین چرخ رودین خروش
همین چنگ بود و می آن انجمن / که از زمر و پرده راندی سخن
زهر سو پرستاری آئینه چهر / در آئینه اش گفتی افتاد مهر
می آورده ساقی و برپای خاست / برامش بیفزود و اندیشه کاست
ز مینائی می آتش تابناک / فرو ریخت در ساغر آبناک

شگفت است کاتش در آب افگنند   وزین حیله آبی بر آتش زنند
بت سنگدل در بر شاه بود   که دلدار شه بود و دلخواه بود
چو ساقی می اندر قدح ریختی   شکر لب به شهد لب آمیختی
به هر میوه‌ای کانگه بسالار خویش   بیا سودی آنگه ز تیمار خویش
زهی مایه از بهر پایندگی   می کوثر و چشمهٔ زندگی
چو جان یافت از بادهٔ شان پرورش   گرائید تنشان بسوی خورش
پری چهره در خوان فرو برده دست   یکی استخوان در گلویش نشست
بپیچید کافتد ز کامش فرو   شد آن استخوان محکمش در گلو
همی جست خونابه از نای وی   چو صهبای گلگون ز مینای می
چو شه دید خونابه چشم براند   بزرگان و کارآگهان را بخواند
بسی جهد کردند و بیهوده نی   چو آید قضا چاره را سود نی
شهنشه به تیمار دیوانه شد   برهنه سر و پا به بتخانه شد
ز سنگی دوائی دل ریش خواست   بت خویش را از بت خویش خواست
نشد چاره سازش بجز عجز و نیاز   که بیچاره چون شود چاره ساز
ز نومیدی آن جسم بیجان شکست   به بخشنده جان بر آورد دست
که ای دادگر جای بخشائش است   وگرچه مرا اکسیر آلائش است
بکفر ای جهان آفرینم مگیر   وگر نیز گیری بر اینم مگیر
بت خویش را گر پرستیم دان   وگر کی پرستم بت بی‌روان
مرا دیو ره زد ز حیلت گری   نباید مکافات آن با پری
هنوز آن دعا بر لب شاه بود   که ایزد پذیرفت و بخشش نمود
کنیزی ز ره مژده گویان رسید   که آن درد ناکه بدرمان رسید

یکی عطسه بر آن صنم داد دست   که آن استخوان از گلویش بجست
کنون شاد و خندان خرامد همی   روان پیش شه خود آمد همی
چو این مژده بشنید آن نامور   ز پا آمد و رفت هوشش ز سر
در اندیشه کاین آشنائی ز چیست   بانکس که تا زیست بیگانه زیست
خطاب آمدش کای مسلمان پاک   ازین پیش و آن لطف یزدان پاک
تورا این نه مزد مسلمانی است   که پاداش بیداد سلطانی است
به پیشت ستم دیده داد خواست   تو کردی ستم دیده را باز خواست
زمانی چو بر داور زندی نفس   ترا این زمان گشته فریاد رس
چو بپذرفت یزدان نیاز ترا   نکو داد جان و دل نواز ترا
همان آشنائی حق جستن است   دل از نقش بیگانگی شستن است
همه بود پاداش آن بازخواست   که از آتش دوزخت باز خواست
بکفر اندرون گر بود دادگر   به از با خدا مرد بیدادگر
که گمره نه در انصاف در ره شود   ستمگر ز بیداد در چه شود
بیا ساقی آن بادهٔ صاف ده   ز بیداد بگذر با انصاف ده
مگر تا خرد را که شد دیو بند   برو دیو بنهاد از ریو بند
ز بیداد او وارهانم همی   ازو داد خود دو استانم همی

استفسار احوال گروه پیشین از مؤلف فراست قرین

چو زان بوم رفتیم سوی حجرگ   که بد خانه چند بی ساز و برگ
در او بدگروهی پراگنده حال   سیه روز آشفته چون زلف و خال
بر ایشان ببخشود انصاف داد   که جان و دلش جای انصاف باد
ز خواب و خورش چون بپرداختیم   بنوی یکی انجمن ساختیم

سخن ز آفرینش همه باز رفت
حکایت ز انجام و آغاز رفت

مرا گفت کای مرد دانش پژوه
سخن باز کن ز پیشین گروه

کز الماس دانش چو در سفته اند
سخن ز آفرینش چسان گفته اند

نخست آفریننده را کار چیست
نخست آفرینش که فرمود کیست

چو بر پای این سقف بی پایه داشت
ز بی مایگی بود یا مایه داشت

گرش مایه بود از آن باز گوی
وگرنه ز بی مایگی باز گوی

ز جانور که برتر شده است آدمی
ز پیشی است آن برتری یا کمی

زحیوان

کم اندیشه شد کادمی خواندش
و یا پیشتر کاین قلم راندش

جهان آفرین را غرض تا چه بود
که افراخت این بارگاه کبود

بگو تا درین کار که بر چه ایم
چرا و کرا و چرائیم و که ایم

چنان نیستی است شه را گرو
چو شد هست چون باشدش باز شو

چو یکسر برآورده داوریم
چگونه یک از دیگری برتریم

یکی چون گدا شد یکی پادشا
یکی گشت گمره یکی رهنما

بدو گفتم ای آسمان خاک تو
که تابد همی گوهر پاک تو

سخندان و بینا دل و هوشیار
خردمند و دانا و پرهیزگار

چو پرسی ز رازی که ناگفته به
چو جوئی ز دُرّی که ناسفته به

مجو پاسخی را به از راستی
دهد مرورا در دم کاستی

سخن چند بی پرده رانی چنین
ز بیگانگان چند باش این

همه زهر نامند از پیش و پس
به بنگاه فرزوان مهنبان جرس

همه هر چه را باز جستی نخست
سکندر ز فرزانگان بر بجست

پراگنده بشنید از هر یکی
که از دل گمانش نبرد اندکی

اگر آنچه گویند و اگویمت
کجا زنگی از دل فرو شویمت

به بیهوده گفتار گردد دراز
گر از گفته دانا نگفته است باز

بگویم ترا آنچه دانم همی
ولی از در پرده رانم همی

نخست آفرینش بود آدمی
کجا هست با دانش و مردمی

دگر هرچه پیدا شد از بهر اوست
همه بهرها زاده از بهر اوست

نگین دیده بر پیشی مهر و ماه
که اول سپاه آید آنگاه شاه

چو زیبا عروسیش باید همی
که غم کاهد و جان فزاید همی

شبستان کنی چون یکی تازه باغ
می و مطرب و لعل و شمع و چراغ

ز پوشیدنی و ز گستردنی
ز نوشیدنی و هم از خوردنی

چو پرداخته شد خانه و خوابگاه
بپردازی آنگه بدیدار ماه

همه پیش بود آنچه کردی درست
ولی دیده بر ماه بود از نخست

ز قول نبی این سخن روشن است
که موجود اول فروغ من است

جز این هر چه فرمود آن محتشم
ز عقل و ز عرش و ز لوح و قلم

همه وصف انسان بود بیشکی
اگر صد هزار است اگر اندکی

وگر مایه این جهان خواستی
توانائی حق بود راستی

همه مایه این جهان قدرت است
جهان آفریننده بی آلت است

چو گوید بشو چرخ بر پا شود
چو گوید بخوان مرده گویا شود

چو گوید برآ شاخ بالا جهد
چو گوید بده سنگ دریا دهد

بیک جلوه اش نیست هستی کند
بیک جرعه اش عقل مستی کند

ز ما هر یکی اصل پیدائی است
وگر مایه جوئی توانائی است

وگر کز همه اشرف است آدمی
بگویم هم از بیشی و هم کمی

گر اندیشه از عقل خیزد نکوست / ز حیوان فزون از فزونی اوست
در اندیشه از خوی حیوانی است / کم اندیشه را طبع انسانی است
چو اندیشه ات سوی نیکی دان برد / فزون به دگر طمع نادان برد
ور اندیشه را ره با اهرمن است / رها کن که عقل ترا دشمن است
دگر جستی از خواهش ایزدی / که جوید چو از خوبی و از بدی
چرا ایم زین گونه حیران شده / گرائیم زینسان پریشان شده
دو تو پاسخ بر این باشدم دلپذیر / هر آنرا که افتد پسندت بگیر
جهان آفرین لاابالی بود / ز هر گون غرض پاک و خالی بود
نه از آفرینش غرض باشدش / نه از جود چشم عوض باشدش
مرا پیر دانندهٔ بی قرین / که بادا بجانش هزار آفرین
نکو گفت و این یادگار وی است / که بر بیقراری قرار وی است
چه دارد غرض بحر جوشان ز موج / گهی در نشیب است و گاهی به اوج
چو خواهد ز تاب این بلند آفتاب / که افروزد آباد همچون خراب
همه کارها را خدا ساخته است / ولیکن بکاری نه پرداخته است
بنو نو کند راست کار همه / به جو جو بجوید شمار همه
دگر گر غرض جوئی از کار او / که نتوان شدن بیغرض یار او
چه دارد غرض یار سیمین بدن / ز آئینه جز صورت خویشتن
چه دارد غرض نوگل دلفریب / بغیر از پریشانی عندلیب
چه دارد غرض شمع افروخته / بجز سوز پروانهٔ سوخته
چه دارد غرض سرو افراخته / بغیر از فغان دل فاخته
بهر دل سروکاری او واجب است / اگر پادشاه است اگر خود گدا است

مثالی بر این گر بگویم رواست / نه قول من است این که قول خداست
یکی گنج بد پر ز دُر و گهر / نبوده بدان گنج کس را خبر
همی خواست تا خویش پیدا کند / جهانی بر آن گنج شیدا کند
بیاورد خلقی پدید از نهان / همان گنج را برکشید از نهان
همه گنج را خواستار آمدند / ز سودای این بیقرار آمدند [خواستگار]
همه از گریبان برآورده سر / ولی بر تمنای لعل و گهر
چو دید آنهمه جوش گفتا خموش / که ارزان خرانند ارزان فروش
ز نیرنگ آن گوهر ساده رنگ / همه دُرّ و گوهر شبه گشت و سنگ
و گر دامنی چند سنگ از فسون / چو در رو گهر کرد آن ذوفنون
همه در پی دُرّ و گوهر شدند / خریدار سنگ مزور شدند
تنی چند را سرمه اندر کشید / که آن کیمیا شد بر ایشان پدید
که گر جمله را کردی آن حیله سست / بُدی گنج پنهان چو روز نخست
بر آن گنج مار سیه جای داشت / نهانی نظر بر فسونش گماشت
چنان بی ادب بانگ بر زد که من / شدم آگه از راز این انجمن
مرا نیز از این گنج بهری رسان / که دیدم فریب ترا با کسان
و گرنه من این راز پیدا کنم / فسون نهانت هویدا کنم
ندانست افسون خویش افکنش / فسون وی آن بی ادب گفتنش
بگفتا ترا بهره جز رنج نیست / که گستاخ گو در خور گنج نیست
ندا داد پس در جهان یکسره / که قلاب از زر بود نا سره
هم آنان که جویای گوهر شدند / بسنگ فسون خوانده کف بر زدند
کدام است آن سنگ برگشته حال / زن و منصب و ملک و فرزند و مال

همان گنج کاندر نظر گشته سنگ — غم و درد و رنج آمد و عیش تنگ
بر ایشان فرستاد پیغمبران — که بودند آگه ز گنج گران
که از سنگ دل وا رهانندشان — سوی گنج گوهر کشانندشان
هر آنکس که گفتارشان استماع داشت — نظر سوی گنج گهر برگماشت
بگنج روان برزد و سود یافت — از آن رنج آسود و بهبود یافت
شمرد آنکه دعوی ایشان دروغ — نه بیند بکار خود اندر فروغ
از آن دوغ آلوده مستی کند — از آن سنگها بت پرستی کند
چه خوش گفت دانای آموزگار — که هر راست کاری بود رستگار
نکوگو ترا خوار مایه مگیر — ترا هر چه گوید بجان در پذیر
بحرف نکوخواه بد دل مشو — براهی که ره داشت خواند برو
اگر مرد راهی ز بدان مشو — که گم گشته ره می نیابد برو
دلیل از دلیلان نه جوید کسی — دلیل آنکه ناگه بمنزل رسی
ولیکن نبایست ایمن نشست — که هم غول در راه هم خضر هست
اگر راه جوئی باخلاص و جهد — خضر را بود یار و ان لو عهد
وگرنه ترا غول از ره برد — ز تلبیس و دستانش در چه برد

بودن شاهی را دو فرزند و روانه کردن دو را برای امتحان چو خورشید

شنیدم که شاهی دو فرزند داشت — دل از روی شان شاد و خرسند داشت
دو نو باوه بوستان جمال — دو خورشید تابان باوج جلال
شده هر دو شایسته کار ملک — دو چشمند گفتی برخسار ملک
چنان بی نظیر خیابان ولیک — که بد هر یکی دیگری را نظیر
بر آن رای شد خسرو نامجو — بکار دو پور گرامی گهر

که چندی برون از بر شه شوند — ز نیک و بد کشور آگه شوند
ببینند سامان هر کشوری — خبر باز جویند از هر دری
ز آئین هر ملک دانا شوند — که در ملکرانی توانا شوند
که نادیده مرد از جهان گرم و سرد — نخوانند مردان جز اوش مرد
ندیده کس از رنج و سختی نشان — کجا یابد از رنج سختی کشان
برفتند بیرون ز شهر پدر — دو فرخ پسر با سپاه و حشر
بهر شهر نامی مکان ساختند — بشهر دگر دل بپرداختند
بصید و برامش ز کوه و ز دشت — گذشتند چندانکه یکمه گذشت
قضا را بدشتی ره افتادشان — که داد از بهشت برین یادشان
ببازی غزالان در آن مرغزار — دل آسوده از بازی روزگار
در آن جرگه بود آهوی بس شگفت — که بر مشک مویان صد آهو گرفت
چو آهوی چشم دلارام بود — که گاهی رمان بود گه رام بود
اگر بند بر وی روا بودنی — ز گیسوی خوبان رسن را بودنی
هر آن دل که رای ستم داشتی — مر او را بصید حرم داشتی
چو از پیش شهزادگان برجست — بهر دل از او آرزوی نشست
بهم هر دو گفتند تا زآوریم — که بی زخمی او را فرا آوریم
فگندند لیوا زپی آن پری — بجست از کمی شان ز حیلتگری
بکردار برق درخشنده جست — کجا برق رخشنده افتد بدست
همی رفتی و باز دیدی زپی — دو کی را فزودی دل مهر وی
چو دیدند آن چابک استاد را — سپردند هر یک عنان باد را
سپردند از صبح تا چاشتگاه — فزون تر ز هفتاد فرسنگ راه

بماندند اسپان تازی ز دور
تن مرد خسته پی اسپ ریش
زمین تفته شد لیک خورشید تافت
بغاری بناچار بردند رخت
نخفتند از خستگی تا به شب
شبانگه چو سرشان برآمد ز خواب
پی بازگشتن دو شوریده بخت
ز تاریکی آن هر دو گم ره شدند
نوشتند تا روز بس راه دور
سپیده چو پیدا شد از کوهسار
دو مرد شتابنده دریافتند
بریدند بس راه تا چاشتگاه
بماندند بر جای اسپان خویش
مهین پور شه کز هنر بیش بود
بناگه تنی چند دزدان براه
کشیدند رخت از تنش بی درنگ
یکی را از دزدان براو دل بسوخت
که ناچار و تشنه است و گمگشته راه
چو بینی بدو داد و راهش نمود
درآمد پس از سختی بی شمار
ز دهشت سراسیمه ناتوان

هم از تاب و نیرو و سالار نو
سپاه از پس پشت آهو به پیش
هوا چون سنان سینها را بسفت
کجا ناز پرورده در روز سخت
ز بی زاد و برگی بتاب و به تب
جگر با خضر داد شان دیده آب
همی تاختند اندر آن راه سخت
نهادند ره را و بیره شدند
نیاسوده یکتن ز مرد و ستور
بدل شد ز کافور شب مشک تار
که بیراهه بود آنچه بشتافتند
ز پویه شد اسپان تازی ز راه
پیاده رهی برگرفتند پیش
برفتن دو فرسنگ ره بیش بود
بره برگذشتند بر پور شاه
سراپای خستندش از چوب و سنگ
بدانستش و جان براو برفروخت
بجانی غم اندوز حالی تباه
بشهری که در پشت آن گشته بود
برهنه در آن شهر دل سوگوار
بشد بر در خانهٔ بافغان

برآورد آهی که راهی دهید
که هستم غریبی جگرخواره‌ای
برهنه رسیده ستم از راه دور
قضا را در آنخانه بانو زنی
که بودش همه چیز و فرزند نه
بدستوری شوی بر پای شد
که چون دل کند خوش جگرپاره‌ای
چو افتادشان دیده بر خوب چهر
به تیمار آن خسته پرداختند
پذیرفت هر یک بفرزندیش
محبت چنان زن ناهوش بود
چو یک چند بگذشت از این روزگار
پسر خوانده را داد زن دختری
مر او را بسی نغز فرزند شد
ز کهتر برادر نبودش بیاد
دو پاش از پی آن بدزدان رسید
ز راهی دگر شد بدان شهر باز
شه کشورش دید و حیران بماند
چو صهبای عیش و طرب نوش کرد
زنان کرد و فرزندهای بی شمار
وزآن سو سپه سوی شه آمدند

به آن جان روحانی پناهی دهید
ز شهر و دیار خود آواره‌ام
تنی ناتوان و دلی ناصبور
بخدمت بر شوی خود آن زنی
دلی بود او را و دلبند نه
ز مهمان نو کلبه آرای شد
دهد کردگارش جگرپاره‌ای
بر او هر دو را بر بجوشید مهر
بطرز خودش جامه ساختند
که از چهر او بود خورشید بیش
که از شهر خویشش فراموش شد
ملک زاده را دختری شد بکار
بایوان شه برنشاند اختری
نهال امیدش برومند شد
که او هم بدینگونه کارش فتاد
برهنه شد اما بدهقان رسید
برو گشت درهای نعمت فراز
بجان برد فرزند خویشش بخواند
ز باب و برادر فراموش کرد
برآسود از سختی روزگار
ز آزرم شه روسپید آمدند

شه احوال شهزادگان چون شنفت — نخستین برآشفت و آنگاه گفت
که چون یوسفی بود بر باد گشت — بباید کنون از پی چاره گشت
جهان‌بین یکی جام رخشنده داشت — بجام جهان‌بین نظر برگماشت
نگه کرد دید آن دو پور جوان — درافتاده در خطهٔ جادوان
کهن جادو از حیله و چشم‌بند — پلاسی بر ایشان نموده پرند
پذیرفته نیرنگ جادوگری — اسیری بر ایشان شده سروری
شده شهربند آن دو فرخ دلیر — فراموش‌شان گشته شهر پدر
دل شه بر احوال‌شان برسوخت — ز غیرت چو آتشکده برفروخت
بر ایشان فرستاد پس محرمی — فرشته‌نهادی خجسته‌دمی
که از حال شه نیک آگاه بود — همه کرده‌اش کردهٔ شاه بود
بدو گفت رو تا بجادوستان — دو آزاده از بند جادوستان
یکی جامهٔ جادوی ساز کن — بشهزادگان خویش دمساز کن
مگر تا بدان نسبت همسری — ز نیرنگ جادوی‌شان واخری
فرستاده پیشان ز ره برگرفت — که تا جان بدان مرز و کشور گرفت
ز شهزادگان جست از هر کسی — ببر در زمه جامهٔ جادوئی
بپور مهین نامهٔ شه رساند — فرو ماند نختی چو آن نامه خواند
فرستاده تدبیرها کار برد — که از دلش نقش جادو سترد
بیاد آمدش ملک و بوم پدر — ز بیرون خیالش از آن بوم و بر
بپای فرستاده سر بر نهاد — که ایزد ترا فر نیکی دهاد
گم آئینهٔ دل بپرداختی — ز شهر پدر آگهم ساختی
کنون رفت باید بر شاه باز — که باشم بر ساعد شاه باز

بگفت آن برادر که کهتر بدست — درین ملک میبایدش بازجست
بسی گشت کردی هم آگاه شد — سگالش کنان بر در شاه شد
بر آن کهترین بس گران بند بود — که او شاه را جای فرزند بود
بتدبیرها سوی او راه جست — بنرمی سخن رانده با وی نخست
بدو گفت ای پور شاه جهان — جدا گشته از دار ملک شهان
ز شاه و وطن دل بپرداخته — بویرانهٔ جادوان ساخته
کنون وعدهٔ بازگشت است خیز — ز ویرانهٔ مشت جادو گریز
که شاه است چشم براه تست — بملک پدر شو که دلخواه تست
ترا شاهی ملک جاوید هست — ازین جادوانت چه امید هست
ترا باشد ایوان‌ها زرنگار — درو پرده بس گوهر زرنگار
چرا بوده باید چنین پای‌بند — بنا دلگشا جای نادلپسند
چو شهزاده بشنید خندید و گفت — که مسکین بما خولیا گشته جفت
فرستاده گفت ای شه آشفته کار — سخنهای نغز مرا راست دار
چه دیوانه خوانی که من خرمم — امین شهم سر نه از مردمم
ز بهر تو این راه پیموده‌ام — بروز و شبان هیچ ناسوده‌ام
فرستادهٔ شاه را در پذیر — مشو بر پدر شهریار دلیر
برآشفت خسرو بران ارجمند — که چندین سخنهای نادلپسند
پدر شاه و جویای پوری چو من — بگویدش سرافرازی انجمن
که زی من فرستد فرومایه‌ای — چنین بیهوده مرد دون پایه‌ای
فرستادهٔ خسروان این بود — که با دلق و دستار پشمین بود
کجا خسروی طوق زرین تو — کجا جامهٔ گوهرآگین تو +

زشاهت کجا جامه کو نشان | کجا در رکابت چینت کشان
بگفتار شه چاره ساز آمدم | به حیلت در این شهر باز آمدم
همه راه بیموده ام یک تنه | نه اسب و حشم نه سپاه و بنه
بپر دختمی گر لباس مان و ساز | بمن راه کوتاه گشتی دراز
بمن آنچه شد داده انعام خویش | در این ملک کی گنجد ای خجسته کیش
گراید ون بیائی به همراه من | به بینی به پیش پدر جاه من
بدو گفت حاشا من این کی کنم | که ترک کی و افسر وی کنم
نگیرد بمن تسبیل و خشم بند | که آگاه دل هستم و هوشمند
فرستاده گفت ای شه ار بگذری | کنون تسبیل جادوی ایمن نهی
زبند من از جادوی وارهی | گدائی و هی باز گیری شهی
دگر آنکه اندرز من نشنوی | بفرمان سالار من بگروی
بترک تو خیر و نگوید همی | پسر را پدر باز جوید همی
ولی گر به همراهی من شوی | به پندارمت کام دشمن شوی
وگرنه ز تو شه شود کینه جوی | فرستد یکی فرخیم خشم خوی
بخواری بنزدیک شاهت کشد | به بندگران زین گناهت کشد
برآشفت کی شهزاده روزگار | بما بر چه شوری همی روزگار
سر خویشتن گیر و زین ملک رو | وگرنه شوی خشم ما را گرو
بفرمود رانندش از پیش گاه | فرستاده با پور شه شد براه
چو آمد بر شاه گردن فراز | بگفت آنچه را گفت بشنید باز
پدر پور خود دید و نبواختش | برا ورنگ خود جایگه ساختش
ولی عهد خود ساخت دلبند را | خلافت فرا داد فرزند را

به پور کهین بر بیاشفت سخت | که ناپاک دل گشته و تیره بخت
یکی ترک در خیم بد شاه را | تبه کردن جان بدخواه را
شکسته بسی قلعه جادوان | بسی سرکشان گشته زو ناتوان
بگفتا برو موکشانش بیار | بدست عقوبت کشانش سپار
که او دشمن ما نه فرزند ماست | سزاوار و شایسته بند ماست
چنین کرد و بر قلعه اش تاخت بست | بر و بوم جادو بهم برشکست
بملک شهش برد ناخواه خواه | بزندان سپرد آن تن بی گناه
ندانم شد از جرمش اندر گذشت | و یا از عتابش چه بر سر گذشت
ولی دانم آن شاه والا گهر | به بخشایش و لطف بودی سمر
بیا ساقی آن باده در جام ریز | ز جانم فرو شوی زنگ ستیز
مگر تا که استیزه از سر نهم | بپای نکوخواه سر بر نهم

مراجعت شاه پس حصول مقصود وصال حاصل کردن در بزم آرا بگونه ناگون بهبود

از آن مرز چون مرزبان بر براند | بجائی که دهقانش دلستان بخواند
یکی سرزمین بود چون نوبهار | همه کوهسار و همه چشمه سار
هوایش بدانگونه کاندر تموز | بکر کین نیاز آمدی نیمروز
شده چشمه اش در گوارندگی | گوارا تر از چشمه زندگی
خورش گر یکی کور پروار بود | خورنده به یک آب ناهار بود
روان گشته از تیغ کوه آب او | درخشنده چون اخترش [illegible]
تو گفتی که بر عبره از آسمان | ستاره فرو رشته از کهکشان
چنان سرد کز وی کنم گر سخن | نماند دگر گرمیم در سخن

ز بس مایه کان که آمد ز برف / بدامان وان گشت بحری شگرف
کنارش ز هر گونه گل رسته بود / ز سرخ و ز زرد و سپید و کبود
ز تری بس مغز را شاد داشت / تو گفتی مگر با وه با باد داشت
نه هر سو بدستان بسی مرغ داشت / ولی زانه و در رنج سیمرغ داشت
ز خرم درختان پر برگ و بر / همه دشت پر بد ز طاوس نر
درختان ز یک سو گرا این ز باد / یکی نغز مانندم آمد بیاد
دو یار پشیمان آزرده اند / که در آشتی سر بهم برده اند
غنودیم در سایهٔ نارون / که از خستگی سخت آسوده تن
وزان پس خورش ساز کردند خوان / چو پرداخته شد گفت روشن روان
گزین چشمه ساران دلکش چمن / نرودی فرخ است بیرون شدن
سه روز اندرین جایگه بغنویم / بچارم سوی شول بیرون شویم
کنون کرد کاری که باید نخست / ندانم جز از کهتران بازجست
رعیت بخواند بپرسید شان / همی کرد از خود دل امیدشان
همه هم زبان برکشودند لب / که روز مرادت مبیناد شب
که گیتی ندارد بداد تو باد / خنک آن پدر کین بیاد تو باد
فغانی کزین بوم گردون شنود / همه بانگ خنگست و آوای رود
کفی که بر آسمان برگماشت / ببرند اگر جز دعای تو داشت
بر آسود روشن دلش چون شنفت / نهانی همه شکر یزدان بگفت
که دادش چنین دولت و برتری / ولی کو گراید بفرمان بری
وزان پس مرا گفت کای هوشمند / بیا تا چه داری ز اندرز و پند
بگو آنچه دانی که حق فاش به / نهانی ز ما هیچ در دل منه

گشودم سر درج گوهر برش / فشاندم گهرهای جان پرورش
بدو گفتم ای آسمان بر درت / فرستد جهان ای جهان پرورت
جهان کهن را تو بادا جوان / مبادا این چمن خالی از باغبان
متاب از پرستاری حق اورت / که تابنده کرد این چنین گوهرت
بجز پاک یزدان مده ره بدل / مپرداز بر صورت آب و گل
ز دین خداوند بردار پوست / که دین خدا پیشگی مهر اوست
همه دین دادار فرمان بریست / بود کافر آن کو ز فرمان برست
ولی برخی از ترس می بگروند / مبادا که فردا بدوزخ روند
گروهی ببوی بهشت و خوشی / کشیدست پای از ره سرکشی
گروهی سوم زین دو اندیشه پاک / پرستنده نه از طمع نه ز باک
پرستاری دادگر پیشه شان / نه از نیک و نه از بد اندیشه شان
پرستند حق را و منت کشند / که از بادهٔ بندگی سرخوشند
اگر دوزخ افروخت کو بر فروز / که او آتشی هست بیگانه سوز
بهشت آنکه کو میر از خوان / بخوان کس سپرداز از میزبان
اگر هستشان سوزی از دوریست / وگر دوزخی هست مهجوریست
ولی فارغ از آرزوی بهشت / که با دوست خوی شان گشته سرشت
شکستند دل تا در آید خدا / که باید جز او در شکسته بنا
نگیرند در پیش تیرش سپر / وگر نیز گیرند سینه است و سر
اگر ذکر شد دوا دشمنند / ور از یاد آرند عصا دشمنند
شنید این سخن چون سر افراز مرد / زمانی به پیچید و اندیشه کرد
بگفتا چه برخیزد از مشت خاک / کزو سود جوید خداوند پاک

بود گر نیازش خداوند غنی ست پرستش چه خواهد ز ما گر غنی است

دگر بندگی باید از کهتران پسند است یکتن ز پیغمبران

چو باید فرستاده نو کردنش بهر چند می این باغ نو کردنش

بناچار بایستی از بی شمار چرا مهر بر زد بپایان کار

بگفتم فری اینت گفتار نغز بنغزیت بنمایم از پوست مغز

خدا بی نیاز از پرستندگی است ولی بندگی لازم بندگی است

یکی سفره بی نعمتی گسترد خورنده نباید که منت برد

گرفتم نفرمایدت بنده باش چو محتاج اوئی پرستنده باش

چو گردن کشی او نیارد زیان ولی بایدی عذر رهی اندر میان

گناه تو بر وی زیان کی بود چه پوزش کنی عفو بر وی چه بود

چنین است تا ره فرارش رهی چه ستایش بیهوده نازش رهی

چو دریافتی لذت یافتن دریغ آیدت روی از و تافتن

کنون بر پرستش بجوئی سبب چو ورزیدی پرستش کنی بی سبب

ترا خستگی هست تا در رهی بمنزل خود از خستگی وارهی

بهجران کنی آه و زاری عشق بوصل اندرون آه و زاری ز عشق

پیمبر فرستادن بی شمار از آن بُد که بودیم فرموشکار

جهان را ز هر یک آوازه ساخت همان عهد دیرینه را تازه ساخت

فرستنده چون یک بود و یکی فرستادگانش بدان جز یکی

اگر صد هزار آید اندر شمار بمعنی یکی باشد آن صد هزار

فرستاده کز کردگار آمده است بگیتی درون بر سه کار آمده است

نخست آنکه داند خورد و بزرگ که یکتا خدائیست پاک و سترگ

دگر آنکه بر خوی ایشان روند فرشته صفت باد و دان بگروند

سیم آنکه با هم نیارند کین که آباد ماند بایشان زمین

ز گفت و شنید و ز داد و ستد همه پاس فرمان در راه خرد

بتدریج چون باز گون شد جهان دگر گونه رسم و دگرگون زمان

یکی را در آن جای او تو کنند که رسم کهن گشته را نو کنند

دگر بار جستی ز دانش وری که مهر از چه بر زد به پیغمبری

کمالات ایزد بر اندازه نیست ز یزدان کجا پرتوی تازه نیست

از آن هر چه را بهره آدمی است یکی از هزاران نمی از یمی است

بر آن پایه چون آدمی بر شود نیارد کز آنجا فراتر شود

نبینی کز این پایه چون بار گفت نبی گوهر ما عرفناک سفت

دگر سروران گر چه ره دیده اند همه راه پاکی نوردیده اند

باندازه خویشتن هر که هست نوشتند این ره ز بالا و پست

چو منزل ندیدند استاده اند ولیکن ز منزل خبر داده اند

رسول عرب چون بمنزل رسید همه هر چه گفتند او باز دید

خبر داد آن را که آگاه نیست کز اینجا فراتر شدن راه نیست

دگر هر که گوید فریب است و بند که نتوان فرا راند از اینجا سمند

چنان گر سپارند ره را که من نسازند منزل جز اینجا که من

از آن مهر بر زد که او گنج دید وز آن گنج را دید کو رنج دید

کسی کو بر آن گنج گو هر زند از آن بد که مهرش پیمبر زند

تو نیز ار بدان گنج خواهی زدن ببایستت اندر پی او شدن

وگرنه بافسوس خواهی نشست ز حسرت بدندان گزی پشت دست

بیان شاه ذی اقتدار روم و داشتن سلطنت ابد [illegible]

یکی پادشه را سپهدار بود * بملک اندیشی میر و سالار بود
ز رفعت زده بر فلک بارگاه * کله سوده بر طارم مهر و ماه
امین بود و دانادل و بختیار * شهش داده بر ملک خویش اختیار
همه دشمنان شه از وی بدن * کشیده ز اورنگ شان سرنگون
سر بدسگالان شه زیر پت او * همه مخزن شاه در دست او
خود اندوخته نیز گنجی نهان * گهرها همه زیب تاج شهان
ولیکن به پشمینه ساخته * تا با دهی گنج پرداخته
بهر چه از جهان یافتی دسترنج * گهر کردی و بر فزودی به گنج
فراوان بپرداخت فرخ سپهر * سراسر ز گنج پدر زیب بر
که ماندند جوان را چو گنجی بکف * ز خامی به بیهوده سازد تلف
زراندوز تا روز درماندگی * ز خواری نیفتی بوا ماندگی
زراندوزی آن طاعت اندوزیست * که او مایهٔ عیش فیروزیست
ببیند روز آز که با خود بری * نه با ران خورند و تو حسرت خوری
سپهبد چو رخت از جهان بر بست * مرا گفت پنهان یکی گنج هست
طلسمی بر آن گنج بستم همی * که نگشایدش جز مسیحا دمی
خضرش شکند این طلسم شگرف * نماید بجوینده این گنج ژرف
یکی سرمه دارد که بینا کند * همه را از نهان هویدا کند
از آن سرمه در چشم هر کس کشید * نهانی سراسر بر او شد پدید
پس از من بگنج ار نیاز آورید * بکف دامن خضر باز آورید

بخواهندگی

راهی شدن دستور بملک تقا و اطلاع دهی [illegible]

بر خزانه که ذخیره بودی نهفتا

بگفت این و پس دیده بر هم نهاد * بدیگر سرا رفت خندان چو شاه
چو نوباوگان بی پدر ماندند * برخ اشک خونین بر افشاندند
بشاه جهان هر یکی را نظر * که بخشند بر جای گاه پدر
شه آن پایه شان نکردی دریغ * ولی کار دل بود و بازو و تیغ
جوان از کجا رای پیر از کجا * گوزن از کجا تاب شیر از کجا
نجستند چون پایگاه پدر * بز و دست هر یک بکاری دگر
بخوردی چو کس ناز پرورده بود * کجا در بزرگی هنرور شود
سرا زرائی پیران بخوردی شتاب * که اندر بزرگی شود کامیاب
زمینی که در وی ندیدست خو * کجا در بهار آورد کشت نو
درختی که آسیب دهقان نخورد * از آن چون تعوان میوه نغز خورد
چو یکچند زین بر گذشت آنگروه * ز سختی پریشان شدند و ستوه
پراگنده و با نیاز آمدند * به بیچارگی چاره ساز آمدند
از ایشان یکی بود مهتر بسال * چنین گفت کای قوم برگشته حال
بس این رنج و سختی بس این تاب و رنج * بباید کنون گشت جویای گنج
بکوشیم و از خضر جویا شویم * که از گنج گوهر توانا شویم
به بینا رهش بر گشود نکام * که کس بر محالی زاند است گام
پدرمان اگر داشت گنج گهر * چرا کرد بیگانه را با خبر
گر این گنج بودی نه بر دوختی * کز آنسان به پشمینه ساختی
وگر هست گفته است خضر آگه است * با پایان خضر مان کی رسد
نه بس رنج و سختی و بیچارگی * که با بیستمان بدین آوارگی

نه بس این غم و درد و فرسودگی که جان باختت باید به بیهودگی
توانگر بیابیدت گنج تن در برنج که ما خود نداریم پروای گنج
دل از طرز شان داشتند رنج جای به تنها بره شد پی رهنمای
بسی راه او رو برید سختی کشید بیاسود تا خضر بیننده دید
بنا پیر دان تره ایزدی همه هوشیاری همه بیخودی
بهم رهست آینده عشق و خرد خرد داشت با عشق آن معتمد
در دل چه دریای آتش بجوش زبانی پر از راز لیکن خموش
بریده ز خود با خدا ساخته دل از غیر حق باز پرداخته
به بخشود چون دردمندش بدید که بی درد نتوان بدرمان رسید
چو یکچند در صحبت خضر ماند به چشم اندرش سرمه باز راند
ازان سرمه اش دیده چون بازگشت روانی سوی شهر خود بازگشت
چو در خانه خویش باز آرمید همه خانه پر دُرّ رخشنده دید
ز زیر زمین گنج بر سر شده جهان از فروغش منور شده
شگفتی چنان دید خیره بماند بخود جمله یاران خویشان بخواند
بگفتا ببینید گنج نهان زیر خاک فروغش گرفته سمک تا سماک
پدر آنچه می گفتمان است بود همه گفته اش بی کم و کاست بود
بکوشید بیایید در امش کنید بگنج گهر زحرامش کشید
رسیدند اخوان همسایگان ببودی که گوهر بود رایگان
بدیدند بسیار و مخزن نبود گران سرمشان دیده روشن نبود
به بیهوده گفتن گشادند لب که بیهوده مسکین بکرد این طلب
زهی لعل خشتان دُر خوشاب زانبوهی اختر بتاب آفتاب

یکی گفت آن در تابان مرا دگر گفتی آن شاخ مرجان مرا
یکی جام فیروزه جستی از او یکی گفتی آن درج یاقوت کو
بتسخر شنودند از ابلهی که دیدند گنجش ز گوهر تهی
گر آن دیده بودی که بیند گهر بپا پیش بنهادندی از عجز سر
شده مرد حیران که یارب چه چیست کز ایشان یکی در خور گنج نیست
شب آمد فرو رفت چشمش بخواب خضر را همی دید کامد شتاب
برو بر بخندید کای مرد خام بخود بر چه بشوری این شتاب عام
ندانی که نفزایدت جز عتاب چو با شب بپره گوئی از آفتاب
ترا نیز گر دیده بینا نبود جز انکار این گنج یکتا نبود
بنا آزموده مکن فاش راز چو گفتی و تسخر شنفتی بساز
ز نادان بجانند و نشنوان ندیدی چو دیدند پیغمبران
چو این گفته از خضرش آمد بگوش ز جا جست بنشست از آن پس خموش
برآورد و بودش بسال اندکی وز آنها فزون بود در زیرکی
چو دیدند آن بی نیازیش را توانگر منش مرد درویش را
گمان نیک کردند و در ره شدند وزان گنج پنهانی آگه شدند
ازان سرمشان خضر بینا نمود بران گنج هر یک نظر برگشود
بر ایشان سرای تهی گشته پر همه لعل و یاقوت مرجان و در
ز هر پیشه اکردشان بی نیاز چو دولت رسد مرد را گو بناز
بر این چون بر آمد بسی روزگار دگرگونه شد حال بر آن دیار
نبارید ابر و نبالید شاخ به تنگی بر آمد جهان فراخ
نیاورد کس تاب آن روز سخت از آن شهر بیرون کشیدند رخت

سپهبدزادان از آن بوم و بر   فتادند هر یک بملکی دگر
هم آنان که گنج گران داشتند   ز نو قصر ایوان برافراشتند
بپذرفت گنج گهرشان رواج   نشستند از تخته بر تخت عاج
همه کرده از گوهر شاهوار   کمربند و جام افسر و گوشوار
هرآنکس که او گنج گوهر نداشت   در آن بوم و بر پایه و زر نداشت
پریشان و آشفته در آن دیار   نجائی نشست و نه سامان کار
تمنائی او خانه بود نه   نیازش بویرانه بود نه
درآورد سر با همه درد و سوز   بشاگردی مرد گلخن فروز
بصد محنت و درد و رنج و تعب   شبی روز میکرد و روزی بشب
سرایش که اندر زبا و زنداشت   از آن گنج سرمایه بر نداشت
اگر رنج بر خود روا داشتی   بپاداش گنج بقا داشتی
هرآنکس که از رنج دین سر نتافت   چنان دان که او گنج گوهر بیافت
بیا ساقی آن سرمه چشم و هوش   که بنیاد دست آنکه او کرد نوش
بمن ده که روشن کنم جان خویش   شوم آگه از گنج پنهان خویش

رفتن شه از غم صفت و مرتبه سحر آمدن نوری صورت تا غم کردن و پنهان زیر داده

دوم روز سر بر کشید آفتاب   ستاره برخ بست زرین نقاب
درآمد بپرواز بازی سپید   وز و بچگان جو اصل امید
یکی خیمه بست ابر سنجاب رنگ   ز تری هوا گشت چون دو رنگ
ز باران بشست از رخ سبزه گرد   همه دشت بنهفت در لاجورد
هوا صاف شد چون دل بخردان   زمین پاک شد چون دل رادوان

شده کبک در خنده آهو بلاغ   ز لبس زعفران خورده در کوه و راغ
درختان شقایق چو رخشان درخش   همه کوه از وشته کان بدخش
هوا عطرسای صبا گلفروش   شمال معنبر قرنفل فروش
ز سنبل چرا کرده آهوی چین   شده نافه افشان در آن سرزمین
جوان بخت شاه هوای شکار   طلب کرد ترکان تازی سوار
وشاقان کشیدند هر سو شتاب   سگ یوز و شاهین و چرغ و عقاب
پیاده فرستاده دیگر گروه   پله کردن صید را تا بکوه
خود از دامن کوه راندی سمند   سواران برش تاب داده کمند
ز دراج و تیهو و نخچیر و گور   فگندند بستند تر دیک و دور
گریزان شده شیر با زور زان   اسامان گوزنان ز چرم گوزن
چو شاهین ز بس خورده نخچیر تیر   برآورده برگشته نخچیر گیر
ز هر سو سگ افگنده شیران بگو   ز پهلوی گوران سگان کرده سو
ز بیم سگ صید جسته شتاب   چو آهو ز آهوی خرگوش خواب
بنخچیر کار آنچنان گشته تنگ   که جسته کشاد از کنام پلنگ
دوان روبه از پنجه یوز رشد   بگرمی سوی پوستین دوز شد
اگرچه هر صید بندی نهاد   ز هر صید در گوش پندی نهاد
نخستین ز شیرش بیامد بگوش   که ای نامور مرد با فر و هوش
اگر شیر باشی مشو خود پسند   که موری بشیری رساند گزند
گوزنش همین گفت کای نامدار   ز خود دیده ای هیچ بین پیش آر
من از چرب پهلو نه پروردمی   کجا تیر نخچیر زن خوردمی
ز روباهش آمد خوش اند استان   که روباه باز است گرگ جهان

ز خرگوش بشنید کای نامور
زهی نامداری چنین هوشمند
بمنزل چو راندند از آنجا سمند
نشستند و خوان بر نهادند پیش
ز بیگانه پرداخت چون انجمن
مر الفت گوهر برآر از نهفت
بگستاخ گفتمش کای نره شیر
ترا دیدم امروز در خون شتاب
بسا بی گنه را که سفتی برش
برش از مکافات خون ریختن
مشو با تن بی گنه کینه خواه
بخون ریزی ناتوانان متاز
ترا آنچه بر خود نیاری پسند
مشو فربه از پهلوی لاغران
تو از پیشه خیره گردد سرت
بخونش کشی گت فرو برد پیش
مگر ناتوانست در داوری
پر اندیشه شد نامور چون شنفت
همه نامهٔ باستان بار کن
همه نامهٔ آسمانی بخوان
که فرمود ما را بگیریم بهر
مراد و عبارت از قرآن

ازین خواب خرگوش چرخ الحذر
که گیرد ز نخچیر در گوش پند
همه لعل گون کرده از خون سمند
همه گشته مهمان باز وی خویش
فرس راند طبعش بصید سخن
نهفته برآر آنچه بایدت گفت
بخون خوردنت سخت بینیم دلیر
چو دشنه بخونی چو تشنه بآب
همانا نیندیشی از کیفرش
ز آزرم روز برانگیختن
میالای از خون تن بیگناه
مگر آنچه نتوانیش داد باز
نباید پسندیده بر مستمند
مکن پهلو از پهلوی دیگران
که یک قطرهٔ خون چکید از برت
چه سازی بپادافره جرم خویش
بترس از توانائی داوری
نه تنها مرا این بنیاد گفت
که این پیشه ایشان نکردند بن
دگر قول پیغمبر از دان
هم از صید بگذر و هم از صید گر

بدو گفتم ای سرور راست رو
شکار افگنی باستانیست راست
همه چون دده دل سپرده اند
چنان خواستندی که هر جانور
ستانند ز بر دست بر زیر دست
بهر چند گاهی شدندی سوار
شدندی پلنگ افگن شیرگیر
نه تا پرورانند پهلو و بال
دگر نامهٔ آسمان بشنوی
که از صید اگر هیچ آگاهی است
دل آن شرف دریافت کآگاه اند
شکارش همه دانش و آگهی است
بجو گوهر علم و دانش از و
فراهم کن اندیشها نخست
بهر دل آن شست چون افگنی
چو بر صید صحرا کشد رای تو
همه خوی هائی که نخچیر اوست
همه رای زشت و همه خوی بد
درین دشت تست ای شکار
ز کوشش کمندی بکف باز گیر
همه این دد و دشت از دام و دد

بنغزی سخن گوئی با شیخ شنو
ولی بوده آن از پی بازجست
نه بیهوده کس انباز ره داند
بر آسوده باشند از یکدگر
نیابند شیران به نخچیر دست
پی دادخواهی نه بهر شکار
که بر گور و آهو نگیرند چیر
نه پشت گوزن و سرین غزال
بباید به معنی آن بگروی
نه مقصود گور است و نه ماهی است
بپای پی چنو لجه بیکران
سرا نسبت هر دل که اینها تهی است
جز آن صید از این رمه یا مجو
که چون ریسمانهاست با ریک موست
همه صید معنی برون افگنی
همان هستی تو است صحرای لغو
ز دستان و کین و بد و شیر و دست
فراهم شده در وی از دام و دد
نخستین بر اسپ خرد شو سوار
ز اندیشه تیز بین باز گیر
بپرواز یعنی خیالات بد

حلالست از این صید تن پروری　　فرو خوردن خشم و کین آوری
همین معنی صید بجز است و بر　　نه بیهوده آزردن جانور
بدین صید اگر او فتد رای تو　　بخور آنچه خوردی گوارای تو
ز قول پیمبر شدی چاره ساز　　نه بینی پیمبر چه گفتست باز
که هر کو درین امر دستت فرد　　درون کو رجانور نباید شکرد
بس است آنچه گشتند باز از خشیم　　چرا خوردن دیگران را اشیم
نکوئی نبی خود چرا می مزید　　که او لقمه گر جان بدرش منید
تو ای نامور مرد یزدان شناس　　بخود بر مکن کار مردان قیاس
کسی کو خود از عالم جان چرد　　بدان لقمه منت نهد کش خورد
خورد تا مکانش شود لامکان　　کشند تا کند زنده اش جاودان
نه چون ما که بر روی یکین بریم　　از ان مرغزارش بدو فرخ بریم
کسی جان بپاکی ز بور اسپان　　که بر جان پاکی نیارد زیان
بلکه من نخجه جانی ز خود بی گناه　　چه رنجش رسی جان کنند غدر خواه
اگر از گله کم شود گوسفند　　شبانش بجوید به پست و بلند
وگر از رعیت یکی داد خواست　　شه آرد ستمگاره را باز خواست
چگونه خدای که جان می دهد　　ستمدیده را ور زیان ببیند
یقین دان که زو باز جوید همی　　که خونی بجز بی لب شوید همی
جهان را سرای مکافات کرد　　بگرد بدی تا توانی مگرد
که بیداد آسان نماید نخست　　ولی سخت تا خی کز بن بیخ رست

ذکر شاهی بی فرزند و ماندن او مشغول شکار و رفتن به زیارت مرا از درد دل

یکی کشورش بود فرزند نه　　جگر خورده و اوراجگر بند نه

همی لخت دل دادی از چشم تر　　که دلبندی او را نبودی دگر
بسی میل دل داشتی با شکار　　همه روزه جز این نبودیش کار
چو غم با دلش کردی آمیختن　　غم از دل بشستی بخون ریختن
همان جوزه از بیضه نارسته بود　　که شاهین شاهنش جگر خسته بود
لب از شیر ناشسته آهو بره　　که تیر شهنش بر بروی دره
نیاسوده آهوی از نافه ناف　　که نافش شدی تیر شه را غلاف
زمرد نکرده لب از سبزه رنگ　　که کردش شه از خون چو لعلی برنگ
تن از چند فربه نکرده گوزن　　که بر دلش خوالیگر شه بیوزن
نکرد دید تیهو همان بال زن　　که شه کردی از ناوکش بابزن
نماند اندران بوم یکجا تذرو　　ز بیداد آن شاه بیدادگر
پی صید می گشت روزی بکوه　　یکی پیر پیش آمدش با شکوه
دل از دیو مردم ببرد اخته　　در آن کوه با دام و دد ساخته
ز یاد خدا سینه آتشکده　　هوا را بجز من بر آتش زده
ز پوشش یکی جامه ژنده داشت　　بآن ژنده پوشی دل زنده داشت
نباری در آن کوه جا ساخته　　چو آهو ببرگ گیا ساخته
لنگ اندرون کرده جا چون شرر　　بکوه اندرون مانده همچون گهر
خمیده قد و ناتوان و نزار　　هلالی است گفتی بر آن کوهسار
شهش باز پرسید کای پیر مرد　　چه سازی درین کوه با گرم و سرد
ز مردم چرا روی برتافتی　　بدین غوله با غول بشتافتی
مگر دشمنی داری اندر دیار　　که از بیم او در این کوهسار
بگو تا دل از وی بپردازمت　　بشهر آیی تا جایگه سازمت

بگفتا بلی خصم دارم بسی — پی چاره‌شان باید از هر کسی
مرا دشمنانند همراه خویش — نه بیگانه آگه از ایشان نه خویش
بشهر اندرون دست یازانشان — که نه شاه و نه شحنه دارد نشان
مرا نفس و آز و هوا دشمنند — که هر چار و هم این سه تن با منند
در آنشهر هست آن سه استیار — زن و ملک و فرزند و اسباب کار
فراهم چو آیند چیره شوند — دل و جان ز اندیشه خیره شوند
چو از هم جدا او فتند این نفر — مرا هست بر آن سه دشمن ظفر
در این کوه این هر سه در بند بد — که ضحاک را جادو او بند بد
بدیو بد و روز بردن بسر — به از دیو دل مردم بدسیر
ز غولان کوهم نباشد نهیب — بشهرند غولان مردم فریب
چو آگاه دل یافتش پادشاه — پیاده شد و گشت از وعذرخواه
که گستاخ اینجا فرس تاختم — تو خود شاه بودی و نشناختم
دو دستش ببوسید و در بر کشید — بنرمی بگفتن زبان بر کشید
بدو گفت کای پاک مرد نکوکار — چو باشد که درخواهی از کردگار
که بر من ببخشد خداوند من — پسر دهمی پاک پیوند من
گرامی یکی نور بخشد مرا — که بر دیدگان نور بخشد مرا
شود از گلی گلشن آرای من — پس از من نماند تهی جای من
چنین گفت ایزد دهد پیر راد — که درخواست ایزد که [illegible]
شب آمد شه آمد بایوان خویش — طلب کرد شمع شبستان خویش
بپوی چهره آمد چو سرو سهی — خرامان بایوان شاهنشهی
ازان ابر نیسان صدف گشت پر — همه قطرها گشت رخشنده در

چو شاه این خبر گوهر گوش کرد — همه درد و اندوه فراموش کرد
بدهقان بخشنود و رامش نمود — بخواهنده زر داد و بخشش نمود
ز شادی بر افروخت همچون بهار — بسر و زقادش هوای شکار
بشکرانه آنکه او چاره یافت — بآزار بیچارگان روی تافت
ازان پس که آمد بنخجیرگاه — بشد تا شبستان بدیدار ماه
صدف دید از در پر آخته — یکی بچه نارس اندر آخته
به بچه پیدا ز در شد تافته — ولی بی خبر کز کجا یافته
بدر گیتی باز پرداخت شاه — ز شه بارور شد فروزنده ماه
چو چندی بشد رائی نخچیر کرد — سموم از نهانش فرو ریخت زرد
چنین پادشه یاده شد و پیر — نهال امیدش نشد بارور
شبی دست برداشت بر آسمان — دلی پر ز درد و دلی پر فغان
همی گفت با پاک جهان داورا — چه کردم که ناکام خواهی مرا
ازین پیش در دم زنا بود بود — ز مایه زیان بود و نه سود بود
کنون رفت سرمایه از دست نیز — که سودی نبینم نخستم یک پشیز
همی گفت و افشاند بر چهره خون — ز لخت درونش چمن لاله‌گون
برو بر ببخشید یزدان فرو — بخواب اندرون شد ولی بیزود
چنان دید کاندر یکی مرغزار — سواره همی اندر بر شکار
در آن مرغزاران یکی باره دید — درون رفت از هر سوئی می‌دمید
یکی انجمن دید پاکان همه — گروهی دگر دردناکان همه
همه نوجوانان فتاده بخاک — بتن ناتوان و بدل دردناک
یکی چاک پهلویش از تیغ تیز — یکی پیکر از خنجرش ریز ریز

یکی سینه‌اش سفته پیکان تیر / یکی دیگر کند ستم دستگیر
بپرسید کاین قوم شوریده بخت / بجان ناتوان و بدل لخت لخت
کیانند و از تخمهٔ کیستند / چنین خسته جان از پی چیستند
یکی گفت اینان ز تخم تواند / ملک زاده اند و گو پهلواند
مرا گفت در دهر فرزند نیست / وگر بود بینم پریشان ز چیست
بگفتا هستند فرزند تو / جگر گوشگانند و پیوند تو
که گشتند خود نارسیده هلاک / ز زخم تو تن شان همه چاک چاک
بر آن زخم کز کین دی ترکار / بنو باوگان تو زد کردگار
بهر صید کز پا در انداختی / یکی زین عزیزان بر انداختی
ندانی بتن هر کرا جان بود / بر آفریننده یکسان بود
خدا را شنیدی که فرزند نیست / تبار و زن خویش پیوند نیست
از آن نیست تا هر که زور آورست / نیازرد ز کین زور با زیردست
مکافات یزدان همانند نیست / که چون بنده کار خداوند نیست
چو مخلوق را بی‌جوابی کشی / کشد از تو آنرا که با وی خوشی
شه از خواب برجست چون این شنید / سر انگشت حیرت بدندان گزید
نگاه و طلب کرد و برشد سوار / شد اندر بر پیر در کوهسار
همی گشت تا جست درویش را / بپایش نهاد آن سر خویش را
نیایش کنان گفت آن مرد کار / مر این خسته را تو ببخش آشکار
کز این پس نیازارم از خود کسی / پشیمانم از کردهٔ خود بسی
ببخشید دانا و لب برگشاد / ستم پیشه را از گنه توبه داد
دعا کرد و بشنود یزدان فرزند / فزودن انچه بود از ستمگار درد

تو نیز ای که اندیشی از داوگر / ببندیش ز آزردن جانور
درین عالمت گر نگیرد خدای / بترس از مکافات دیگر سرای
بیا ساقی آن آفتاب شبان / که دشمن بدشمن کند مهربان
بده تا دگرگون کنم کیش خویش / نکوئی کنم با بداندیش خویش

در بیان یاران همدم و انبازان شهر یک جهت و غم که بزم صحبت را برغم روزگار جفا توام آمیز بهم بکمال عیش و نعیم

خنک روزگاری که بیرنج و غم / نشینند آسوده یاران بهم
بتی هایی غیرت یکدگر / یک از دیگری صاف رخشنده‌تر
گوارا مئی مایهٔ بی غمی / دلارا بتی گلشن خرمی
یکی آتشی گشته اندیشه سوز / یکی اختری گشته مجلس فروز
سراینده نغمه‌اش جان فزا / نوازنده زخمه‌اش غم زدا
یکی مایهٔ عشرت آواز او / یکی برگ ساز و طرب ساز او
همه همدل همدم هم زبان / بر آسوده از کار و بار جهان
دمی خوش بر آرند با یکدگر / کز انجام خود نیست کس را خبر
سیوم روز چون ساقی روزگار / بر آورد این جام یاقوت سا
به پیموده یکسان بشاه و گدا / از آن جانفزا جام اندوه زدا
بفرمود بزمی خوش آراستند / ز رامشگران کام جان خواستند
یکی چنگی از آنچنان چنگ داشت / که جان را رهی غم در آهنگ داشت
گر از خمی از چنگ غم خورده بود / وی از زخمهٔ چنگ درمان بود
چو در پردهٔ کین سیاوش زدی / از آن راه گل راه بلبل زدی
چنان ساختی پردهٔ نوش باد / که لب گوش را گفتی انوش باد

ره خسروانی چنان ساختی / که خسرو بشیرین نه پرداختی
ز ناهید مانا گرو برده بود / که از چنگ او چنگ او در ربود
دگر بار بدوش سراینده / دل از کف بالحان رباینده
چو داود جان پرور ادای او / تو گفتی که بد نای در نای او
دهانش به از غنچه از عندلیب / کزان بگفا دید از این بی شکیب
بر آورد افغان با وای عود / که یا من به کل شیء یعود
الیک افتقاری و قلبی لدیک / علیک اعتمادی و وجهی الیک
تجانبت و الهم یهوی الی / تباعدت و الارض ضاقت علی
لزمت اصطباری افضاق المجال / وما الصبر فی العشق الا الوبال
زهی درد تو مایهٔ خرمی / غم عشق تو مایهٔ بی غمی
زهی عشق تو مایهٔ بود من / غمت سود و دردت بهبود من
زهی یاد تو همدم جان من / خیال تو شمع شبستان من
گرم آرزوئیست در دل توئی / ور از عمر سودیست حاصل توئی
ز تست از غمی شادمانی دهر / غمی کو به پیران جوانی دهد
ز تست آن خدنگی که جان پرورد / جگر سوز داغ روان پرورد
توئی گر بزخم درون مرهمیست / غم تست اگر سینه را همدمیست
توئی گر بود جانی اندر تنم / توئی گر برآرم فغان کین منم
تمنائی شبهای تارم توئی / پریشان کن روزگارم توئی
گرم آفتابیست آن روی تست / ورم هیچ تابیست از موی تست
بسر چشمهٔ دل توئی کوثرم / بگنجینهٔ جان توئی گوهرم
غم تو ز عیش جهانم خرید / ز تاراج اندوه جانم خرید

گر افسر زنم خاک پای توام / وگر پادشاهم گدای توام
سگ داغدار توام گرچه سد / ز من داغ بر جان شیران رسد
نه پیچم ز زنجیر زلف تو سر / که مجنونم اما نه تا این قدر
بیا ای شکیب من از روی تو / بیا ای دلم صید گیسوی تو
بیا ای خرام تو آشوب دل / بیا ای جفای تو مطلوب دل
بیا ای شبیخون عشقت بجان / بیا ای دلم ناوکت را نشان
بیا ای برخ آتشی شعله ور / که پر سوزتر هر که زو دورتر
بیا ای بیالای نوخاسته / هلالی که خلقش بجان خواسته
بگفتی دل از دست بگذارمت / چو بیدل شوی هم ز دست آرمت
مکن کین نه رسم وفاداریست / همه شیوهٔ مردم آزاریست
کسی را که غیر از تو کس یار نیست / بر او گر تو غیری گزینی جفاست
گرم پای بر سر زنی خوش زن / ز بیم گر کشم سر ز پای تو من
گر از تندخوئی ز من سرکشی / برنجم که باخوی چون آتشی
چو پرداخت گوینده این لغز / تو گفتی پراگند آتش به مغز
بناگه ز من بی من آمد فغان / که یا ینیني طال منك الزمان
فکم اضجر القلب نار الهوی / وکم اکل الصبر ضیف النوی
غدا قربی حبیبی تحجرون / وزادنی وجیدا وهذا الجنون
دعو اللوم فاللوم غیر المفیق / فکم تعذلونی بما لا اطیق
فلا یجر افتضاحی بذلی بذل / الی عاذلی قم وما شئت قل
چنان گشته دوری ببل کارگر / که از طعن بدگو ندارم خبر
چگویم از آن ماه دوری سپید / که چون از بر خویش دورم فگند

بدو گفتم او را ببیناد بس — همین چشم بد چشم من بود و بس
سپندی پی چشم بد خواست سوخت — نخستین بجان من آتش فروخت
دل اکنون عجب تر جدائی کش است — که می بیند او با جدائی خوش است
چو بیهوده میگویم این از چیست — وصال و فراق این سخن است نیست
کجا خالی از اوست تا مل بود — که بیجان تنی زنده مشکل بود
کجا نیست یار از تو پر توی — کجا پرتوی آنچه بینیم توی
بجائی برافروخته نو گلی — بجائی دگر سوخته بلبلی
توئی گر بود سروی افراخته — توئی گر تذرو است دل باخته
توئی آنکه زیبا گل جلوه ساخت — توئی آنکه بیخود شد و دل بباخت
زنی تیر دان تیر را خود هدف — دهی قطره دان قطره را خود صدف
زنی چنگ و آن چنگ را خود نوا — دهی درد و آن درد را خود دوا
تو جام و تو صهبا و تو می گسار — تو باغ و تو دهقان و تو نوبهار
خود افسانه گوئی و خود افسانه گوش — خود افسون خر و خویش افسون فروش
که تا بآورد چون شوی جلوه گر — مگر خود بر آن جلوه آری نظر
گرا پائی با حمله نره شیر — مگر همچو او نره شیری دلیر
چو آن بزم فرخنده انجام یافت — ز گفت پریشان دل آرام یافت
سرافراز گفت اندر این انجمن — ز وحدت بسی باز راندی سخن
سخنها بگفتی همه معنوی — نگردیش لیکن بحجت قوی
که بی خویش بودی فشاندی راز — کنونش ببرهان بیارائی باز
تو گفتی که کثرت یکی بیش نیست — بگردارش این اختلاف از چیست
یکی چون بگیدم هزاران شود — زیک جسم چسان جامه الوان شود

چسان هم گلستان و هم عندلیب — چسان هم دل است او و هم دلفریب
یکی چون هم آب و هم آذر شود — هم او آفتاب و هم او ذره شود
بدو گفتم ای سرور پاک مغز — تو گوئی و پرسی سخنهای نغز
ببرهان چسان گر دو آنگفته جفت — که گوشنیده اش خود نداند چه گفت
ولیکن چو خواهش کند مرزبان — سخنهای خود را شوم ترجمان
دلیلی بر این به ز آواز نیست — و ز آواز جز نغمه ساز نیست
هزاران ره شعبه بنمایدت — گهی غم گهی شادی افزایدت
که آزاد آرد گهی شادران — گهی دلکش دگاه پالیزبان
گهی راه شبدیز و گه راهوی — گهی کین ایرج گهی پهلوی
گهی راه گل که شود خار کن — گهی زیر افگند گردد به فن
از ینها گذر کن ز چنگ و رباب — سه تائی و دف و صنج و زنگ و درای
ز بوق و ز طنبور و طبل و نفیر — ز صهیل و نهیق و طنین و صریر
ز مرغان چکاوک و تذرو و هزار — شباویز و شبخوان و طوطی و سار
و گر نای خوش نغمه آدمی — گزو آرد اندوه و دور کمی
همه هر چه بینی جز آواز نیست — چو دیدی براه گمان بر نیست
چنین هر چه بینی همه هستی است — اگر خود بلندی اگر پستی است
نبینی بجز هستی اندر جهان — ز آب و ز خاک و ز جسم و ز جان
همه در جهان هر چه بینی از او — نجوئی بجز هستی ای نامجو
چه از خوب و زشت و چه بالا و پست — ز هستی است سرمایه هر چه هست
جهان جمله هستی است یا نیستی است — ببین نیز و تا خود سزاوار چیست
اگر هست هستی هم او خوان و بس — و گر نیستی جمله او دان و بس

صفیر [illegible]

ببین تا خود از این نکو برچیستی — شگفت است سر تا به پا از نیستی

حکایت تعبیه وزیر دانای هند که به عقل و دانش فرو بود و سلوک شاه چو مرد

یکی نامور بود در هند رای — بهوش و بدانش بفر و برای
چو خورشید تابان بروشن روان — چو کیوان بسی در رش هندوان
خداوند دست دل و زور و فر — ز جوزا و مهرش کلاه و کمر
بسی سرکشان را سر انداخته — بسی دشمن از پا در انداخته
پر اندیشه جانش ز روز نخست — در آن هیچ کز وی چنین شاخ رست
همه در دلش کافرینش ز چیست — کسی کو درین تن منم گفت کیست
سر و دست و پا را چو یار ای آن — که من گوید آنکه چنین ناتوان
نباید خود این گفته نیز از حواس — که چون رفت جان گویدش ان مساس
جز این نیست آنکس که گفتا چنین — بباید همی جست از مرد و زن
وگر گفتی آن کین منم گفت است — چو بی صورت است این از گفتگو ست
ز صورت نیاید که گوید منم — چو معنی بود چون تنش پیدا منم
چو پنهان بود کس که داند که کیست — بهر جا یکی ما بهر جا یکی ست
نیارم یکی گفتنش در هزار — که هر جا دگر گونه دارد شمار
اگر دیده بر دوزی از رنگ و بو — بهر جا که بینی نه بینی جز او
بهر جا که دانشوری یافت چیست — بخواند بپرسید و پاسخ بجست
ز بس در دل اینگونه اندیشه اند — ز شاهی و فرماندهی باز ماند
بهر ماه و چل روز خلوت گزید — ز اندیشه و روی مطلب ندید
چو از حد شد اندیشه و جستجو — خداوند بنمود راهی بدو

چنان بد که آمد یکی روز جشن — بدربار او هندوان گشته کشن
بزرگی ز کار آگهان جهان — که بودش دلی فارغ از این و آن
سر راستی سوده بر آستان — که نا گشته از زمره راستان
بجان برده بس منت سادگان — که از سادگان گشته آزادگان
که ناکرده خدمت بمردان فرد — نگردد کس از خیل مردان مرد
مشعبد صفت شد بنزدیک شاه — که روشن کند جان تاریک شاه
بگفتا اگر شاه را در خورم پناه — مشعبد یکی مرز بازی کرم
نمایم بسی نقشها دلپسند — که بنبید و زو گردد اندیشه مند
بساط رفته کارم پدید از نهان — اگر رای رای باشد بدان
نغم گفت واو را نبد رای لهو — مگر تا کند از دل اندیشه محو
چو بگرفت دستوری از شهریار — یکی خیمه افراشت بس استوار
یکی پرده آویخت در پیش او — خود اندر درون رفت هنگام جو
در آن پرده هر گونه لعبت نمود — که شه را دل از آن شگفتی ربود
همه لعبتان رسیمانها بسر — سر ریسمان در کف حیله گر
نخست از پس پرده کرد آشکار — یکی مرد بر صورت پیشکار
همی رفت راهی بهمیر ریخت آب — بشد در پس پرده بس با شتاب
در آمد بهمراه چل خواجه تاش — همه تخت زرین بکف در روش
نهادند پهلوی هم استوار — چنان که بود در خور شهریار
دو صد پیل با خوصله زرفشان — بسی بختی بارکش هم چنان
دو صد اسپ تازی بزرین ستام — سواره همه ترک هندی غلام
پیاده بسی تیغ هندی بکف — برآورده هر سو بیاراست صف

دگر چاوشان جمله زربفت پوش دواره کنان و تبرها بدوش
وزان پس ز پیل شاهی سوار ازان پرده نخ باز کرد آشکار
فرود آمد از پیل و برشد بتخت تو گفتی بود خسروی نیک بخت
وزیران ستادندش از چپ و راست امیران برابر جنان چون سزاست
می و رود و رامشگر آورد باز کنیزان نوازنده دل نواز
گروهی برقص استاده بپای گروهی بکف بربط و چنگ و نای
یکی جشن آراست بر روی شاه که ماند اندرو خیره شاه و سپاه
ز اورنگ رائی اندر آمد بزیر دوان تا بدان خیمه افراشت سر
در آن خیمه شد تا ببیند که چیست سررشته در دست تدبیر کیست
چو دید اندران خیمه جا پیر داشت همه رشته در دست تدبیر داشت
همه لعبتان گشته او را زبون اسیر وی از جنبش و از سکون
سررشته در دست آن حیله ور همه سخرهٔ حکم او سر بسر
همه داده در جنبش و در قرار بانگشت او رشتهٔ اختیار
نبودی در آن پرده آگاه کس پس پرده تنها هم او بود و بس
بهر عضوشان بسته بندی جدا همه بند اوشان بدست و بپا
هر آن دست و پای که جنبش نمود سررشته شان در کف پیر بود
یکی نعره زد رائی و از پا فتاد که دید از پس سنگبها گشاده
مشعبد سرش را بدامان گذاشت همه همت خویش بروی گماشت
که تا رائی ازان حالت آمد بهوش بخلوت شد و خواند دانا به پیش
درم داد بسیار و بنواختش بنزدیک خود جایگه ساختش
بگفت از کجائی و نامت تو چیست که همچون توئی خود بتدبیر نیست

در این پرده تا خود چه پنداختی که از چنگ غم فارغم ساختی
بزرگفت دانا ندارم نیاز ازان آمدم گشتم چاره ساز
من و چند تن آگه از سر کار تفرج کنان در فلان مرغزار
نشسته بهم بود مان گفتگو تسلی ده خویش از یاد هو
یکی زان میان برد سر در جیب که بودش دلی آگه از سر غیب
برآورد ناگه سر از جیب و گفت فلان ابن ها در دو غم گشت جفت
که چندیست کاندیشه دارد گره که از راز وحدت کشاید گره
بسی ز آتش غصه بگداخته است دل آماده آگهی ساخته است
یکی رفت باید بنزدیک او که روشن کند جان تاریک او
بیاموزدش آنچه دانستنی است که هستی به گیتی یکی بیش نیست
کند کیمیائی بکار اندرش که فارغ کند جان غم پرورش
من اندر شدم بهر آگاهیت که تا وارهانم ز گمراهیت
ازان شعبده جادوئی ساختم بتدبیر کارت بپرداختم
که تا باز دانی که هستی یکی است زداید اگر در دوئیت شکی است
جهان با جهان آفرین بی سخن چنانست کان رشته در دست من
نباشد ز خود هیچکس هستیش نه پیمانه از اوست سرمستیش
اگر خواهی آموخت این پیشه را ز دل پاک کن نقش اندیشه را
برآمد شد نفس بربند راه دلیلی جز این بهر این ره مخواه
چو از هستی خویشتن بگذری بیک بودن هستها پی بری
ره کوی وحدت همین است و بس ولی کم بود مرد این راه کس
چو اندرز دانا نیوشیده شاه بر او سرد شد مهر تخت و کلاه

ره مرد دانا ز جان برگزید — چو عنقا کسی دیگر او را ندید
به صحرا شتابید از آن شهربند — چو آن صید کازاد گردد ز بند
بغاری درون شد بخلوت نشست — در صحبت خلق بر خود ببست
نیاسود و کوشش نمود و شتافت — که گم کردهٔ خویش را باز یافت
چو رائی که کوشد برائی درست — یقین دان که گم کردهٔ خویش جست
تو گم کردهٔ خویشی ای دل همی — بجو خویش را بو که یابی همی
بجستن چه امروز و فردا کنی — چنین چند با خود مدارا کنی
همان به که جوئی و پیدا شوی — وگرنه بجویند و رسوا شوی
ره جستن از خویش گم گشتن است — بجوئی ببین کاین نکوتر فن است
مجو هستی را که دارد زوال — بجو هستی سرمدی بی ملال
بیا ساقی آن آب آتش نهاد — که او خاک امید بد ده بباد
بده تا کنم هستی خویش گم — کنم زندگی ز آب جانبخش خم

در بیان خوش گذراندن زندگی و دانستن دنیا را سراپا ناپایندگی

بیا ای که داری بکف دانگ چند — چو گل تازه روئی کن و خوش بخند
چو بر تو گشادند خوش بر گشای — دل و دست و ابرو و خوان و سرای
بیندوز از بهر فرزند و زن — که هر کس خورد روزی خویشتن
مگر بهرهٔ دیگران بهر خویش — مشو شهد بیگانه و زهر خویش
چه اندوزی از بهر روزی دگر — که روز دگر هست روزی دگر
بده کز برت کامرانی کنند — منه کز پیت شادمانی کنند
بده تا دعائی تو گویند خلق — منه تا فنائی تو جویند خلق

صدف را که پنهان کند گوهرش — همه خلق خواهد بریده سرش
چو گل خوردهٔ خویش پیدا کند — بفرقش همه گلرخان جا کنند
ندیدم گشاده دلی تنگ دست — جهان گر ز جیحون خج رود باست
ترنج از شگوفه شود سیم بار — همه گوی زرین نهد در کنار
درخت ار شود در خزان کاسته — بهاران شود سبز و آراسته
چو در کان فیروزه آمد فرود — ز سبزی یکی کان فیروزه بود
یکی دشت با طرّهی و خرمی — که از باغ مینو نبودش کمی
چمن مینو در او هر طرف باغها — ارم را ز هر یک بدل داغها
ز هر سو روانه یکی ژرف رود — که از زنده رودش رسیدی درود
یکی مرز خرم چو بخت جوان — جهان دیده پیری در آن مرزبان
تو گفتی سپهریست با فر و جاه — بقد بلند و بپشت دوتاه
جهان در نوشته بنام و بکام — بفرهنگ و مردی چو دستان سام
درین روزها بازم آمد خبر — کز این پیر شد تا سرائی دگر
برا و از خداوند رحمت بسی — که آسوده جان بود از و هر کسی
یکی پور بودش یل و هوشمند — برآمد یکی نوجوان سربلند
پسر با پدر هر یکی بی نظیر — یکی بخت برنا یکی عقل پیر
پذیره رسیدند زی نامدار — بهره پیاده بسی با سوار
جوان بخت از باره آمد بزیر — ببر در گرفت آن دو برنا و پیر
سر و روی هر یک ببوسید باز — بباره برآمد گو سرفراز
پذیره شو خلق بر بسته راه — ز ماهی شده گرد ره تا بماه
ز خواهنده و خیل و مهمانشان — ندیدم بجز شکر احسان شان

چو آسوده هر کس بجائی نشست — بگسترد خوان مرد مهمان پرست

ز هرگون خورش گر همه جان نمی — ازان پهن خوان جستن آسان نمی

همه کار تن چون بسامان رسید — خورش را یکی نوبت جان رسید

ز من باز پرسید آن نامجوی — که بهتر کدام از خورشها بگوی

بدو گفتم ای او مرد جوان — همان به که او را خورد میهمان

دگر باره پرسید کز هر لباس — کدامین به است ای حقیقت شناس

بگفتم ازاری و پیراهنی — گر او باز پوشی برهنه تنی

دگر باره گفت از برای نشست — بگو گز بناها کدامین خوش است

بگفتم همان بهتر ای سرفراز — که باشد در او بخواهنده باز

بگفتا چه گوهر بود اندر وجود — بگفتم همان کاید از بحر جود

بگفتا چه کرد آن که جاوید ماند — بگفتم که او تخم نیکی فشاند

بگفت از چه مخزن کند فربهی — بگفتم چو از وی به مسکین دهی

بگفت از چه دشمن توان شکست — بگفتم ز بخشودن زیر دست

بزر گفت مردم شود سربلند — بگفتم بلی گر ندارد دو بند

بگفتا که دولت دهد آبرو — بگفتم نه چندانکه نام نکو

جوانمرد

جوان بخت پرسید کاسراف چیست — بگو ایکه با دانشت لاف نیست

چرا خرج کردن بجائی خوش است — بجائی دگر مایه آتش است

اگر هست بخشش مرا سودمند — بجائی چرا سود و جائی است بند

بدو گفتم ای از تو برهان جود — دلت بحر احسان کفت کان جود

ز روی کرم چون خداوند پاک — زر و سیم تان بر دماند ز خاک

که رفع نیاز خود از آن کنیم — ستم باشد ار باز پنهان کنیم

چه پوشی چو چیز داش پیدا کنند — چه پنهان کنی کش هویدا کنند

وگر می‌نباید نهان کردنش — نبایستی اول عیان کردنش

نباید بپرداخت یکباره گنج — در افگند خود را به تیمار و رنج

چه خوش گفت دارنده حق پرست — چو گفتندش ایثار کن هر چه هست

که گر آنچه دارم به مسکین دهم — چو مسکین بهر آستان سر نهم

دهش گر خوش است ای جوانمرد راد — بخویش اندکی نیز بایست داد

چو زر می‌ببخشی بانصاف ده — نه از خود ستانی باسراف ده

یکی را ستوه از غم مسکنی — بمسکین دیگر ستم می کنی

مکن تا روند از درت ای کیا — یکی تخمه بیرون یکی ناشتا

یکی را که یک نان خورد ده منه — بده خوارهٔ گرده نان بده

بانصاف بخشش نماید کرام — که اسراف بی شبه باشد حرام

ازین درگذر کانکه پاک از هواست — ببخشید و بر خویش چیزی نخواست

نبیند وخت از بهر خود یک پشیز — که این کار من نیست کار تو نیز

یکی خواهد از خویش بگذشته — ز فکر پس و پیش بگذشته

که او ذره در غم خویش نیست — از آن در دلش جای تشویش نیست

سر کس ندارد سر خویش هم — غم پس ندارد غم پیش هم

اگر آیدش نیم نانی خورد — وگر ناید از خوان هیچون چرد

بتن دشمن است او نه تن پرور است — که آخور نظرگاه گاو و خر است

غم آب و نان نیستش یک نفس — که آتشنه چون خویش است و بس

جهان گر بهم بر خورد سر بسر — نه از خود بود تر جهان با خبر

همه در غم خویش و سودای خویش — که از خویش بیرون نهد پای خویش

چنین کس چه در فکر زر بخشی است — که او خود لبسودای سر بخشی است
ولی آنکه در بند جان خود است — بفکر خود و سود زیان خود است
نباید پراگندنش هر چه هست — بمسکینی آخر پریشان نشست
کرم را نباشد جز این حاصلی — که مجموع سازد پریشان دلی
ولی چون پریشان شود زان کرم — بمردم کرم کرد و بر خود ستم
کرم کن که با حق شوی آشنا — نه از فقر جنگ آوری با خدا
الا آنکه بر فقر داری ثبات — ببخش آنچه داری که یابی نجات
کرم خوشترین خصلت آدمی است — کرم کشت امید با خرمی است
در آنجا که دوزخ زبانه کش است — کرم چیست آبی بر آن آتش است
کرم چیست داروی غم خوردنت — کرم بر تو آسان کند مردنت
کرم چیست درمان درماندگی — کرم چیست سرمایهٔ زندگی
کرم چیست نوبادهٔ مردمی — کرم چیست سرمایهٔ خرمی
جهان از چه دارد نوا از کرم — روان از چه دارد بقا از کرم
فلک دستگاه کریم است و بس — بفردوس راه کریم است و بس
که بخشد که حق ره نبخشد بدو — بجای یکی ده نه بخشد بدو
که در خاک تخمی با امید کاشت — که هر دانه را ده عوض برنداشت
کرم ورز تا صید دلها کنی — کرم کن که در هر دلی جا کنی
کرم پیشه را نیست دشمن کسی — که خصم از کرم دوست گردد بسی
کرم پیشه خصمی ندارد بکس — که او دشمن مال خویش است و بس
به بخشش هر آن دست کامد فراز — نگردد بخواهش بر کس دراز
ز بیخ کرم شاخی آمد ببر — که طوبی شد و داد هر گون ثمر

ز پشت کرم قطرهٔ آب جست — که خور شد در کنارش نشست
کنم هر چه مدح و ثنای کرم — بگویم ثنائی بجای کرم
ثنائی ندارم سزای کریم — همین بس که گویم خدای کریم

حکایت مرد مالدار و سخی و جوانمرد و بخشنده و خوش طبع و لطیف و عزم نمودن او بسوی هند همراه یاران خرم دل و ظریف

بخاور یکی مرد دارنده بود — جوانمرد و خوشخوی و بخشنده بود
نهاده تن از بهر مسکین برنج — ز مسکین چنان غمش کمسکین بگنج
گشاده دل و دیده و دستگاه — بدرماندگان درگه او پناه
بدیدار مهمان بدی شادمان — نخوردی مگر کامدی میهمان
نرفتی طعامی بکامش بکام — مگر خسته خوردی از وی طعام
ز سرمایه و سود هر چش بدی — همه در سر کار احسان شدی
یکی تا به راحت نه خفتی همی — ببالین راحت نخفتی همی
جهان بندهٔ طبع آزاد وی — وز او نام حاتم بیکباره طی
بکاری روان شد بهندوستان — گروهی بهمراهش از دوستان
یکی ژرف دریا بیامد به پیش — ژرفی ز پهنای اندیشه بیش
طپانچه زده موج او بر سپهر — وزان صدمه اش نیلگون گشته چهر
تو گفتی بهمراه موج گران — جواهر برافشانده بر آسمان
حبابی است گفتی فلک بر سرش — نهنگی همان کهکشان از برش
فلک غوطها خورده غواص وار — که او گوهر افشانده اندر کنار
شناور در و بس دمنده نهنگ — بتن همچو کوه و بدم همچو تنگ
تو گفتی پلی بسته بر یک شگرف — ز قامت بر آن پهن دریای ژرف

نشستند در کشتی پهنه ور   که آرند از آن پهن دریا گذر
یکی پهن کشتی که از بادبان   زده سایبان بر سر آسمان
علم بر فراز ثریا زده   چو ابدال بر آب دریا زده
تو گفتی شتابان نهنگی دمان   برافراشته پایه بر آسمان
همار بی همی رفت بر روی آب   بسان یکی باژگونه حباب
ز لنگرش گاو زمین پای گیر   ستونش عصای کف چرخ پیر
بنه ور زراندند در بحر ژرف   دهم روز ابری بر آمد شگرف
یکی تند باران ببارید از آن   که دریا شد از زیر و بالا روان
یکی سخت طوفان بر انگیخت باد   که خاک تنک بحر بر باد داد
همی موج بر آسمان بر جست   ز اوج فلک بر ستاره نشست
تو گفتی که موسی بدریا شتافت   عصا بر زد و آب دریا شکافت
همه اهل کشتی در افغان شدند   بهنگام سختی دعا خوان شده
روان کرده سیلاب خونین بروی   ز طوفان طوفان شده چاره جوی
چو دریا پر آشوب برگشته تر   در آن کشتی از کشتی آسیمه تر
گذر کرده اشک از نشان فرق   همه گشته از بیم غرقاب غرق
بر آتش زدند آب از سوز جان   همه گشته بر آب آتش فشان
در آخر فرو گفت کشتی بر آب   که با حکم یزدان نبودیش تاب
قضا را سفر کرده مرد کریم   ابا همرهان رستزان هول بیم
پس از صد سه و غوطه بیشمار   بزد موج و افگندشان بر کنار
ستادند از آن آب بر روی خاک   ستایش کنان پیش یزدان پاک
که گشتند از آن بحر جوشان رها   پرستند باز از دم اژدها

پیاده برفتند تا نیم روز   بتن تفته از آفتاب تموز
بدشتی رسیدند فیروز بخت   بر او سایه گسترده از هر درخت
درختان انبوه و دشت فراخ   ره پرتو از برگ بر بسته شاخ
ز بس چتر طاوس افراشته   هوا پر ز قوس قزح داشته
ز منقار طوطی بهر شاخسار   شده غنچه سرخ گل آشکار
شمامه تنیده بباد زنگ   همه راه بر رهگذر کرده تنگ
ز هر سو ترنجی خوش افروخته   مغی سبز پوش آتش افروخته
شده عکس نارنج در جویبار   ز آب آتشی گشته نغز آشکار
شده بوی حوز و گل و عود و هیل   پذیره کن کاروان تا دو میل
بزیر درختان افراخته   بساطی ملوکانه انداخته
بر آن فرش خوانی بگسترده نیز   در او کرده آماده هرگونه چیز
وشاقان گل چهره مه لقا   پرستش گری را ستاده بپا
همه گشته از چهره مجلس فروز   یکی عطرسا و یکی عودسوز
یکی آبدستان گرفته بدست   یکی گل فشان بر بساط انشست
پذیره بر خواجه رفتند باز   که بسم الله از تست این گلستان ساز
بما این چنین گفته سالار ما   که باشد پرستاریت کار ما
فرود آی کانخواجه آید همی   خرامان بدین سو گراید همی
فراهم نشستند اندیشه ناک   پریشان و بنهاده دل بر هلاک
یکی گفتی این نیست جز جای دیو   که مارا ست زینگونه دل پر غریو
یکی گفتی این منزل پر نهیب   بود جای غولان مردم فریب
یکی گفتی این جایگاه پری است   کجا دیو را این پرستگری است

یکی گفتی این هست خواب و خیال / یکی آزمون ساز چشمی بمال
بدینگونه جمعی پراگنده گوی / که آمد زره خواجهٔ نیکخوی
سواره به از اسپ آمد فرود / همی گفت درخورد هر یک درود
وزان پس اشارت بخوان کرد و گفت / که باید خورش خورد و خوش خفت
که از رنج غرقاب و سختی راه / بجانی فگارید و حالی تباه
بخوردند و خفتند شب تا بروز / دگر روز کافروخت گیتی فروز
جوانمرد از خواب برپای شد / بمهمان نو مجلس آرای شد
نشستند و گفتند با هم بسی / پر اندیشه دل بد از و هر کسی
بدانست مرد حقیقت شناس / کز او شد دل میهمان در هراس
سوی خواجه رو کرد کای بوالکرم / برآسوده دل باش و از من مرم
نه دیوم درین ناحیت نه پری / که کس را فریبم با فسونگری
منم صورت آن کرمهای تو / که ایزد کرم کرد برجای تو
همین پیشکاران که پیشت بپایست / پرستاری بندگان خود است
چو زی باغ مینو سفر باشدت / هزاران چو من پیشتر باشدت
چو بر تو قضای خدائی گذشت / بناگه فتادی درین پهن دشت
فرستاد ما را خداوند پاک / پرستاریت را درین تیره خاک
چو میخواست ما را فرستد فرود / همی گفت گوئیدش از من درود
بگوئیدش ای میزبان خدا / کنون باش یک چند مهمان ما
بسی کرده میهمانی مرا / تو مهمان کنون میزبانی مرا
هر چند خواهی درین جا بمان / وزان پس روان شو سوی خانمان
چو بشنید این مژده آن مرد راد / نیایش کنان بر زمین سر نهاد

بسی شکر بخشندهٔ جان بگفت / که جان مرا با کرم ساخت جفت
وزان پس بدریا فگندند رخت / که خویش ام و پدرم دید سخت
بساحل یکی کشتی آماده بود / ز طوفان در آن ساحل افتاده بود
بسی لطمه خورده ز موج گران / کزان بحر افتاده بد بر کران
هماناکه بخشندهٔ یزدان فرد / ز بهر رهائی آن جمع کرد
بکشتی نشستند و راندند باز / همه کامیاب و همه سرفراز
چو از لطف حق سرفراز آمدند / بمقصد برفتند و باز آمدند
جوانمرد بر نیکوئی برفزود / که از نیکی آن نیکوئی دیده بود
همه عمر بستی بخدمت میان / فشاندی زر و سیم بر میهمان
در آن دم که بشنیده بود این نوید / نه هم دیده بود آنچه را باز دید
چنان در کرم باز پیچیده بود / کنون تا ز مستی چه خواهد نمود
تو نیز آنکه داری ای مرد هوش / به نیکی فزائی باحسان بکوش
ببخش آنچه داری بنام آوری / مگر صید دولت بدام آوری
بده ساقی آن کیمیای کرم / که دل را بود رهنمای کرم
که عمریست سر بخشیم آرزوست / هم از جان که بر بخشیم آرزوست

ترغیب بشنودن نصایح پیران و عمل نمودن جوانان ایران

جوانا سر از پند پیران مپیچ / که بی تربیت کس نیرزد بهیچ
بگیتی درون آن بود نیکبخت ور / که از پند دانا نه پیچید سر
چو خواهی شوی شهرهٔ روزگار / مپیچان سر از رای آموزگار
ز شاخی ثمر خوردن آسان بود / که او دست پرورد دهقان بود
نه بیند اگر تربیت بید خشک / بماند که نامی شود چوب خشک

نه بی تربیت سنگ گوهر شود　　نه بی کیمیا خود مسی زر شود
گیاهی که خود رو برآید ز باغ　　ز نکهت کجا تازه دارد دماغ
وگر پرورش یابد از باغبان　　شود راحت مغز و آرام جان
به از تربیت نیست فرزند را　　جوانه نهال برومند را
مبادا آن پسر کوست عار پدر　　که گوهرش به است از کنار پدر
پذیرفت اگر پند صاحب نفس　　بکام پدر گو بپیری برس

بیان سالم آمدن بعافیت و آرام ازان هولناک زمین و ادای شکر دادار جهان آفرین و اظهار حال جوان ناز پرورده راحت قرین

ازان سرزمین تا به چون اندرند　　با ان مرز کش اسپیان جو اندرند
شبی تیره همچون دل اهرمن　　رهی همچو زلف بتان پرشکن
درختان انبه بهم برده شاخ　　هوا تیره از روز من سنگلاخ
یکی ژرف جیحون روان در نشیب　　نیاسوده در وی نهنگ از نهیب
یکی همچنین کوه بالای سر　　سواره بپا بست راند از کمر
اگر پای اسپی بسنگ آمدی　　بزودی اندرون بی درنگ آمدی
رونده چو راندی به کوه ستاخ　　ز شاخ درختان شدی شاخ شاخ
بجو و گر ببر درختی از بارگی　　بگردن فتادی بیکبارگی
فتادی در آن پیچ و دهان　　فتادن همان بود و مردن همان
عجب تر که بود آن گذرگاه تنگ　　همه مرج شیر و کنام پلنگ
چو بر سخت سنگ آمدی نعل رخش　　جهستی شراری بسان درخش
چو گشتی درختان چو برق آفتاب　　یکی شیر غران شدی رعد آ
ز بانگ پلنگ و خروش هژبر　　ز تن رفته تاب و ز دل رفته صبر

سواران ازان هول الحول　　ستوران ز ظلمت سکندر حزون
یکی ز انمیان بود بس ترسناک　　نهاده ز اندیشه دل بر هلاک
همه عمر در خانه خویشتن　　برآسوده چون مردم چشم من
باو بر گذشته بسی روزگار　　ولی بود بر جای خود چون حصار
بسی راه پیموده چون آسیا　　ولی پای ننهاده بیرون ز جا
بگل گشت اربار رفتی بباغ　　دمی صد ره از خانه جستی سراغ
چو از باغ رفتی سوی خانه باز　　بنالیدی از رنج راه دراز
چنان دیده کاین عالم با شکوه　　ز شهر اندرون است تا پیش کوه
در آن شب دل از خویشتن گشته آشفته　　ناهمه دیده بر مرگ بگماشته
ز قرآن نماند آیتی کش نخواند　　نه از نام یزدان که در دل نماند
گرفتی چو دامانش خار زمین چنگ　　برآوردی افغان که هان این پلنگ
چنان چنگ در من شده محکمش　　که خود می نیارم کشید از دمش
بپای درختی شد آن تیره بخت　　گرفت آستینش ز شاخ درخت
برآورد افغان که شیرم شکست　　زهی نامور مرد مهمان پرست
ز شهر خود آواره ام ساختی　　بچنگال شیرم در انداختی
سرافراز را دل برآور بسوخت　　بفرمود تا هر کس آتش فروخت
چو روشن شد آن شیر اندیشه بود　　که مرد هراسنده را دل ربود
مرا خود فغانها از اندیشه هست　　که پشت مرا هیبتش بر شکست
جهان را همین شیر اندیشه خورد　　چنین سهل آسانش نتوان شمرد
نهیبش مرا استخوان آب کرد　　که چشم مرا پر ز خوناب کرد
بپیری از وی ببردم گله　　بر آن کش بگردون نهد سلسله

مرا گفت دانندهٔ ره‌شناس | که شیر آید از آتش اندر هراس
ز عشق آتشی کن دل شعله‌ور | ازین شیر تا رهست بیم ضرر
چو ز آتش کند شیر رخ باز پس | ز عشق آتشی شیر اندیشه بس
تو نیز ار چو من دل پر آتش کنی | ازین شیر شاید دلی خوش کنی
چنین دل پر آشوب از آن نکته راه | نوشتیم خود پیچ فرسنگ راه
چپ و راست یکی جاده بس فراخ | بدان ره شدیم از خیابان سنگلاخ
ز دم گرگ چون سر زد از کوهسار | یکی کله از دشت شد آشکار
ز مردم تهی چند صحرانشین | سیه‌خانه چون مردم حور عین
زیک سو تنی چند دیگر سوار | پذیره رسیدند زی نامدار
جوانی فروزان نشسته بر اسپ | چو آذر گشسبی بر آذرگشسپ
گذشته بر او سال یکبار ده | گذشته بروی از سر چارده
ببالای او سرو کشمر نبود | بسیمای او مهر انور نبود
خجسته بدیدار و فرخ بنام | همه پرتو مهرش از چهر وام
جوان بخت ابو دلپوی تیز | چو پیش پدر شد پذیرفت زین
بیامد رکاب پدر بوسه داد | سرافراز را دل بر او گشت شاد
باسپ اندر آمد بفرمان باب | چنان چون که آید بکوه آفتاب
همی راند تا هور شد بلند | بمنزل رسید آن کو ارجمند
نشستند رومی نهادند خوان | چو پرداخته شد گفت دشمن روان
که بختی بر آر آنچه داری نهفت | وز آن پس بیور گرانمایه گفت
که این حرف دریا چو آمد بجوش | هر آن در که افگند بر گوش هوش
چنین دیدم آزاده را مصلحت | که با بی‌پر او خوانم از تربیت

بدو گفتم ای برده سر و جوان | مبادی ز آسیب گیتی نوان
همیشه پدر سایبان تو باد | از آن سایه پرورده جان تو شاد
بزرگیت گر باید و سروری | روان بر بتاب از هنر پروری
بفرزانگان همنشین باش و بس | جز از زاد فرزانه مشنو ز کس
مشو سفله پرور مشو نیز دوست | که این هر دو خاک رخ آبروست
سخن چون بگوئی پسندیده گوی | باهستگی گوی و سنجیده گوی
بگیر از کسان هنرمند پند | از آن پیشتر کز تو گیرند پند
مشو با بدان ای نکوبخت یار | چو خواهی شوی در جهان بختیار
همه با نکوخواه و دانا نشین | ز نادان بدخواه تنها نشین
سخن با بزرگان بآزرم گوی | درشتی مکن ای پسر نرم گوی
بلندیت باید بهمت گرای | ازین نردبان بر بلندی برآی
بدون همتی تا توانی مپوی | ز دون همتان هیچ یاری مجوی
بتربت هر آن کز تو بالاتر است | ورا در نشستن مکن زیر دست
غرور جوانی ز سر باز نه | که افتادگی زیور مرد به
ز دانا سخن بشنو و در پذیر | حدیث بزرگان بخردی مگیر
میالای در طعن مردم دهن | بیندیش از طعنهٔ خویشتن
بشوخی میفزای و طیبت مکن | بکس گر چه خصم است غیبت مکن
زبان باز کش تا نه بینی زیان | که کس هر زیان دیده از زبان
کسی کز تو افزونتر است از هنر | وگر کمتر است از خود افزون شمر
قناعت کن الا ز آموختن | هنر جوی اگر خواهی اندوختن
مخند ار همی بایدت آبروی | بروی کسی بیهوده موی

یعنی ظرافت و خوش طبعی ۱۲

مکن دیده بر مرد ناپاک بین
همه باش با مردم پاک بین

به بیگانه الفت مکن زینهار
بر آشنایان مکن خویش خوار

همه آتش خویش بی دودمان
تو شمعی مشو دودهٔ دودمان

بناداں میامیز اگر بخردی
که دور است از و فرهٔ ایزدی

بدانا نشین تا که دانا شوی
به نیروی دانش توانا شوی

پرستش گری خواهی از دیگران
خدا را پرستش کن از دل و جان

که هر کو سر از کار داور کشد
همه آفرینش از و سر کشد

سر عجز بر در بری نیاز
وزان پس بگردون فرازان بناز

نپاید بزرگی در آن خاندان
که گردن کشند از خدای جهان

نه دولت کشد نیز پای از درے
که بنهد بخاک ارادت سری

شهی بود او را دو دستور بود
دلش روشن و ملک معمور بود

یکی زان دو دستور نیک رای
وزو نیکوییها بخلق خدای

وزیر دوم ناکسی زشت خوی
همه با کسان بد دل و کینه جوی

جفا جوی با مردم حق پرست
گشاده و لیکن بآزار دست

زخویش دل عالمی سوخته
زبیمش لب از شکوه بر دوخته

از و خلق چون روزگار تباه
بشه بسته بیمش ره داد خواه

ستوده بر شاه والا منش
تنی چند را همچو خود بد کنش

همه چرب گویان خود کرده یار
که آتش ز روغن شود شعله وار

بسی فتنه افگنده در ملک شاه
ولی رخنها بسته بر داد خواه

گر آن پاک دستور نیکو سرشت
بشه شکوه بردی ز اعمال زشت

بشه مشتبه کردی از مکر و فن
که صاحب غرض کینه دارد بمن

چو شاه از وی ام پایه افزون کند
بدم گر نگوید بشه چون کند

بهر جا هنرمندی آزاده بود
بزرگ و زر و آدمی زاده بود

ز بد گوییش پیش شه کرد خوار
که جرمی بر او بست و کردش نزار

بجز سفلهٔ چند را رو نداد
که با سفلگان شاه را خو مباد

هم از بدگوئی پاک دستور را
چنان کرد کان گفت رنجور را

پی مشورت گفت در کار نیست
بدست وزارت سزاوار نیست

چنان بینم ای خسرو روزگار
که شهزاده را باشد آموزگار

در آموزگاریش مانند نیست
که چون او دبیری هنرمند نیست

وزین خواست تا شاه آزاده را
فریبد کند خوار شهزاده را

که شه را همین یک پسر بود و بس
همی خواست نشناسدش هیچ کس

یکی شهر ویران در اقصای ملک
که چون ساحلی بد بدریای ملک

بدانجا فرستاد شهزاده را
همان پاک دستور آزاده را

خود اینجا چو دیوی بافسونگری
کز انگشت جم گیرد انگشتری

به نیرنگ خلقی بخود رام کرد
بآرام بس عیش بیدام کرد

از آنسو ملک زاده با رهنمای
در آن بوم ویران گرفتند جای

وزیر آن همه حیله دانسته بود
ملک زاده را نیز آگه نمود

نه دستور شه چاره جو بود شاه
که چون باز جوئیم هیچ گاه

بر او خواند با بی وزیر از شکیب
که کس بی شکیبی نیابد نصیب

بدو گفت کای فرهٔ ایزدی
مجو جز خردمندی و بخردی

تو اکنون بیاموز رسم شهان
هم آیین دا و آنچ کار آگهان

دگر با رعیت نمودن سلوک
همه راه شاهان و رسم ملوک

سواری بیاموز و شمشیر زن
بفرهنگ و دانش بیارای مغز
به دل بد اوار گیتی پناه
تو از سعی خود باز ننشین دمی
گمانم که بی موجبی کرد کار
بدین کرد کاری شاه یزدان پرست
که آنرا که آسان رسد تاج و تخت
و دیگر که میراث خواند ورا
چنین کرد و آموخت آموزگار
همه روزه می بود با بخردان
وزآن سو بد اندیش مرد وزیر
در آخر طمع کرد بر تاج و تخت
ملک را بکشت و بجایش نشست
مبادا آنچنان شاه ناهوشمند
دل شاه از اندیشه خالی مباد
که آخر کند ملک و دولت رها
چو شد شاه دستور ناپاک دل
فرومایه چون ملک و دولت بیافت
اگر روسپی پارسائی کند
فرومایه چون پایه بیند بلند
چو منصب فتد در کف ناکسان

همه روزه بنشین با پارسایان
بیاموز رفتار و گفتار نغز
که او ملک بخشند نه گنج و سپاه
که لطف خدا کم نباید همی
بیفگند دورت ز ملک و دیار
شوی آگه از حالت زیردست
ندارد غم مردم شور بخت
ز بخشایش حق نداند ورا
هر آنچه آن بود در خور شهریار
همی جست آئین و رسم روان
به نیرنگ و دستان بشه گشت چیر
بشه بر بشورید شوریده بخت
که پرورد ماری که از وی نخست
که بر خلق رنجست و بر خویش بند
دلی پرورد لاابالی مباد
دهد خلق را در دم اژدها
جهان شد پریشان و غمناک دل
تا زار بیچاره مردم شتافت
گدائی توان پادشائی کند
نیابد کس ایمن ز شت ازگزند
کسان را بخواری شتابد سنان

گدا پیشه چون شود کدخدا
بخواهندگی نان مردم گرفت
مبادا که دونان بعزت رسند
چو خاکی ز بادی به بالا رود
مبادا که گرگان شبانی کنند
چنان کان دغل پیشه زشت مرد
همه مردم از وی بجان آمدند
یکی لشکر کش آماده کرد و شه
بفرمود تا دستگیرش کنند
همان پاک دستور و افشورش
خبر شد ملکزاده را کاندر غا
به پیکار او چون نبودیش تاب
بشهری در آمد که فرمان وش
چو خسرو خبر گشت بشناختش
بشهرش در آورد تیمار داشت
چو نیک آزمودش هنرمند بود
بدامادی خویش بنواختش
یکی هفته بر سور و رامش فزود
سپه را پی جنگ آماده ساخت
همی گفت با آن دو فرخ پسر
ملکزاده را در بر خود نشاند

خدا خواست گوئی جهان را گدا
کنون آب و نان برد و در این شگفت
زمین پست به آسمان سربلند
مبادا آب گر چشم بینا رود
و یا رهزنان پاسبانی کنند
از آن مرز یکسر برآورد گرد
زن و مرد فریاد خوان آمدند
روان سوی ملک ملکزاده کرد
به بند بلا در اسیرش کنند
براند تا تیغ بلا بر سرش
سپه راند بیرون بعزم وغا
گریزان ملکزاده شد با شتاب
بدل بود پیوند شاهنشهش
پذیره ز شهزادگان ساختش
ز هر گونه پیشش پرستار داشت
هشیوار و در خورد پیوند بود
باوج ستاره سر افراختش
بهشتم در گنج زر بر گشود
دو شهزاده همراه شهزاده ساخت
که از رائی او برمتابید سر
ز اندرز بس گوهرش بر فشاند

بگفت ارچه نیک آزمودم ترا چو بستوده بودی ستودم ترا
ولی برخلاف گرامی پدر مشو ایمن از مردم بدگهر
همه یار مرد خردپیشه باش ز نابخردان دل پراندیشه باش
همه کشور از داد آباد کن سپاه و رعیت ز خود شاد کن
بنا آزموده مده کار ملک مکن سفلگان را نگهدار ملک
سپهبد دل آزرده از خود مکن چو آزردهی او را سپهبد مکن
بآزار روزی از کسی زر مگیر هم از بددلان نیز لشکر مگیر
همه پاس خویش از بداندیش کن ز خود مایهٔ عبرت خویش کن
ظفر از خدا جوی و بس ای پسر نه ز افزونی لشکر و گنج زر
بیکبار بر قلب دشمن متاز پس پشت خود جای دشمن مساز
کمینها بپرداز و پس پیش ران سپه چون نماند به تنها ممان
به تنها نه مردیست در تاختن به بیهوده ناگاه جان باختن
گر این رزم خود بر مراد تو نیست مرا آگهی ده که لشکر بسی است
بگفت این و بر روی او بوسه داد بایوان خرامید خندان و شاد
وزانسو کز آن جهان شاه نو سر چتر او سوده بر ماه نو
همی راند تا دار ملک پدر یکی از جنیبت کشانش ظفر
خبر شد بدستور ناپاک رای که آن دولت رفته آمد بجای
بیامد که این باغ بی خو کند بنای کهن گشته را نو کند
یکی لشکر آراست برگشته بخت در اندیشه کاسان کند کار سخت
گروهی پراگنده را جمع کرد چه آید ز جمعی پراگنده مرد
همی تشنه شان کرد بهر ستیز بجوشش دلی تشنه چون تیغ تیز

دو منزل برآمد پذیره بجنگ بناکام در شد بکام نهنگ
دو لشکر برابر کشیدند صف دو دریاست گفتی برآورده کف
گذرگه بهم برگرفتند تنگ هوا گشت از تیغ الماس رنگ
بجنون پدر شهریار جوان بسی جوی خون گشت هر سو روان
بقلب اندرون سوی دستور تاخت ستمگاره را دید و بر وی شتافت
بزد تیغ زهرابگون بر سرش بدرید آن تیره گون پیکرش
بخاک اندر افتاد آن بدسگال شد از سم اسپان تنش پایمال
چو دیدند لشکر که خسرو چه کرد فگندند یکسر سلیح نبرد
نهادند سر بر ره مرزبان بپوزش گشودند یکسر زبان
که بخشای شاها که ما بنده ایم ز کردار بد نیک شرمنده ایم
گنه نیست بر ما و ایزد گواست که این خود همه کردهٔ پادشاست
شهنشاه او را بما چیره کرد همه روز روشن از و تیره کرد
همه دست کز ما بکینت گشاد بریده هم از تیغ کین تو باد
به بخشود بر جمله آن نیکرای بلشکر که بخشود بر وی خدای
در کینه بر روی ایشان ببست بجای پدر شد بشاهی نشست
سپه را فرستاد زی شهریار ابا نامه و تحفهٔ بی شمار
نکوخواه دستور را پیش خواند بر او آفرین کرد و پیشش نشاند
بگفت ای بتدبیر رای درست پس از کردگار آنچه دارم ز تست
که از تو فزود این هنرمندیم که بپذرفت آن شه بفرزندیم
ز من گر ندیدی هنر پادشاه ندادی مرا دخت و گنج و سپاه
خداوند را برو باید نماز که جانی بپذیرنده ام تا او باز

تو نیز ایکه می بایدت سروری — هنرمند شو کز هنر بر خوری
بیا ساقی آن مایه جان بیار — می دست پرورد دهقان بیار
می دیده در خم بسی تربیت — می گشته سرمایه معرفت
بده تا بتن پرورد روح را — ز دانش به بینش بردرج را

قبضه کردن مصنف در صفت شمشیر و سنان و دادن تیغ زبان را بر سنگ تحریر

زهی زور بازو و تیغ دلاورا — که آرام جستند از و دیگران
فتاده پی دیگران در تعب — که روزی بآرام سازد مذهب
ندانم به از تیغ رویین تنان — از و رهروان ایمن از رهزنان
ز تیغ این جهان کهن را قوی ست — هم از پشت او پهلوی دین قوی ست
هم از تیغ گردن نهد ناسپاس — هم از تیغ کافر شود حق شناس
غزا از چه خیزد ز تیغ یلان — جهاد از که انگیزد از پردلان
ندانم بجز تیغ آتش فروز — هلالی که گیتی فروزد چو روز
سکندر که سدی ز آهن نمود — بیاجوج آن ز آهن تیغ بود
بگردن کشان تیغ کیفر ده است — نزار است در اسلام ز و فربه است
ز تیغ است کاسلام با رونق است — گواهم برین غزوه خندق است
خوشا آنکه اندر ره بد دلی — شود پیرو شاه مردان علی
که تیغ او غازه روی دین — جهادش نبود از ره خشم و کین
دگر منزل نامدار سترگ — وثرگرده جاهی سالار ترک
که بود وش برادرش کهتر بسال — خداوند برز و بر و شکوه و یال
یکی یار سی ترک تازی سوار — بگیتی ور از تهمتن یادگار

١٢

نرفته همان سال عمرش بسی — نه از ترک چون او نه از تازیی
بلند آسمان خسته تیر او — اجل جسته پایان شمشیر او
ز قلاب شبگیر او تا بجنه — به جوشن پر تیر او چه پرند
گر آتش به پیش آید او را خوش است — که آب سنان وی آتش کش است
نیاسایدی از رزم و کین تیغ ختن — که آتش نیاساید از سوختن
همالش برزم ار بود پور زال — بر او تازد آنسان که بر پیر زال
برزم اندرونش بجوشن نه گبر — که بی جوشن و گبر کوشد هژبر
نکو شد همه دشت اگر رستم است — که این طعمه شمشیر او را کم است
نیاری با نبوه لشکرش نیست — که پشتی به از روی خنجرش نیست
برو خسته شیران از و بیشها — بر دل ز بیم وی اندیشها
به تنها ز مردی به تنها زده — ده خواب بر اهرمنها زده
از آن لعل جز کهربایی مجو — که بیند درخشنده الماس او
پذیره نبرد برادر رسید — ببوسید و چون جانش در بر کشید
بهمراهش از بخت یاری گروه — پراشیان تیغی چند از دستوه
گر این پیش از سرکشی دم زنند — همه پای بر تخت خرم زدند
چنان بد که پنهان ز غل باختند — باهل سرافراز پیل تاختند
سرافراز امین ز دستانشان — وزان حیله و مکر پنهان شان
که روبه چو روزش بر آید بسر — کمین سازد از حیله با شیر نر
بهنگام آن سرور ارجمند — ز گرگان تبه شد بسی گوسفند
دگر دست غارت کشودند تیز — بر اسپان تازی و رخت و جهیز
شگفت آنکه هر ساله زی سرفراز — شدندی ابا ناله و با نیاز

جوان بخت شاهان ز بنواختی / زلیخا فزون تر نشان ساختی
چو قدر چنان رزم نشناختند / بخود روز روشن سیه ساختند
بلی گرگ چون گرد و از خویش سیر / کشند آز زویش به پهلوی شیر
برآشفت برنا چو آگاه شد / برآن سرکشان روز کوتاه شد
همیگفت بر خود جهان کرد تنگ / گوزنی که تا زور کین بر پلنگ
چو آورد بر شیر نر گور زور / براو شد جهان کور و بر شیر سور
بترکان هم افسان نشورید بخت / که بر بختیاری سپارند رخت
چو من کوششم و بخت یاری کنند / جهان پشته از بختیاری کنند
فلک دیده تا تیغ من بی خلاف / بدزدیده از بیم بر پشت ناف
بگفت این و زین بر نگار نهاد / سوار آتش از پی بگرد او باد
براند از پس خصم اسپ اشتاب / بر و بوم شان کرد یکسر خراب
هم از شهر شد نام و ز باگرو / ز لشکر سیه کرد صحرا و کوه
سپاه از پس دشمن شوم اند / بملک اندرون بختیاری بماند
زکین بس بلند آتشی بر فروخت / بهر جا که بد خرمنی پاک سوخت
شد اندر چنان شورش و دار و گیر / بسی مرد و زن کشته و دستگیر
چو از کرده خود پشیمان شدند / فراهم گروه پریشان شدند
سپردند رسم و ره کهتری / بر ایشان ببخشود از مهتری
چو آمد پذیره سوی نامدار / همه بیاورد از ایشان سپار
سرو رهی شاه ایلخان بعهد او / نکرد از گذشته بدل هیچ یاد
دگر شیر غران دشت وغا / جوانی هشیوار روز آزما
که بدزان برادرش کهتر بسال / نبوده کس از مهترانش همال

جوانی چو شمشاد نو خاسته / پدرش از خدا با دعا خواسته
گشته زره پوش ترکش همان / ز ره بسته با ترکشش آسمان
بنام ایزد آن فره ایزدی / ز چهر خوشش دور چشم بدی
پیاده شد و رفت زی سرفراز / جوان بخت رویش ببوسید باز
وزان پس بمنزل رسیدند باز / نشستند و خوان کشیدند باز
چو پرداخته شد خوان جم انجمن گفت / بیا ای که در دشت نیست جفت
که این شهر بین ز ابل دیگر است / که بنگاه این شیر کند آور است
دلیرانه باید سخن ساختن / به تیغ دگر گو یلان پرداختن
ز گردان کنون آستان خوشتر است / که در هر سری باده در خور است
بر بلبل از رنگ و بوی بهار / بر عاشق افسانه وصل یار
ز تقوی بر مردم پاک دین / ز هیأت بر مرد افلاک بین
بر میگساران ز سور و ز بزم / بر شیر مردان ز جنگ و ز رزم
سخن با دبیران دبیرانه به / ولی با دلیران دلیرانه به
تو امشب بجای من ای نام پلنگ / که من بر غزالان کنم تیز چنگ
بگفت این و شد در شبستان خویش / رها کرد با شیر مهمان خویش
از آنجا که با هر ولی همدمم / سخنهای شیرانه جست از دمم
بدو گفتم ای شیر پرخاشخر / که از آتش چو شیران نداری خبر
پرند تو خاره اشکافد همی / سمند تو دریا شکافد همی
بجود ابر بارنده در بیستی / بکین بحر جوشنده در جوشنی
ز فر تو گیتی پر آوازه گشت / ز تیغ تو روی جهان تازه گشت
ز سهمت بکشور بد اندیش خفت / بملک از بد اندیش تشویش خفت

بود گرچه از قدر پروردگار | ترا تیغ سوزنده آبدار
بر آن کوش کز لطف تدبیر خویش | نیازش نیفتد به شمشیر خویش
چو از لطف دشمن توان کرد رام | چرا تیغ باید کشید از نیام
مرو خیره در کشتن بی گناه | بخود بر مکن دین و دولت تباه
بخونریزی بی گناهان مگرد | که چون شیر خوانند تا اندر نبرد
بر بخردان ناستوده بود | که انسان بحیوان ستوده شود
دلیری که پاک از غرور و هواست | نه چون شیر بیشه است شیر خداست
کسی گر خلاف تو گوید همی | نباید بخونش بکوشی همی
بکش هیچکس را از بهر هوا | که بهر خدا و بامر خدا
ترا دشمنی بدتر از خویش نیست | که چون خویش کس را بد اندیش نیست
اگر مرد کاری و خصم افگنی | نخستین بباید که بر خود زنی
دلیر آن زمان خواندت هوشیار | که از نفس توسن برآری دمار
چو خصم افگند مرد پرخاشخر | کشد دشمنی را که نزدیکتر
که نزدیک او چون بکین بشمرد | چو شد دور بر روی کین آورد
ز کشتن نخوانند کس را دلیر | دلیر آن بود کو بخود گشت چیر
ز خود خشم و آز و هوا دور دار | وز آن پس در آور صف کارزار
بسا کس که خونش فرو بست چشم | ندانست از دوست دشمن ز خشم
اگر حلم بر کار بندد دلیر | نیفتد نیازش بشمشیر و تیر
تحمل کند سرکشان را زبان | تحمل کند خصم را سرنگون
اگر خوانده باشی که شیر خدا | چو بر دشمنی چیره شد در وغا
بر آن شد که با تیغ بردش سرش | خیو زد ببر روی مه انورش

بیفگند شمشیر و بر جست شاه | بدو گفت خصم ای شه دین پناه
چرا چون ز زینم در انداختی | ز مردی بخونم نه پرداختی
بدو گفت شاهنشه نامجو | که بر روی من چون فگندی خیو
ز گرد تو آئینه ام تیره شد | بمن خشم و آشفتگی چیره شد
اگر راندمی بر تو تیغ هلاک | بد از خشم نی بهر یزدان پاک
نشستم که بنشیندم کین و خشم | شنید این سخن خصم و راند آب چشم
بیفتاد در پای شیر اله | پذیرفت دین و اندر آمد براه
وگر نیز دارم از آن شه سخن | ببین یک سخن خویش قانع مکن

ایضاً در بیان رزم اسد الله الغالب علی مرتضی و کشتن عمرو و انقضای خیل کفار بی صدق و صفا و آوارگی و بربادی زنان و پسران آنها

نخواهی شنوی ختم محمود را اگر | یکی نکته از غزو خندق شنو
که سالار بطحا ز دین بود حرب | ببدر و احد دید بس طعن و ضرب
همه گشته یکسر سران قریش | ز مردان و نام آوران قریش
چو بوجهل و چون عتبه بس نامدار | شده خسته در طعنهٔ ذوالفقار
ز هر سو بخون دل آغشته | پدر گشته بی پسر گشته
زنان گشته از انده شوی خویش | سیه روز و آشفته چون موی خویش
یتیمان در افشان ز تاب و بیم | ز پروای نان بسته ره در نعیم
یکی انجمن کرد از رای زن | سران عرب جمله در انجمن
همی گفت کاتش ز دریا گذشت | که بر کس نرفت آنچه بر ما گذشت
چه مایه جوانان شمشیر زن | که شمشیرشان کرد لعلین کفن
چه خورشید رویان لعل خاسته | که در بدر چون ماه نو کاسته

بسی سکه از خون ما یافت بخش — چو کان یمن گشت و کوه بدخش
بجا رنج و سختی چنینها گذشت — که آسان ازین کار نتوان گذشت
بمردی نه گر ساز کیفر کنیم — بگیتی سر از ننگ چون بر کنیم
درین کار نتوان نمودن درنگ — بکوشید اگر نام دارید و ننگ
علی گرچه بس شیر دل پُر تن است — نه گوئی ز پولاد یا ز آهن است
یکی از قریش است خود بیش نیست — ازو اینقدر جای تشویش نیست
به نیرو و قدرت چه از وی کمیم — نه او از فرشته است ما آدمیم
بدینسان بما گر شود او ستاخ — بما تنگ سازد جهان فراخ
چو آن دیو و دد بست از آن دمدمه — بلا حول لب باز کرد آن همه
که چندین سخنهای خاطر پریش — چه خصمی است با ما ز خویشان خویش
بس است آنچه بردی کرد بی پناه — تباهی این شست دیگر مخواه
مگر قصهٔ بدر تا از یاد رفت — که بر ما ز دشمن چه بیداد رفت
ندیدی مگر دست برد علی — همان چهر و بالا و فر ولی
ندیدی مگر شیر کوشنده را — ندیدی مگر بحر جوشنده را
ندیدی چو الماس رخشان کند — همه دشت کوه بدخشان کند
بکوشید همه دشت اگر دشمن است — نترسد اگر دشمن اهرمن است
هراسان نگردد ز میدان رزم — چه میدان رزمش چه ایوان بزم
نتازد بشیران چه شیران بگور — بتازد چو گردان ببازو و زور
نیفتاده همسر نیفتد سنانش — نه پیچیده لشکر نه پیچد عنانش
سنانش نه آهن که آهن رباست — که نوکش همه خود و جوشن رباست
بلند آفتابیست روز نبرد — ولی روز را تیره سازد بگرد

چو دریا ز تیغش بود موج دار — همه گوهر جان فشاند کنار
کسی کز دم تیغ او جان برد — گمانم که گیتی بپایان برد
کسی را که برگشت ازو روزگار — بدو رو کند وصف کارزار
به بیهوده رای ستیزش مکن — ز ما تحفه تیغ تیزش مکن
بما اختر شوم را بر مشور — مخوان ماهی از آبدان در تنور
زخش را بجیحون چو نبندد کسی — بدین کار دانا نخندد بسی
چو سالار قوم این سخن گوش کرد — زمانی لب از گفته خاموش کرد
فرو شد در اندیشه وانگاه گفت — که هر کس برآرید راز از نهفت
بگوئید تا چاره کار چیست — که بر کار بیچاره باید گریست
ز هر کسی رائی نه دل پسند — نیفتاد چندی مرادی به بند
یکی ز انمیان پیش سالار خود — سخن راند از عمرو بن عبدود
بگفت از وی این عهد و پیمان کنند — بما شاید این کار آسان کنند
که او زنده پیل پلنگ افگن است — تو گوئی یکی دشت آهرمن است
سنان ورا بر نتابد کسی — بآسایش از وی نخوابد کسی
ز گردان شایستهٔ کارزار — برابر بود با سواری هزار
بسا کوه با وی بپرداخته است — شتر کرده را اسپر ساخته است
سنانش ز ده من فزون تر بوزن — رمان شیر از و چون ز شیران گوزن
مگر کز دلیری و زور آوری — به بندد ره حملهٔ حیدری
بدین چاره شد رای ایشان تمام — که خواهند از آن نامور زینهار
برفتند و گفتند و پذرفته شد — بر او روز خوش گفتی آشفته شد
قضا در نهان خنده زد کاین شگفت — مگس راه پیکار عنقا گرفت

ز صحرانشینان دگر نیل خیل شتابان سوی شهر یثرب چو سیل
ندانسته کز سیل دریا زیان نگردد ز روباه شیر ژیان
وزانسو خبر شد بسالار دین که شد موج زن باز دریای کین
پر اندیشه شد سرور سرفراز که بندد ز دریا ره سیل باز
دلیران مر پیلگان باز خواند ز هر در سخنها بر ایشان براند
سخن گفت از آن جیش پرجوش و طیش ز عمرو ز سالار قوم قریش
سگالید پس چاره کارشان هم از صلحشان هم ز پیکارشان
همه هم زبان باز گفتند جمع که ای خیل پروانگان را تو شمع
ز ما پور حرب ار چنین کینه جست ببایستمان آشتی دست شست
همه کینه را بست باید کمر تو سردار و آنگاه پروای سر
زمین بوسه داد آزاد بخ زه دلشه گفت کای ورزت از زبه
یکی کنده بایستمان زود کند که در پارس بنیان کنند شهربند
بدینسان بود رسم آن مرز و بوم که چون دشمن آرد بملکی هجوم
همه گرد آن شهر را بر کنند که بر خود ز دشمن پناهی کنند
چنان کرد کش گفته بد رهنمون عرب نام آن کرد خندق کنون
بکردند اندر شمار زمان بلند یکی کنده کند از در شهربند
چو لشکر بنزدیک یثرب رسید ز گرد سپه چرخ شد ناپدید
گرفتند آن شهر را در میان چو این توده خاک زی آسمان
تقلب اندرون عمرو بن عبدود ز بطحا به یثرب رسیده چو احد
خروشان ابر بارهٔ راهوار چو رعدی که بر برق گردد سوار
ز پولاد و آهن سراپای غرق یکی کبر رومی نهاده بفرق

نهفته سر و تن ببرگستوان چنان چون بود راه و رسم گوان
برآشفته بر کف درخشان سنانش چو شیری ژنده شعله ور خشانش
نهفته تن اندر زره بهر جنگ نشسته اندر آنجا گفتی نهنگ
نگون از برش تیغ آتش فشان چو از کوهسار اژدهای دمان
برانگیخت پس بارهٔ راهوار بیاره بیامد بپای حصار
بغرید مانند شیران مست سرافشان یکی تیغ هندی بدست
همی گفت من عمرو روئین تنم که چون شیر درنده در جوشنم
بلند آسمان زیر دست منست سر خصم چون خاک پست منست
چه سازم بروها برو پر ز چین تو گفتی که بود موج دریای کین
همال ار بود گنبد لاجورد ز خونش عقیقی کنند در نبرد
ز سوزان سنانهای من ز تیز اگر شیر دارد ز آتش گریز
شود هم نبردم گر اسفندیار ز من عار باشد از او ننگ و عار
نهنگ است تیغ من اندر وغا که سازد بدریای خون آشنا
کنون نوبت کارزار من است عرب جمله در زینهار من است
کسی گر تنگ آید از جان خویش من اینک ستاده ستم اینجا به پیش
بدینسان رجز خوانی اندر نبرد بسی کرد و کس رای جنگش نکرد
بگردان یثرب همی زد ندا پیمبر که جانها همی یا کشی فدا
که آن کیست کو ترکتاز آورد بر من سر عمرو باز آورد
بپرداز دار شیر این بیشه را وزین دیو خالی کند بیشه را
بسی گفت وز ایشان نیامد جواب که دلها شده بود و جانها کباب
در آخر علی گفت یا مصطفی که ای در رخشان بحر صفا

نه بینیم کسی را ز مردان مرد که در رزم با او شود هم نبرد
گرفتم نهنگی بود کش نهنگ بدریائی آتش چه سازد نهنگ
نمش دیدم ای پادشاه نام که یکتن جدا کرد در راه شام
بزد خویش را بر ستوری نزار بر آورد از جان ایشان دمار
یکی کره اشتر بجائی سپیر بسر برکشید این یل نامور
ازان زخم گر شیر مردان نرو تنی را ندیدم که بر سر زرو
تو ما را بدریائی آتش مخوان زمین چون برد حمله بر آسمان
دم آهیچ دادیستان این سرشت نجست آدمی رزم با دیو زشت
شنید این سخن شیر یزدان علی بزد بر کمر دامن پر دلی
بیامد ببوسید پائی رسول بدو گفت هرگز مبادی ملول
نفس ها هم نبردم چو فرمان رسید سپاس تو ام بر دل و جان رسید
نه عمرو انقدر جای تشویش نیست که او نیز چون ما تنی بیش نیست
بگو تا بدریائی آتش درم خلیلانه بنگر که چون خوش رسم
نه عمرو ار بود آسمان بلند چو فرمان دهی آرمش در کمند
چرا بود با بیم از وی هراس نترسد کسی کو یزدان شناس
پیمبر ببوسید رخسار او پر اندوه دل شد ز تیمار او
بدو گفت کای شیر روز آزمای اگر چند شیری برو باز جای
که این شیر درنده اهرمن است یکی بحر جوشنده در جوشن است
پدر خوردش نه بینی که خارا برد سمندش نه بینی که دریا برد
مبادا که بر جانت آرد گزند که پروانه دارد ز چرخ بلند
دگر باره عمرو اندر آمد بجوش بر آمد رو چون بحر جوشان خروش

همی جست نام آوری هم نبرد کس از بیم رائی نبردش نکرد
چنین تا سه بار آن نبرده سوار هماورد جست از در کارزار
وزین سو بیامد برون یکتنا گرا پائی با جنگ اهرمنا
بیامد بر پیش نبی با کرب مه برج دین آفتاب عرب
ببوسید خاک و بصد لابه گفت که جانم به تیمار و درد است جفت
ز بس جوید این شیر رزم آزما هم آورد و یکتن نجنبید زجا
بخاک اندرون به سر نامور کز ننگی چنین آید او را بسر
تن نامور گشته در دشت جنگ بسی بهتر از زنده بودن بننگ
بگفت این و سوگند بسیار داد که تا دل بر فتنش نا چار داد
بگفتا ز دل جنگ و ارمی نخست دلیرانه باید سلیحت جست
که نتوان شدن بی سلیح نبرد برزم ار چه لبس زره سد است
نخستین زره بر تنش کرد راست تو گفتی ز دریا یکی موج خاست
چنان در زره پیکر آنجناب که در پشت پروین پی آفتاب
بپیچید دستار خود بر سرش ز گردون گردان گذشت افسرش
همش بر کمر تیغ برنده بست هلالی بخورشید رخشنده بست
نباشد بفرموده کردگار جوان چون علی تیغ چون ذوالفقار
سپر بست بر کتف چون بوتراب بگردون بر آمد بلند آفتاب
بتن چون سلیح نبردش ببست بدادار زنده برداشت دست
که یارب علی را نگهدار باش بهر کارش از لطف خود یار باش
ببوسید فرخ رخ بوتراب ستاره بفشاند بر آفتاب
بدو گفت روانیدت یار باد دلت روشن و جانت بیدار باد

یا علی گفتن رسول الله صلعم ۱۲

پیاده شد شیر پروردگار | پیاده رود شیر در کارزار
چو شاهین سوی صید پرواز کرد | بمیدان رجزخوانی آغاز کرد
منم شیر یل گفت حیدر بنام | که از تیغم آتش کند شعله وام
اجل بندهٔ تیغ تیز من است | ندید آنچه گردون گریز منست
چو پیمانه پیمایم اکنون به تیغ | روان بداندیش را بی دریغ
چو کوشم عدو کیست تا جان برد | دگر ره بگردون گردان برد
نترسم که ایزد مرا یاور است | حصار تنم دعائی پیامبر است
الا ای که هیچو استی هم نبرد | زدیر آمدن عمل مغزهای سرد
ز عمرت همانا دمی مانده هیچ | که دیر آمد آنرا که جستیش زیچ
بجا باش کاکنون دلیر آمدم | دلیر آمدم گرچه دیر آمدم
شنید این سخن عمرو گفت ای جوان | تو کی دیدهٔ دستبرد گوان
همان بر تو بگذشته بس روزگار | چو مردان میا در صف کارزار
نداری دریغ از جوانی خویش | ببخشائی بر زندگانی خویش
و دیگر که بر گو نژاد تو چیست | که با بدنژادان مرا کار نیست
بگفتا علیّ پور بوطالبم | که دایم چنین روز را طالبم
بهین گوهر بحر عبد مناف | پسر عم پیغمبرم بی گزاف
هم از جان هواخواه پیغمبرم | بجز راه پیمان او نسپرم
بدو گفت اگر پور بوطالبی | به پیکار عمرو از چه رو راغبی
مرا با پدرت آشنائی بسی است | نبرد تو کی کار چون من کسی است
بر او دستم به شمشیر تیز | بپور برادر گر آرم ستیز
گرامی نژادی نکو گوهری | دلی باش کاید بکین دیگری

جهان گر همه بر خورد کو مخور | که من خود نه بندم بکینت کمر
چنین گفت با عمرو شیر خدا | که ای نامور مرد زور آزما
شنیدم سه خواهش کنند از تو | یکی زان سه بپذیری ای نامجو
بگفتا چنین است و این لاف نیست | گرت آرزو هست بر گو که چیست
شهش گفت چون با منی آشنا | نخواهمت بیگانگی از خدا
زیاری گراندرز من بشنوی | به پیغمبر پاک دل بگروی
که جانت ز دین برفروزد همی | روانت بدوزخ نسوزد همی
بدو گفت بگذار این کیمیا | که نگذارم آئین باب و نیا
شهش گفت بر خود نداری چو غم | چه باشد که ما را گذاری بهم
کشی باز پیکار رای جنگ جو | نه با ما شوی یار و نه با عدو
نه پذرفت از آن شاه والا منش | بگفت این شود مایهٔ سرزنش
به پشت من این قوم برگشته تر | نهادند روی اندرین بوم و بر
چو بنشان درین عرصهٔ کین بهم | میان عرب تن بنفرین دهم
سوم آرزو گوی تا آن کنم | مراعات آن عهد و پیمان کنم
بگفت آنکه بندی لب از گفتگو | به پیکار با من شوی روبرو
شنید این سخن عمرو برتافت سخت | بگفت ای جوان از تو برتافت بخت
نمی خواستم ای گو صف شکن | بخواری شوی کشته بر دست من
شهش گفت روزی مرا خوبتر | که روزت بدست من آید بسر
برآشفت بدخواه برگشته بخت | بتندی اشته گفت دشنام سخت
فرود آمد از اسپ پی کرد اسپ | تو گفتی برافروخت آذرگشسپ
دو پردل ز هر سو برآویختند | همان کفر و دین با هم آمیختند

زبس آتش خنجر و تیغ تیز — تو گفتی که برپا همی شد رستخیز
چنین تا که از روز شب بود پاک — نه آن را گریز و نه این را هراس
بناگه بد اندیش بد روزگار — یکی حمله آورد بر شهریار
سپر بر سر آورد سالار دین — گذشت از سپر ضربت آن لعین
بشد تیغ بدخواه با کبر و لاف — چو سبابهٔ احمدی مه شکاف
چو شه یافت آسیب از آن بدگهر — بچستی بدستار بربست سر
بیک پاس دیگر بکوشید سخت — وز آن پس بپیچ و بگفت کای شوربخت
چه نیرنگ بود اینکه آراستی — که از لشکر خود مدد خواستی
نپیچید روی آن نبرده گو — که تا بنگرد حالت کارزار
بر او حمله کرد آن شه نامور — بزد بر سرش ذوالفقار دو سر
بیک ضربت شاه لشکرشکن — چهل گام سر دور ماندش ز تن
برآورد تکبیر غرنده شیر — درآندم که بر خصم خود گشت چیر
نبی گفت تکبیر آن چون شنفت — پس آنگاه رو کرد با جمع و گفت
که یک ضربت بازوی حیدری — به از طاعت آدمی و پری
رسید آن زمان شیر پروردگار — بکف بر سر دشمن نابکار
شکسته همه دشمن از بیم او — بتلطیما ز تیر تیغ نهادند رو
چو سالار دین و نبی حیدر بدید — ببوسید و چون جانش در بر کشید
دو بد دل که بد کین شان با علی — درآندم که کوشید از پردلی
چو بیم دیر شد کوشش آن نفر — شنیدم که گفتند با یکدگر
که با عمرو برمی نیاید علی — که باشد بجز رخش نشان علی
نه بینی که بس کینه شان میرشد — علی گو کی از جان خود سیر شد

رسول خدا گفتگوشان شنفت — بدل در نهفت و بروشان نگفت
چو شیر خدا بازگشت از نبرد — بدو گفت پیغمبر ای شیرمرد
بگو کز چه رو دیر شد کارزار — تو در کین نبُردی کنید یاد ذوالفقار
بزد بوسه پای برادرش را — که ای رتبت از پایه‌ات عرش را
نه من کند بودم نه تیغ دو سر — نه عمرو از من افزون بد از کرّ و فرّ
در آغاز رزم آن گو بدنژاد — زبان را بدشنام بر من گشاد
دل من چو دریا برآمد بهم — از آن تیره دل سخت گشتم دژم
چو می بردمی حمله ای دین پناه — نبُد کوششم خاص بهر اله
از آن دیر شد روزگار نبرد — که اول برآوردم از خویش گرد
دو خصم قوی یافتم پیش خویش — ز خویشم تما آورد بد کیش خویش
نخستین علی را زبون ساختم — بعمرو آن زمان باز پرداختم
ببر در گرفتش رسول از وفاق — نفرمود زان پس باهل نفاق
که شیر خدا و نه زینسان بود — که هر کارش از بهر یزدان بود
ز شرم آمدند آن دو بیجان شدند — بسوزش بر شیر یزدان شدند
ز شه عذر جستند و بخشودشان — یکی جرعه از عفو پیمودشان
تو نیز ار تهی زور همت بود — همین داستان طرفه پندت بود
بکوشی که در راه و رسم علی — شوی پیرو شیر مردان علی
بیا ساقی آن کوثر جان فروز — بمن ریز و خود بینی من بسوز
نگر تا چو صافی شوی گوهرم — دهد ساغری ساقی کوثرم

اظهار حال مستان بیک کردار یکسان شیر یزدان حق آنکه گفت خیز بناعدا

خوشا عیش مستان بزم الست — ز مینای هشیاری افتاده دست

ره هستی و نیستی کرده طی
رخ شاه جان دیده در هست و نیست
نه زان جلوه خرم بوصل دوام
درین پرده با دوست در گفتگو
نگیرند یاری که گیرد ملال
بری کرده جان و دل از هست و نیست
که هر دل که شد بسته رنگ و بو
دگر خود در نیستی برزند
منه نیستی خویش و بنگر که کیست
دگر شب چو سیبر و سالار روس
بجا ماند از مشعلی هم نسوخت
دهم شب ز مه بود دمه تیز رنگ
سر افراز یل بر رخ میهمان
همه حیله ترکان بهرام فن
همه حلقه بر زلف مشکین زده
همه داده از نرگس دلربا
وشاقان بگیسو نشاده بپای
همه طره بگشاده در دلبری
همه مست و از غمزه خنجر بدست
ز پرهیز بهتر نه جستم سپر
ز ترکان نوازنده نغمه و ابست

بسرمایه مردوان پرده چی
که گه جلوه هنرما و که پردگی ست
نه زین پرده غمگین ز هجر مدام
وزان جلوه با یار در صحبت اند
نخواهند عیشی که آرد ملال
ز سودای یاری گزین در بیست
چو شد رنگ و بو ماند در جستجو
بسا دست حسرت که بر سر زند
که سرمایه هستی و نیستی است
شباه حبش خفر که آبنوس
خدیو حبش بزم از و بر فروخت
چو در خط رخ مهوشان فرنگ
بیار است جشنی ز مینو نشان
بخونریزی از غمزه ناوک فگن
گره بر سر نافه چین زده
چراگاه آهوی چین و ختا
برخ دلفریب و بقد جانفزای
عجب نبود از ترک غارتگری
حذر کردن از ترک خاصه مست
ولی جائی او بود بیرون ز حد
که ترکی رخ و پارسی نغز داشت

سزد گفتی از نغمه جانفزاش
همه علم داود معلوم اوش
سرود این غزل را بآهنگ رود
چرا شعله جان به تن نفگنم
چرا سوز دل بر زبان ناورم
چرا شمع بی روی او بر کنم
چرا خون ننوشم چو ساقی نماند
بدل تا یکی داغ پنهان نهم
بگویم شود راز دل فاش کو
اگر من نباشم ز گیتی چه سود
ز غم ناله کو عالمی بر فروز
مه من نهان مه تا بندگی
باین درد افزون نیم مرد خویش
سرودی چنین بانگ رود چنان
فغان بر کشیدم بآوای چنگ
ز زلف تو جان مرا تاب نیست
کجا خوابم آید بچشم پر آب
مرا بیش ازین تاب دوری نماند
مگر باد شبگیر یاری کند
ولی جائی افتادی ای سیمبر
زهی وصل تو مایه زندگی

ز خون سیاوش پر شیم بهاش
ز ترکان دل آهنین جوم او
که نتوان ازین بیش بی دوست بود
چرا این قفس را به تن نشکنم
چرا عالمی در زیان ناورم
چرا پی مهش رو باختر کنم
می لعل در جام باقی نماند
جگر چند در کار دندان نهم
وگر بیم طوفان بود باش کو
که باید بدل شعله پنهان نمود
کشم آه گو خلق عالم بسوز
نمیرم چرا با چنین زندگی
بمردن کنم چاره درد خویش
ربود از کم عشق کرش عنان
که ای بی دهانت بدل داغ تنگ
ز چشم تو چشم مرا خواب نیست
که از دیده آبم فرو شسته خواب
به تن تاب و در دل صبوری نماند
ببوی تو از غم رهائی کند
که نبود صبا را بدانجا گذر
غم عشق تو اصل فرخندگی

زهی شادی روزگار همه ‖ غمت یار ما و تو یار همه

خیال تو شمع شبستان دل ‖ وصالت بهار گلستان دل

غمت یار و یاد تو دمساز من ‖ خیال رخت غصه پرداز من

گرائی ببر سوزم از خوی تو ‖ وگر نائی از فرقت روی تو

غمت بهر من آتشی بر فروخت ‖ که نزدیک بگداخت از دوری تو

زدوری تابم نیست گفتم دگر ‖ فراموش کاری دوری بتر

بخوابم درآئی که خوابم بری ‖ جمالم نمائی که تابم بری

پراگنده گوئی چو از حد گذشت ‖ پراگنده حالم دگرگونه گشت

چنان بیخود از هجر جانان شدم ‖ که چون تار زلفش پریشان شدم

شدم بیخود از یاد آن چشم مست ‖ که افتادم از پای و رفتم ز دست

زمن ترک ساقی شد اندر شگفت ‖ که بی باده چونم که مستی گرفت

بدو گفتم ای مهر رویت بتاب ‖ زعکس رخت جام چون آفتاب

زمستان عشقش طرب در نیست ‖ که این می کم از آب انگور نیست

ترا شور مستی ز پیمانه است ‖ مرا در سر از عشق خمخانه است

اگر بینی آن گردش چشم مست ‖ میستانند از چشم و ساغر ز دست

تو ای آفت عقل و تاراج هوش ‖ اگر بینی آن لعل صهبا فروش

بجامت بجای می تابناک ‖ اگر آب خضرست ریزی بخاک

چه بودی که دیدی لب فتنش ‖ همان چشم ترکانه مرد افکنش

نجستی اگر باده خوش گوار ‖ نگفتی ز ترکان خنجر گذار

چه بودی که دیدی رخسار او ‖ شدی بلبل مست گلزار او

چه بودی که دیدی بالای او ‖ شدی قمری سرو رعنای او

نه بینی کسی را که شد جلوه گر ‖ نه سودائی سامان پرواهمی

کسی را که شد زلف و دام دل ‖ نه دل یافت دیگر رهائی ز دل

از و هر سر و صد هزاران هوس ‖ از و هر دل و یکجهان ملتمس

ز تن گر رود جان نپیچد از او ‖ چنان نیست کز دل رود تیر او

اسیری از جان ندارد دریغ ‖ که آید دریغش برآنند ستم تیغ

شکارش نجنبد ز آسیب بند ‖ بدان تا کمر بگسلاند کمند

غمش خوشتر از یکجهان شادی است ‖ اسیریش بهتر ز آزادی است

گو ترک کاین گفتها گوش کرد ‖ ز ساقی و مطرب فراموش کرد

بپرسید فرخ برادرش را ‖ شنود آن گرانمایه گوهر چو را

چنین گفت کای آسمان درت ‖ کمربسته چون من یکی چاکرت

نماند این پرند کج شعله فام ‖ بدل هیچ خصم تو را فکر خام

ببین تا چه میگوید این ساده مرد ‖ که از هستی من برآورد گرد

ز جا شد دل از ناله زار او ‖ بجان شعله زد سوز گفتار او

بهر که دارد بگو دل گرو ‖ که هستی نیرزد به پیشش دو جو

نه آنست این مرد بیدار هش ‖ کز این پیش میدیدمش شاد و خوش

کجا پای خاطر بسنگ آمدش ‖ که یکسر همه نام ننگ آمدش

تبسم کنان گفت سالار فرس ‖ کز او هم حکایت از و باز پرس

حکایات محبوب پرس از حبیب ‖ نشانهای گل اشنو از عندلیب

گرانمایه آمد بنرمی و گفت ‖ سخنها چو در گرانمایه سفت

که ای پاکدل مرد روشن ضمیر ‖ چرا بینم اندر جوانیت پیر

کمربسته طره پر خمی ‖ که زینسان برآشفته و درهمی

مگر چشم مستی ز دوست آه خواب — که بی خورد و خوابی چو مست شراب
مگر دیده‌ای غنچهٔ خوش سخن — که چون گل زدی چاک بر پیرهن
مرا خواهم از خویش آگه کنی — ز من دست اندیشه کوته کنی
بگویی همه رازهای نهفت — نه پیچی سر از راستیها بگفت
بدو گفتم ای مایهٔ سروری — بگیتی سمر در نکوگوهری
مرا در درون آتشی هست تیز — ازین آتش ای شیر دل کن گریز
چگویم ز رازی که پنهان خوش است — که این آتش اندر دل و جان خوش است
کس از نام آتش نیاید زیان — ولی نام این آتش افتد بجان
زبان خود از کشف این راز کش — وزاین شعله دامان خود باز کش
سری دارم آسوده از گیر و دار — ولی فارغ از اندهٔ روزگار
همو آنچه آسایش از جان برد — چو آید بسر فکر سامان برد
بدل منع من آتشش تیز کرد — که از منع افزون شود حرص مرد
دگر باره گفت آنچه داری نهفت — بناچار می بایدت باز گفت
که منع تو اندیشه‌ام بیش کرد — درون مرا جای تشویش کرد
چو دیدم کز این در نخواهد گذشت — پر اندیشه جانم همی خیره گشت
بدو گفتم ای سرو روان — کز آسیب گیتی بهادی امان
نه این گوهر از نقص توان — نه جز راستی با تو گفتن توان
ولی با تو در پرده رانم سخن — که آگه نگردند از آن انجمن
یکی داستان خواهمت باز گفت — نهفته در او یکسر احوال خویش

انکشاف حقیقت حال خویشتن بسبب جدائی محبوب پرفتن بباعث ترک کردن وطن و باز آمدن و صعوبت اصلی نبودن

یکی بودم از دوستان قدیم — شب و روز با هم جلیس و ندیم
شگفته چو گل بر رخ یکدگر — ز نیک و بد یکدگر با خبر
خردمند و دانشور و نیک خوی — سخن سنج و روشندل و بذله گوی
مرا عیش شیرین ز گفتار او — شبم روز روشن ز دیدار او
قضا را سفر کرد سالی چهار — جدائیش بر من جهان کرد تار
اثر کرد زهر فراقش بدل — زد آتش غم اشتیاقش بدل
سپهرم بدل باز منت نهاد — که جانم بدیدار او کرد شاد
چو آمد به پیش آن رفیق من — نه آن بود کاول شد از پیش من
گلش گشته افسرده وز شه خزان — شده چهرهٔ خیریش زعفران
رمیده نشاط از دل شاد وی — شده نوبهارش تباراج دی
چو گفتم نه آنی که بودی چرا — نه آن هنرهایی که بودی چرا
بگفتن چه چاره ز دست خامشی — بدل شد بمجبوریت هر خوشی
بر آشفت و آهی دو باز گفت — که نتوان بهر کس این راز گفت
ولی با پس عهد کهن ز ارمت — بمن آنچه رفته است بشمارمت
بدان ای گران مایه یار کهن — که چون برگزیدم سفر از وطن
ولی فارغ از این و آن داشتم — همین ز آدمیت نشان داشتم
که بایست بگرفتن از شهرها — چو حیوان نه آب و علف بهرها
ببایدز هر بوم و بر جست راز — ز احوال گیتی نشان جست باز
بدانست هر نوع جنسی که هست — ز هر صنعتی چه بلند و چه پست
ز مردم کسی کو که مشهور تر — بزور و زر و ملک مغرور تر
چنین می شدم تا بهر کشوری — ولی شاد و آسوده از هر دری

بدین خوش که چون گه کنم درد یار
مرا پخته خوانند خامی سه چار

بصد رم نشانند در انجمن
سپارند خاطر بگفتار من

که کار آزموده است و گیتی نورد
جهاندیده آگه و سال خورد

شنیدم که هستند جمعی فقیر
بمعنی بزرگ و بصورت حقیر

قرار زمین است از نام شان
مدار سپهر است بر کام شان

همه آگه از راز هر نیک و بد
ز دم شان شود مرده زنده ابد

یکی باشد از اسم اعظم خبیر
یکی واقف از رازهای ضمیر

یکی صاحب کرد و ارادو حال
یکی راست قدرت بامر محال

بدل گفتم این قوم خود کیستند
بباید نخستین که بر چیستند

بباید طلب کردن اندر حیات
که خضر از طلب خورد بر آبحیات

چو دیدم همه حیله و شید بود
که بیننده را دل ز حیلت ربود

چو آن کس که می جست آبحیات
که تا جوید از مرگ راه نجات

یکی گفتش آن چشمه دانش است
اگر طالبی دامنش آور بدست

چرا نقش صورت زدت راه هوش
برو آب علم از دل خضر نوش

مرا نیز صورت زره باز برد
برم قوم همی دیو زد دست برد

همه طره و بند و دستار و ریش
همه بیخبر و مست لیک از خویش

بسوی مریدان همه تا پگاه
زده آب و رفته در خانقاه

چو آن مور گیری که از بزم خاک
کند صاف و لغزنده گرد مغاک

که چون مور مسکین در آن ره کند
ز جا لغزد و جای در چه کند

تنیده همه رشته چون عنکبوت
ز بیجا یکی از مگس کرده قوت

همه بندگی جسته از خلق و بس
ولی با یه شان رشته و دلق و بس

یکی را شنیدم که مرد ره است
حقیقت شناس است و کار آگه است

شدم تا خبر یابم از حال او
ببینم کرامات و افعال او

چو دیدم یکی پیر بد دلق بود
که چون خلق بود و نه چون خلق بود

تو گفتی یکی ژرف دریاستی
بطوفان از و موج کم خاستی

فرو رفته در خویش گرداب وار
نه قعرش پدیدار بد نه کنار

گذشته بسی از وجود و عدم
قدم زد فراتر بچندین قدم

خضر پیش لعلش ز شرمندگی
نهان گشته چون چشمهٔ زندگی

بکویش تمنا عنانم کشید
کز این در توان در تمنا رسید

لبم شد ز خاک درش بوسه چین
همه مشک چین کرد در آستین

بگفتم درود و شنفتم جواب
جوابی که برد از دلم صبر و تاب

نشستن بفرمود و اکرام کرد
بآهستگی توسنم رام کرد

بپرسید و گفت از کجا آمدی
که در چشم من آشنا آمدی

بگفتم بلی آشنا آمدم
ولی هم تو گو کز کجا آمدم

که من نیستم واقف از راز خویش
ندانم ز آغاز و انجام خویش

بسی گشته ام مسخرهٔ عمرو زید
بسی دیده ام عشوهٔ زرق و شید

تمنائی دل جستم از هر دری
ندیدم بجز دام حیلتگری

بخندید چون از تمنا شنید
دلم از خسته اش بر تمنا رسید

بگفتا بگو تا تمنات چیست
بگفتم که دل را تمنا بسی است

ز هر گون شگفتی که در عالم است
ز اسم خداوند کو اعظم است

که خوانی چو بر کوه جان بخشدش
چو بر مرده خوانی روان بخشدش

و گر بر حجر کس را گشایش دهد
بجاه و بدولت فزایش دهد

زورو درچله انچه حال آورد
برو نقص مرد رکمال آورد

برآشفت دانای سنجیده گوی
که جز من برو دیگری ره مجوی

نه بر خویش ره دردسر می بر تن
که من نیستم ز اهل تزویر و فن

بآز و هوس مر مرا کار نیست
نیازم بدکان و بازار نیست

اگر راه من جوئی ای راه جوی
بجز پاک یزدان مپرس و مجوی

تصرف بکاری مکن زینهار
برو کار خود را بحق واگذار

ز احوال گیتی مشو راز جوی
وگر راز جوئی ز خود باز جوی

ازین بیشتر گفتنم روی نیست
که گنجایش بحر در جوی نیست

ازین گفتگو آتشی برفروخت
خیالات خامم مرا پاک سوخت

بدل هستی زان شهم در فتاد
که گفت و شنیدم همه شد زیاد

بسالی دو خاموش ماندم برش
فزودم بدل مهر جان پرورش

ز عشقم بدل آتشی برفروخت
همه خرمن هستی من بسوخت

که عاقل غم دل به پندار گفت
نه مستی که از جام پندار خفت

تو بیخود بیش شو تا بخویشت کشند
ز خود دور شو تا به پیشت کشند

الغرض القصه بودم چنان تا دو سال
نه از وی جوابی نه از من سوال

لب خویش بربستم از گفتگوی
بخاموشی از وی شدم راز جوی

ز جام خموشی شدم جرعه نوش
شدم از ره بیهشی با هوش

چو دید آنچنان یار آزاده ام
غم اندوز و دلدوز دلداده ام

ببزم خودم خواند و اکرام کرد
ز لعل خودم باده در جام کرد

دلم از لعل او ساغری نوش کرد
ز هستی و مستی فراموش کرد

چو بیخود شدم پرده از رخ گشود
رخ خویش بی پرده با من نمود

بدیدم جمالی که از آفتاب
سبق جستی از زیر چندین نقاب

ز نورش مه و مهر تابان شده
بعکسش چنان یوسفستان شده

بر آن شد که اعضای من از نشاط
ز هم بگسلد رشتهٔ ارتباط

زدم نعره کردم چو در روی نگاه
که هذا الذی کنت اعبد سواه

همین است و بس مایهٔ خرمی
همین است و بس جوهر آدمی

همین است ذاتی که او باقی است
جهان راز مینای جان ساقی است

برآشفت و گفت ای ز ره دیوانه
بیک جرعه مگذار خمخانه

بیک نغمه صبر از هزاری مکن
بیک گل شکیب از بهاری مکن

گهرهاست این بحر زخار را
ثمرهاست این باغ پربار را

زمینی همان آسمانی مکن
چنین همان نکته دانی مکن

ترا برگ سبزی ز باغی رسید
ترا از آفتابی چراغی رسید

جز این جلوه معشوق را جلوه هاست
کز آن هر یکی نقد جانش بهاست

یکی خوشه از خرمنی باز دان
یکی شاخه از گلشنی باز دان

ز جیحون نت چون کوزه برگشت هان
تو آن کوزه را ظرف جیحون مخوان

لب نانش از قسم درویش بود
بخوان شهان صد خورش بیش بود

بخود لیک آمدم زان سخنهای نغز
خرد را یکی راه دادم بمغز

بدو گفتم این روی چون آفتاب
ز من از چه بد تا کنون در نقاب

دو سال اندرین حضرتم یا فزون
چنینت ندیدم که دیدم کنون

چو سوی نهان داشتی خور حجیب
و یا بودی از چشم من در حجب

بگفتا که مه در حجابم نه بود
بجز هستی تو نقابم نه بود

کجا پرده وین عارض پرده سوز
کجا ظلمت و این مه شب فروز

[illegible]

حجاب مهم بود پندار تو	همان خود پرستی و انکار تو
زخود هر قدر چشم پوشی کنی	زجام اسم جرعه نوشی کنی
زتن دل به پرداز تا جان رسد	باندازهٔ خانه مهمان رسد
ازین فکر و وسواس بالا تورا	مهم تر بسی کار باشد تورا
تورا از اسم اعظم چه سودای سر	روا از اسم سوی مسمی نگر
شکیبد کجا تشنه از نام آب	که آساید از نام نان ناشتاب
رهی رو که آسی بمنزل فراز	نه تو خسته یابی و منزل دراز
برو دل طلب کن ببین آن کرا	چو دل یافتی اسم اعظم تو راست
چرا کرم چون زاهد بار دی	ز وردی که ناید از و داردی
اگر یا خواهی بجوئی و نگوی	که از ذکر پیر می نگرد و سبوی
اگر یار اندر میان آیدت	کجا کار چشم از زبان آیدت
بکن کاخ هستی خود را خراب	مر آن گنج نایاب را خوش بیاب
از آندم که آن گنج را یافتم	بویرانی خویش بشتافتم
مرا حالت این است ای دلنواز	مرا خواهی از مهر با من بساز
میان من و آن گرامی ندیم	چو بود اتحادی ز عهد قدیم
همه قول او راست پنداشتم	هر آنچ او بدل کاشت من کاشتم
ره او گرفتم که راهی خوش است	بهشت است با دوست گر آتش است
تو گفتی که این داستان بشگفت	یکی شعله گشت و بمن در گرفت
شب و روزم این شعله اندر دل است	درین آتش آسودگی مشکل است
تو نیز ای جهان جوی با فر و جاه	خبر آشفتگی دیگر از من مخواه
مرا حالت این است ای یار من	ازین پس من و رنج و تیمار من

بیا ساقی آن خصم هستی بیار	همان دشمن خود پرستی بیار
که کاخ وجودم چو ویران شود	عیان بر من آن گنج پنهان شود

بیان ولولهٔ اشتیاق در راه معشوق یگانهٔ آفاق و قربان کردن دل و جان بر حسب رضای آن حق لقا یکتای زمان و آفاق

بیا جان کن ای دوست قربان دوست	که جانی ز تو بخشدت جان دوست
نه جانست آتش غرور و منی ست	نهان آتشی اندر آب منی ست
مدان آتش هر که او سرکش است	که دیو است کش زندگی ز آتش است
نه پندارم ار نی بجانان بری	که گر آبحیوان خوری جان بری
از آن آبحیوان بود نام او	که حیوان بود زندهٔ جام او
گذر ز آب و آتش کن از زندگی	نه ز آتش نه از آب کن زندگی
فشو تا توان تا توانیت هست	بجانان بیفشان چو جانیت هست
ازین به ندانم چه سودا آوری	که فانی فشانی و باقی بری
دگر روز کز این رواق کبود	عیان گشت خور همچو آتش ز دود
ز تیغی که خط شعاعی کشید	سر گوسپندان انجم برید
چو از ماه قربان و هم روز بود	فلک نیز دستی بقربان گشود
برسم خلیل آن نکو ارجمند	بفرمود کشتن بسی گوسفند
چو روز نبرد وش در آن بهمن بشت و	بهر گوشه از کشته صد پشته گشت
ز خون جانور بس که شد سروان	بهر جا یکی رود خون شد روان
چو فارغ شد از کار خون ریختن	هم از پای جان رشته بگسیختن
بخنجر که درون در شد و بر نشست	بسوز آتش سر سر بلند آتش پست
مرا گفت دانشور راز جوی	که دانشور اشنو و باز گوی

بگو چون خلیل آن سرافراز مرد
بخون پسر دست را باز کرد

چه سودا بمغز اندرش جست راه
که بد چاره اش کشتن بیگناه

چرا شد دگرگون و خنجر بهشت
چه بود آن فدا کامدش از بهشت

گر او خود نه این پرده در ساز داشت
چرا دیگران را بر آن باز داشت

یکی پای بگشاده هر سو شود
کسی را که پا نیست کی چون رود

یکی راه تازد براه فراخ
نه بر لاشه وانگاه بر سنگلاخ

ز مینای می دیگری گشته مست
مرا از چه باید برافشاند دست

سماع این کند آن برآرد نفیر
شراب آن خورد این کند دار و گیر

یکی کدخدا دید و شد سوی ده
مرا کاشنا نیستم خانه به

صفا دید آن تا صفا شد برقص
مرا بی صفا رقص باشد ز نقص

چو بوسد سیه سنگ زیست باک
چو خندد در او نور یزدان پاک

مرا چون نداد آنچنان دیده دست
اگر سنگ بوسم شوم بت پرست

اگر ز آب زمزم شوم دور به
مرا کاب شیرینم از شور به

چه دانی در این راه با من بگوی
خلاف ره راست گوئی مپوی

بدو گفتم ای سرور هوشمند
مبادت گزند از سپهر بلند

همه کام دل جوز دور سپهر
بکام دلت گردش ماه و مهر

سخنهای نغز منت یاد باد
جز این در بگوشت همه باد باد

چه پرسی چه بود آن خیال خلیل
ذبح گران مایه نور جلیل

چه آمد به پروانهٔ سوخته
که ز دخوش بر شمع افروخته

بدان ای گرانمایه کان نور پاک
که شد مظهرش از سماک تا سماک

همه هستی از خود پر آوازه کرد
بهر صورتی جلوهٔ تازه کرد

چه عاشق چه عجز و نیازش همه
چه معشوق و چه غنج و نازش همه

چه عقل و چه آن خانمان سازیش
چه عشق و چه آن خانه پردازیش

چه دین و چه آن چهر جان پرورش
چه کفر و چه آن زلف غارتگرش

چه ناز و چه آن کبر و خودبینیش
چه خاک و چه آن عجز و مسکینیش

چه شیخ و چه آن خشکیش در دماغ
چه رند و چه آن باده اش در ایاغ

چه زشت و چه نیکو چه پست و بلند
بود جلوه گاه بت خودپسند

ولی ز اختلافات این رنگ و بوست
که این زشت زشت است و نیکو نکوست

چو از دیده راست بین بنگری
ز خوبی و زشتیش بینی بری

چو از ما حقیقت بغیب اندر است
بگوئیم کان دیگر آن دیگر است

از آنست کاین اختلافات خاست
یکی ایزد اندیگری لات خواست

دلی را که یزدان گشایش دهد
ز هر آزمایش فزایش دهد

گه او را کند فتنه بر زلف و خال
بجاهش گهی ره زند گه بمال

گه از کفر گردد بر او جلوه گر
که کفرش همه دین شود سر بسر

گهش رخ نماید ز سیمای دین
که کفرش شود جز تولای دین

گه از تیرگی گه ز تابندگی
گه از پادشاهی گه از بندگی

ز هر سو بر او آشکارا شود
چو بسیار بیند شناسا شود

چو گشت آشنا هر کجا بیندش
گر از خار باشد چو گل چیندش

ز هر جا برآرد سر آن نازنین
چه از کفر بشناسدش چه ز دین

شناسای می می نه پردازد او
بظرفش که شیشه است یا کدو

چو بر ظرف بیند نداند یقین
که باده است یا سرکه یا انگبین

چو از چشم معنی ندارد نظر
نیارد ز صورت نمودن گذر

گرش می دهی ناپسند آیدش　　نخورده است می زشت خند آیدش

کسی را که کور آید از مادرش　　ز بینا نیاید سخن باورش

وگر نیز باور کند دیده نیست　　شنیده است از وی کش دیده نیست

خلیل خدا نیز جهر پسر　　بدل یافت چون بینش اندر بصر

ولیکن بد او ارش انباز یافت　　کش از پاک داوار ممتاز یافت

بگفتا بیک دل نگنجد دو مهر　　بر آن شد که بُرّد سر خوب چهر

چو آورد با خود بقربان گهش　　خدا کرد از هر کار آگهش

به چشمش یکی سرمه اندر کشید　　که انباز را عین دمساز دید

چو نیکو نظر کرد یک نور بود　　که گه یار او بود و گه پور بود

بمالید چون چشم بار دگر　　رخ یار خود دید از هر بشر

نه از هر بشر بلکه آن آفتاب　　به کلی ز هر ذره بودی بتاب

همی گفت و افگند برنده تیغ　　که با دوست گستاخ بودم دریغ

از آن پیش میدیدمش غیر دوست　　روا بود اگر میدریدمش پوست

کنون دوست را پوست چون بردرم　　که گر بر درم دوست را منگرم

چو از دیر بروی این در گشاد　　بگفتا نشانیش باید نهاد

که هر کو به بینیدن نشان مرا　　به نیکی زند داستان مرا

درین بد که جبریل گفتش بلند　　که هان ای خلیل الله این گوسپند

بیاوردم او را ز باغ بهشت　　که بهر فدا ایزد آن را سرشت

بهشت است گیتی نظر کن درست　　بهشتی کسی دان که حق را بجست

بهشت است جائی که آنجاست یار　　بهشتی کسی کایدش در کنار

همان را که بادر ده دوری رضاست　　که مینو بود دوزخ جانگزاست

خلیل آن فدا را فدا کرد زود　　جو بر وی در آشنائی گشود

دگر هر کجا یافت کام و مراد　　باگاهی ما نشانی نهاد

بهر جا که ره یافتند انبیا　　نشانها نهادند از بهر ما

که ما چون بتقلید در ره شویم　　مبادا در آن راه گمره شویم

بدان ای گران مایهٔ بی نظیر　　گز این راه رفتن بود ناگزیر

چو ناچارمان باید این راه رفت　　خنک آنکه با یار آگاه رفت

ولی شکر کز فیض احمد کنون　　در این ره توان رفت بی رهنمون

که از پس نشانها در این ره نهاد　　شده جادهٔ روشن بارشاد

نشانهای ره پیروان وی اند　　که مست از می جاودان وی اند

نگوئید از وانچه نشنیده اند　　که بر روی خویش همه دیده اند

چو گفتی بتقلید چون ره روم　　نبادیده بر دیده چون بگروم

چو با کدخدا نیستم آشنا　　چرا بایدم رفت تا روستا

دلت گر نه با کدخدا آشنا است　　با تن آشنا شو که با کدخدا است

که تقلید باشد ز نابخردی　　اگر هست تقلید همچون خودی

ز گم گشته گم گشته کی راه جست　　ره از جست از مرد آگاه جست

تو دامان دانا نگهدار سخت　　که نادان نباشد بمقصود بخت

چو تقلید دانا نباشد نخست　　بجو هیچکس فضل و دانش نجست

کسانی که دانش بپند و ستند　　بتقلید هر پیشه آموختند

بیان شاهی فرمی اقتدار و محبت داشتن او با تجار روزگار وخاطر داری نمودن انها باغراز بی شمار

ز هر شهر شد کاروانی حشر　　سوی دار ملک شهی دادگر

زهند و فرنگ و ز سقلاب و چین — ز روم و ز روس و ز ایران زمین
فراهم شده کاروانی شگرف — بجنبش بمانند دریای ژرف
در آن شاه را بود ملکی عظیم — ولی دادگر داشت طبعی کریم
فلک همچو گوی بچوگان او — مه و مهر قرصی دو بر خوان او
بدش مطبخ و مطبخی بحساب — یکی زانهمه چرخ بد آفتاب
شدی هر زمان کاروانی شگرف — بملکش چو سیلی بدریای ژرف
همه یافتندی ز شاه آب و جاه — مشرف شدندی بدیدار شاه
شگفت اینکه در ملک آن کامران — شدی هر دم از صد چنین کاروان
نه جا تنگ میشد بمهمان او — نه میکاست مهمان او خوان او
بملکش هر آنکس که آمد فرود — از انجا دل باز گشتش نبود
کشیدی از هیچ رنج ار دلی — همان بد که در راه یا منزلی
که بد راه تا کشور آن خدیو — بسی صعب و هر گام صد غول و دیو
بشبگیر آن کاروان با شتاب — همی راند بر بوی آن آفتاب
در آن کاروان بود دانا کسی — سفر کرده و دیده سختی بسی
جوانمرد و با دانش و بخردی — ز چهرش عیان فرهٔ ایزدی
بهر کس که بودی در آن کاروان — بدی همچو مادر پدر مهربان
بهر صعب کاری که افتادمی — بهر یک جدا کانه دل دادمی
بگفتی من این راه بس دیده ام — بد و نیک او نیک سنجیده ام
بسی دیو و دد را که کردم زبون — درین راه کاید از و بوی خون
و زین ره گر آمد ز من بشنوید — بقول من از جان و دل بگروید
همه بر شما مهربانی کنم — شب و روز تان پاسبانی کنم

نیاید بره پیشتان هیچ بد — نه از غول و رهزن نه از دام و دد
پی رهزن و دیو دانم همے — براهی که آنان نرانم همے
همیگفت و آن کاروان از فسوس — بهم گفت هر یک رهی چاپلوس
نشد قانع از با بیک شام و چاشت — لوای بزرگی بما بر فراشت
تشنج فزودندش از کمرهی — که ابله شمردندش از ابلهی
یکی گفت تا شهر چندست راه — یکی گفت چونست آئین شاه
یکی گفتی از شه بما باز گوی — در ایوان چو باشه شدی راز جوی
یکی گفت آئین این شاه چیست — بر شاه از محرمان گوئی کیست
یکی گفت اگر دیوی آید براه — از و باز خواه این تن بیگناه
چو از حد فزودند این ریشخند — بر ایشان بیفزود اندرز و پند
بدیشان پس انگاه گفت آشکار — که هستم فرستادهٔ شهریار
مرا شه فرستاده در کاروان — که آساید از من دل این و آن
کس ار گم شود رهنما باشمش — غریب از تو و آشنا باشمش
فرستادهٔ شاهم اندر شما — برم تا شما را بمهمان سرا
دگر باره گفتند کاین رشتین مین — دم و سبلت مرد در روستین مین
شهی کو جهان تا جهان ملک اوست — چنین بندهٔ از چه در سلک اوست
پیاده فرستد یکی را روان — که زد با سواران چابک دوان
فرستادهٔ شه چو باشد چنین — ز مهمانی شاهمان صد چنین
تنی چند از کاروان دریش — شدند و چشیدند ذوق عیش
نه زادی که با خویشتن داشتند — وزان نیز محروم نگذاشتند
بد و باز گشتند اندر طریق + — که بهتر ز توشه ست در ره رفیق

چنین تا بیامد شبی تیره فام / از و تیرگی برده زنگی لوام

شبی نافه مشک ختن داشته / لباس از دل اهرمن داشته

بسی خورده خورشید تیمار او / سیاهی نه شسته ز رخسار او

ز انگشت و زنگی بسی تیره تر / مگر زنگی بود انگشت گر

نه مه قرص مهر ار شدی آشکار (زگال) / بدی در نظر تا به دوده وار

رهی صعب پیش آمد و پر نهیو / هزاران بهر گام او دام و دیو

در او بانگ دیوان و غولان همه / ز دیوان گروه و ز غولان رمه

زده راه غول غریوان او / سپرده بچنگال دیوان او

همه بر کس ار سایه گستر شدی / همه کام او کاسهٔ سر بدی

بر امان کس گر زدی خار چنگ / گرفتی که بسیار وشن با پلنگ

بدی مار و کژدم فزون ز آتشش / دم مار یار دم کژدمش

شده موش دشتیش یار پلنگ / که میزد بهر جا که در و بچنگ

در آن سخت راه و در آن تیره شب / همه کاروان پر هراس و کرب

جز آن پاکدل پیر روشن روان / که ابا به شمرندیش کاروان

به بیهوده آزرده چنان بی خطر / که گفتی به بیهوده صدره بکر

هم آنان که رفتندیش بر قدم / نه تن شان سته شده نه جانشان دژم

نه پروای دیو و نه بیم پلنگ / نه خاری بپا و نه پای لنگ

یکی کوه پیش آمد اندر گذار / چو شرع پیمبر بجای استوار

سر از برف چون فرق پیران سپید / دل از چشمه روشن بمانند شید

بدان کاروان گفت آن آزادتن / براین کوه باید شدن بیگمان

که این شاهراه از دو وان ایمن است / نه غول است در وی نه اهرمن است

بیک روزه بایست رفتن بکوه / رسیدن بملک شه با شکوه

تمسخر فرو و ندیش کاروان / کرنج لک ای رهبر و کاروان

رهی پیش داریم امن و فراخ / چرا رفت باید براین دیولاخ

تو گر میروی راه خود گیر و رو / که ما را نباید چنین پیش رو

وگر ره برافروز بر پندشان / ازان پند شد سخت تر بندشان

اثر دارد اندرز در جان پاک / نروید گیاه تر از شوره خاک

جدا گشت از ایشان و بر شد بکوه / ابا او تنی چند از آن گروه

که بوی ز ریحانه اش یافتند / بدنبال آن بوی بشتافتند

ز من بشنو این پند و لکش بجان / مشو با نکوخواه خود بدگمان

که گر بدگمانی شود رهزنت / نه او بدگمانی شود دشمنت

وگرنه معاذ الله از بخردی / همه جز نکوئی کند یا بدی

ولیکن بدی زهر نوشیدنست / مه خویش در ابر پوشیدنست

چو آن راه دان شد ببالای کوه / پس پشت او رفت یکسر گروه

همه کوه دیدند پر چشمه سار / گل و سنبل و لاله و مرغزار

هم از دیو ایمن هم از راهزن / رهی پاک و بی سنگلاخ و شکن

دو فرسنگ دیگر چو بشتافتند / سحر کشور شاه را یافتند

چو روز از شب تیره آمد برون / همه دیده بستند بر رهنمون

چو دیدند شاهی به پشمینه / بویرانه بود و گنجینه

پذیره رسیدند جمعی به پیش / دل آسا و فرخ رخ و خوبکیش

به بردندشان تا بدربار شاه / گمه اول شد از راهبر عذرخواه

پس آنگاه مردیگران را نواخت / که جانشان مرآن رهنما را شناخت

درآن امین آبادشان جای داد / می و ساقی و محفل آرای داد
نراندند بر هیچ کامی زبان / که ناگفته ناوردشان میزبان
وشاهان مه رو بخدمت گری / کنیزان گل چهره در دلبری
وز آنرو همه روز برگشتگان / دران وادی از جهل سرگشتگان
بتیه ضلالت فرو مانده اند / همه آیت یاس برخوانده اند
ز خود سیر و از جان ملول آمدند / همه طعمهٔ دیو و غول آمدند
سزای چنان قوم نابختیار / که اندر زوانا نه بندد بکار
بتقلید اگر یک دو گامی روی / به از خودسری تا بدامی روی
کس از خود رود در ره صعبناک / که او بر تن خویش جوید هلاک
بگلگشت نتوان شدن بی رفیق / چه جای رهی سخت و بحر عمیق
چو کودک نشین چند روزی خموش / حدیث از لب پیر دیرین نیوش
بیاموز اول پس آنگه بگوی / ز خود راه نارفته هرگز مپوی
من اول بخود در ره بیهشان / نرفتم که بردندم آنجا کشان
کجا گر بخود راه بسپردمی / سر از کوی مستان برآوردمی
بیا ساقی آن داروی بهشتی / که اصل سرور است و عین خوشی
بده تا شوم از پی بیهشان / ازین ناخوشان رو کنم با خوشان

بیان باغ و بهار و چشمه‌ها که روان بودند بر کوهسار و آمدن بازرگان بمشقت بسیار و خوش شدن از دیدار شاه سخاشعار

بیا مطربا راه عشاق زن / وز این پرده آتش در آفاق زن
رهی زن که جانها غلامت شود / رهی زن که دلها بدامت شود
رهی زن که عشق مرا نو کند / دل تیره را جای پرتو کند

که بی عشق هر شادمانی غم است / غم عاشقی شادی عالم است
نه بینیم بگیتی ولی شادمان / جز آنکس که عشقش زد آتش بجان
بگویم و زین عالم آزاد کیست / کسی کز غم عشق آزاد نیست
کس از بندهٔ عشق شد پادشاست / که بی عشق اگر شاه باشد گداست
بشیرین لبی خویش را بنده گیر / بده خسروی یک شکرخنده گیر
دگر روز کاین شاهباز سفید / جهانرا بزیر پر اندر کشید
شکرخند شیرین چو شد آشکار / عیان شد رخ خسرو از کوهسار
چو سروی که دور اوفتد از نارون / بشد شیردل از بر پیلتن
بدشتی تگاور همی رانده اند / که شیرین و خسرو ورا خوانده اند
یکی دشت چون مرغزار بهشت / ولی خاکش از عشق ویران سرشت
ز بس لاله و گل در و بر دمید / تو گفتی که شیرین بخسرو رسید
هوایش بغایت خوش و سازگار / خزانش لبی خوشتر از نوبهار
ز سر چشمه‌اش آب صافی روان / دلم گفت چون چشم عشاق خون
بدو گفتم این هست ز انصاف دور / کجا سرو شیرین کجا گرم و شور
همه آب آن چشمه بر گل روان / چو چشمان من در غم نیکوان
ولیک این خطائیست نیز آشکار / کجا چشم عاشق کجا روی یار
بهار و بهشت است گفتی نه دشت / بهار و بهشتش بجان بنده گشت
چو شب گشت رودی بیامد به پیش / شبی روزی آورد همراه خویش
از و عکس مه خوش نمایان شده / کف خضر در آبحیوان شده
شب ماه در رودی چو جیحون روان / که موجش دو صد ماه کردی عیان
ز صافی بمانند سیماب بود / بطعم آبحیوان در آن آب بود

دران سبزه زار الکلفام خواست / زساقی بآئین جم جام خواست
بهشتی خرامید کوثر بدست / چو گل بر لب آبحیوان نشست
یکی جرعه افشاند ساقی برود / بآب خضر داد کوثر درود
تو می بین که یک قطرهٔ او زکات / بجیحون رسید و شد آبحیات
چو آن خضر لب آب حیوان نشست / مرا گفت سرسبز بادی نخست
که هر بزم ما از تو شد چون بهار / تو چون ابری و بزم ما سبزه زار
کنون بزم شیرین و خسرو رسید / تو را نوبت گفته نو رسید +
بخوان دفتری از حکایات عشق / اشارات عشق و کنایات عشق
بگو گرچه نیرنگ شیرین بتی / بزد راه دارای جم شوکتی
بگو چون شود شیر رام کسی / کجا شاه گردد غلام کسی
ندیدم غزالی که تا زد بشیر / نه کبکی که بر باز گردد دلیر
زنی زابروان چین شود تیر زن / زند با جوانان شمشیر زن
یکی راندیدم ز مشکین کمند / سر شیر مردان درآرد به بند
زگل دیدهٔ رنگ و زرد سمن / زیا سرو خم کرده از نارون
زمژگان خدنگ زابرو کمان / توان شد بنخچیر شیر دمان
چه نیرنگ زد نرگسی پرفسون / که بالای سرو چمان شد نگون
چه در پرده زد مرغکی خوش نوا / که عنقا بدام آمدش از هوا
همه دانم از عشق و نیرنگ اوست / که جوش دل از دلکش آهنگ اوست
ولیک از تو جویم روایات عشق / که شیرین سرائی حکایات عشق
بگفت این و افروخت جام از شراب / همه بست پیرایه از آفتاب
کزاین آتشین آب ترکن لبی / بافسانهٔ عشق سر کن شبی

زشیرین و خسرو سخن ساز کن / سخن در خور منزل آغاز کن
چو از دوست جام شرابم رسید / ازان آسمان آفتابم رسید
کشیدم بروی وی آن جام می / که در دل همه داشتم کام وی
الا تا نیاری براین بر شگفت / نگوئی که دین داد و ساغر گرفت
زلطفی که با جان درویش کرد / مرا همره دوست و بیخویش کرد
نه بینی یکی را که شیرین لبی / بساغر می وصل ریزد شبی
چو خواهد سحر قصه از وی کند / ازان ذوق تعبیر بر می کند
من از لطف آن سرور بی نظیر / همی خوانده ام خورده بر من مگیر
کز الطاف او رفته بودم زدست / اگر هوشیاری مکن عیب مست
مع القصه مستی چو بالا گرفت / خرد مست شد راه صحرا گرفت
چو آب خضر خوردم از ساغرش / عوض دادم از چشمه گوهرش
بدو گفتم ای سرور انجمن / زشیرین و خسرو چه جوئی سخن
چرا از هوس جوئی اسرار عشق / نیاید ز هر بلهوس کار عشق
هوس می نجوید جز آمیختن / جو آمیختن نیست بگسیختن
ولی عشق چون در دلی راه جست / زهر آرزو بایدش شست و شست
زخود شرم دارد اگر جان دهد / که نزلی نه در خورد مهمان دهد
بدل آمیختش گر آرزوئی زدوست / که از دوستی دشمن آرزوست
ندارد غم بود و نابود خویش / که با درد خود دیده بهبود خویش
جهان گر بهم بر خورد سر بسر / نه از خود بود نز جهان با خبر
بامید زهر بت تلخ گوی / به پروا زد از آبحیوان سبوی
غمی را بقند شادمانی خرد / دهد جان و دلدار جانی خرد

نه خوش شد میی کو طرب زایدش / مگر بر غم دوری افزایدش
همه عشق بر خویشتن بسته اند / جز آنان که از خویشتن رسته اند
همه تیز بالان برکنده پر / همه سربلندان افگنده سر
کشیده ز کار جهان دستشان / که کاری مهم تر فتادستشان
بزانو سر و دل بپهلوی دوست / سر زانو آئینهٔ روی دوست
دل از غیر دلدار پرداخته / که تا جای جانان بجان ساخته
بدلدار نزدیک و از خویش دور / ز خود غایب اما بود در حضور
نشینند بی پرده پهلوی دوست / که خود پرده بودند بر روی دوست
بشیرینی از دوست تلخی چشند / که با هرچه از دوست آید خوشند
بکوی حبیب ار گدائی کنند / ازان به که بی دوست شاهی کنند
ز درد آنچنان تشنگان نه بنی ترند / که قستان داروی او قند سودمند
نه مستسقی از آب شیرین گوار / شکیبد نه اینان ز شمشیر یار
چنان نشگفد از گل گلستان / که از خار راه بت دلستان
بکام دل دوست پرداخته / بناکامی خویشتن ساخته
هوس پیشه خسرو که خودکام بود / ازو لاجرم عشق بدنام بود
همه در پی کام خود می‌شتافت / که تلخی ز شیرین لبی برنتافت
مرا ننگ باشد که نامش برم / همان به که از نام او بگذرم
که عشق از نقش ست نادرخور است / همان عاشق نقش چون بنگر است
تو بر صورت ار عشقبازی کنی / نه پندار ست سرفرازی کنی
که صورت بهر دم دگرگون بود / کجا قابل عشق بیچون بود
بصورت که ناپایدارست و پست / کجا عشق باقی شود زیردست

سوی عشق باقی کسی برد راه / که بر حسن جاوید بودش نگاه
که فانی بجاوید چون بگرود / بناجنس ناجنس چون ره رود
دگر آنکه این نقش موزون ترا / براقی ست کارد بگردون ترا
اگر تشنه کند سیل دیدار تو / فرستد یکی را طلب کار تو
که شوق لقای تو باشد مرا / برودی بدربار شاهی درآ
وشتاقی برخ گل به بر یاسمین / که باشند فرستادهٔ شه چنین
تو گر دیده بندی برخسار او / بصد دل شوی محو دیدار او
کجا شاد بینی و دربار شاد / کجا بینی آن لعل دربار شاه
ازان ماه پیکر بت سیمتن / همان سود بینی که از بت شکن
چو خسرو که چون کام جست و نیافت / ز شیرین ببازار شکر شتافت
در ار بار گستی برخ شکرش / کشیدی هوس تا در دیگرش
چنین ست آئین اهل هوس / ز خود نگذرند از پی هیچکس
بهر جا که کام و مرادی بود / دل فارغ و جان شادی بود
بهر جا که عیش و سرودی بود / می و شاهد و بانگ رودی بود
بشادی نشینند و رانند کام / ازین بیش عیب ست از ایشان کلام
ولی کار عشاق ازان برترست / کز ایشان بباید نشانی بدست
بجویند چندانکه پیدا کنند / بکوبند چندانکه در وا کنند
اگر در برخ باز نگشودشان / بر آن در بمیرند و این سودشان
حدیثی ز اهل وفا گوش کن / ز شیرین و خسرو فراموش کن

صفت تیغ زنیا و عدل آن عدام برگنگ یا دو واشدن او بر جوان رعنا

شنیدم که در کشور هندوان / بعهد کهن بود سروی جوان

تهی دلربا بعشوه دلفریب بلای قرار و عدوی شکیب
ز سر تا بپا باغی آراسته شگفته در او آنچه دل خواسته
گلش مشک سا سنبلش گلفروش مهی شام پرور شبی صبح پوش
بقامت صنوبر بچهر آفتاب دو هندو و بنیاد و جادو و بخواب
بهشتی ز رخسار تابان شده ولی کوثرش آب حیوان شده
دو عودش بر آتش چو دود افگنی لب از گندمین خال چون جوزنی
دو لب چون دو جادوی بابل فن لبی زهره در چاهشان غوطه زن
خرامی برفتار کبک دری همه دلفریبی همه دلبری
سیه نرگس او ز مستی خراب دو آهو بچنگال شیران بخواب
بگردن دو گیسویش از مشک ناب کمند افگن گردن آفتاب
بهر رخش که خورشید ازو خیره بود هلالی دو پیوسته بس تیره بود
تهی کرده رویش دو مشکین رسن ز زنار مویانش صد برهمن
برش چشمه نور و بلور فام در آن چشمه مشکین دلش چون زن خام
میانش چو موئی بدانا شگفت که باری چو کوه سرین برگرفت
نگارین کفش چون بساغر شراب عیان کرده بس ماه نو ز آفتاب
فتاده بپا گیسوئی پر خمش که پامال سازد دل عاشقش
بگر گشته دیوانه روی خویش که زنجیر خود کرده گیسوی خویش
بآئین خود هر صباح آن پری بگلگشت آمدی در ستایش گری
سر و تن بشستی بر آن ژرف رود ستایش نمودی و گفتی درود
چو پرداخته کردی دل از کار خویش بمنزل شدی با پرستار خویش
بدیدش جوانی و شد صید او ز خود رفت و افتاد در قید او

بشد تا نظر باز گیرد ز وی دلش رفت و خاطر فتادش ز پی
بدل گفت خود را شکیبا کنم دلش گفت آهنگ صحرا کنم
نظر خواستی بستن از پیش تیر چو بستی نظر دیدیش در ضمیر
چو در خواب رفتی جمالش ببر چو بیدار گشتی خیالش بسر
بهر پهنه در جست و غافل ازین که جوشن حریرست و تیر آهنین
ازان شد که چون بی قراری کند شکیبش بغم پرده داری کند
خرد با جنون خواستی جنگها بیک حمله بگریخت فرسنگها
نمودش ولی گر غمش بر کند بجز عشق او رای دیگر زند
لگدکوب عشقش چنان کرد پست که شد خاک و بر رهگذارش نشست
بهر صبح کز خانه آن ماه شنگ بنوزش برون آمدی سوی گنگ
بهمره پرستنده و دایه اش فتاده بدنبال چون سایه اش
جوان نیز افتادی اندر پیش شدی عیش خرم بروی ویش
چو حربا که دل بسته بر مهر هور ازو کام دل جستی اما ز دور
ز بس گرم کز سوز دل آه کرد صنم را ز سوز دل آگاه کرد
ز بس شد پیاپی ز هر سو نگاه نهان در دل هم نمودند راه
ازان سو نگه گرم غارت گری وزین سو ارادت بفرمانبری
ز سوز دل و چشم خونبار او رقیبان شدند آگه از کار او
بخویشانش این قصه برداشتند همه تخم کین و دغل کاشتند
پدر مادرش یافتند آگهی پریشان شدند از مه خرگهی
پر اندیشه گشتند از کار دخت بدل هر یکی دیگ سودا بپخت
بیاران نشستند پس رای زن که چون باز دارند جان را ز تن

بگل راه بلبل ببندند چون — یکی داستان زد براین رهنمون
که در کیش ما نیست خون ریختن — نه با کس بخصمی درآویختن
من این مشکل آسان نمایم همی — خود این عقده را وا گشایم همی
ولی باید این فتنهٔ روزگار — نیاید سوی گنگ روزی سه چار
جوان چون نبیند مه خویش را — فزاید بدل رنج و تشویش را
ز هر کس ازو باز جوید همی — نشانی ز دمساز جوید همی
منش گویم آن گوهر دیریاب — فرو شد چو خورشید تابان در آب
بگنگ آمد آن آفتاب جهان — ولی اندرو غرق شد ناگهان
همه یاورانش ز غم خسته اند — بسوگ و باندوه بنشسته اند
چو این بشنود عاشق مستمند — برا و بر بسوزد دلش روز چند
چو نومید گردد ز دلدار خویش — سر خویشتن گیرد و کار خویش
چنین کرد و با آنجوان ار گفت — حدیث پریشان بدو باز گفت
شنید این سخن عاشق دردناک — نهاد از غم دوست دل بر هلاک
ز پا مین آمد و رفت هوشش ز سر — چو آمد بخود گفت با حیله گر
که آن سرو بالا بت ماه رو — کجا شد درین ژرف دریا فرو
بیا گفت کانجا نشانت دهم — نشان زان بت دلستانت دهم
نمودش بانگشت جای عمیق — که آنجا شد آن ماه پیکر غریق
جوان زود دل ناله دردناک — در آب اندر افگند خود را ز خاک
بدل آتشی بودش از سوز و درد — ز آب آتش خویش را چاره کرد
سرشکش جهانی بسیلاب داد — مکافات آن خویش بر آب داد
شدان حیله گر تا بیاران خویش — بیان کرد تاثیر دستان خویش

پریشان شد آن جمع زین ماجرا — که بر وی شد این ظلم از ما چرا
چو این قصه گفتند با شنک ماه — جهان شد بچشمش چو چشمش سیاه
بجای شد آن لعبت نازنین — که عاشق ببیناد حالی چنین
از آن غصه افتاد در پیچ پیچ — بخود برد و بیرون نیاورد هیچ
نهان عذر جست از روان حبیب — که ای یار حسرت کش بی نصیب
زهی داده جان از غم روی من — ندیده بجز اندوه در کوی من
ز چشمت و جادو مین برده خواب — بجانت دهند و مین داده تاب
بآخر ز افسوس گشتی دغل — بپایت فرو رفت خار اجل
زما با تو این حق گذاری نبود — گزی در خور راستگاری نبود
ز من هر چه داری شکایت رواست — ولی من نگردم محبت کواست
کنون هم بدین کیفر استاده ام — بنا بود خود چون تو آماده ام
ز جام تو کام مرا بهره باد — مرا شهد و بد خواه را زهر باد
سحرگاه کز چشمهٔ خاوران — شد از نور خور گنگ وادی جنان
فلک هند و آسا در آن ژرف رود — ز پیکر بشست آن سیاهی که بود
پری پیکر از خواب نوشین بجست — چگویم کجا خواب و آن چشم مست
ز شب تا سحر چشم بیدار داشت — که در دل غم فرقت یار داشت
بتن جامهٔ دلبری راست کرد — ز زیور بخویش آنچه میخواست کرد
بسی برد از عود و صندل بکار — روان شد بکشتی چو خرم بهار
بهمراه او رفت یاران همه — دل آسوده از ننگ از واهمه
رسیدند چون بر لب گنگ رود — سر و تن بشستند بهر ورود
گشاده رخ آن لعبت دلفریب — ز خویشان بپرسید حال عجیب

که آنزاندانم که سود افتاد ✢ کجا اندرین ژرف دریا فتاد

اشارت بسر کرد آن حیله گر ✢ که انجا فرو رفت شوریده سر

پری پیکر از غصه بیتاب شد ✢ ز تاب آتشی گشت و در آب شد

ز دریا در آمد درخشان گهر ✢ بدریا فرو رفت بار دگر

بسی هر کسی کرد هر جا شنا ✢ ولی شد بر آتش با آشنا

ازین بوالعجب تر در آفاق چیست ✢ که معشوق در بس عشاق زیست

زنان بین ز مردان سبق جسته اند ✢ ازین کار مردان ورق شسته اند

بلی عشق پاک این اثرها کند ✢ خبر نیها که گفتم دگرها کند

جوی بیم جان نیست عشاق را ✢ ز مردان زیان چیست عشاق را

مخوان عاشق آنرا که باشد جز این ✢ که فرق ست از دست تا آستین

تو شیرین و خسرو بعاشق مگیر ✢ نه شیرست کان نقش شد بر حریر

یکی از شکر خاطر شاد جست ✢ یکی کام شیرین ز فرهاد جست

تو این خودپسندان نابرد بار ✢ نه عاشق که از هیچ کمتر شمار

بده ساقی آن خون بازوی عشق ✢ که طبعش ز گرمی است چون خوی عشق

مگر شعله در خودپسندی زنم ✢ بمسکینی و دردمندی زنم

بیان بر عکسی جهان و ناثباتی آن و گذرانیدن خرمی و غمی و خوشی و ناخوشی هر یک توانا و ناتوان ✤✤

جهان گاه شادی و گاهی غم است ✢ همه غم همه شادمانی کم است

که آرد نژندی و گه خرمی ✢ کند گاه زخمی و گه مرهمی

بیک سینه انده بیک دل سرور ✢ بیک خانه ماتم بیک خانه سور

یکی شب فروزد ز جام شراب ✢ یکی تیره بیند بروز آفتاب

نه انده نه شادیست در دست کس ✢ غم و شادی آید ز یزدان و بس

یکی رنج نابرده بر گنج زد ✢ یکی گنج بنهاد و بر رنج زد

همه هرچه پیش آمد از خوب و زشت ✢ بدانگونه آمد که شد سرنوشت

درین انجمن خامه لرزان بود ✢ سخن هرچه آرد پریشان بود

نه آن داستانست این انجمن ✢ که خواننده را دل نسوزد بمن

که این قصه را خواند و زاری نکرد ✢ چو ابر بهار اشکباری نکرد

که با این سخن خاطری شاد داشت ✢ وگرچه دل از سنگ و پولاد داشت

که این قصه خواند که باور کند ✢ که نادیده تصدیق محشر کند

یکی داستان دارم از رستخیز ✢ بادل کارگر تر ز شمشیر تیز

ز شیراز آن رشک گلگشت حور ✢ بساط نشاط و سرای سرور

چه شیراز آنخاک مینو سرشت ✢ زمانه خزانش بهار بهشت

چه شیراز آنخاک رامش فزا ✢ همه جای شادی و عیش و نوا

چه شیراز باغی همیشه بهار ✢ هوایش ز خلد برین یادگار

نسیمی کزان روح پرور دمد ✢ تن مرده را روح دیگر دمد

گر از لای جویش کفی نقشری ✢ روان بینی از دست خود کوثری

هزاران قصور اندرو بی قصور ✢ چه قصر جنان جای غلمان و حور

همی باسمان گردن افراشتی ✢ که با آسمان همسری داشتی

ز خویش آسمان را ندیدی فزون ✢ بغیر از نکوئی و شد سرنگون

چه پرسی چگویم که این حال چیست ✢ ۲۹ سنی و نه فزون از هزار و دویست

که ماه همزبان نهم سال بود ✢ ۳ سوم عشر از ماه شوال بود

مگر هفتمین روز از هفته بود ✢ همان چهر خورشید بنهفته بود

بتشویر ازآمد یکی زلزله
جهان روز محشر شد از ولوله

زمین همچو دریا درآمد بموج
جهان غرقهٔ موج او فوج فوج

دریا همچو کشتی که بر روی آب
بیفگنده طوفانش در اضطراب

بجنبانده دست قضا مهد خاک
جهانی درآمد بخاک هلاک

چنان شد بر افلاک خاک سیاه
که شد تیره آیینهٔ مهر و ماه

فلک بر سر خاکیان خاک بیخت
زمین از تزلزل بر افلاک ریخت

ز برج و ز باره و ز ایوان و کاخ
بجا ماند دشتی همه سنگلاخ

پدر برده از یاد مهر پسر
پسر ناامید از وفای پدر

چو کودک بمادر درآویختی
ازو نام چون خصم بگریختی

فراموش کرده جلیس و ندیم
ازین امر حادث وفای قدیم

گران سنگها آمد از کُه بزیر
که برخاست از گاو و ماهی نفیر

همانا ز بس خاک عبرت شکاف
بحالش دل سنگ خارا شگاف

برافروخته شعله از هر مغاک
تنوریست گفتی بطوفان خاک

بطوفان آب از تنور آمد آب
بطوفان خاک آتش گرم تاب

شده پاره هر کوه مانند طور
ز او نار موسی نموده ظهور

بسا سنگ کز تیغ گه شد رها
فگندش زمین از تزلزل بجا

نماند از گریوه بصحرا و دشت
که با صفحهٔ دست یکسان نگشت

همان کاخ پورشه هفتمین
که بود آسمانی بروی زمین

امیر احمد آن سبط پاک رسول
چراغ هدایت بر اهل وصول

یکی طاق محراب اهل دعا
درو چرخ را پشت طاعت دوتا

چنان آمد آن طاق دخرگه بجا
که ماند آسمان تا کمرگه بخاک

فرخ وی آن موج دریای نور
کز او نور یزدان بدی در ظهور

فرو بستش آن قبه برخ نقاب
تو گفتی که شد در کسوف آفتاب

درو بود چون نازنین پیکری
مبارک نهادی نکو گوهری

هوای زمین بوسیش داشت طاق
فرود آمد و طاقتش بود طاق

دگر کاخ فرخ برادرش را
که زینت بد از فرخی عرش را

چنان کوفت بر خاک دور سپهر
که مهر از غبارش بپوشید چهر

مگر چشم اختر ضیا خواستی ÷
زخاکش فلک توتیا خواستی ÷

برآورده کاخ همایون شاه ÷
که باشد جهان را ز هر بد پناه

یکی طاق بگذشته ز اوج سپهر
ز آیینه بیغاره ماه و مهر

چنان کاخ نادیده آسیب زنگ
چنان گشت کآیینه ز آسیب سنگ

ز ارکان زمین شد ستونها نگون
که بد هر یکی آسمان را ستون

ز مسجد ز بازار و میدان و باغ
اگر جویی از چغد می جو سراغ

ز هر طاقشان مرغ کوکو زند
که کو بانی طاق تا او زند

بسا طاق کاندر مسجد فرود
که در محکمی کم ز گردون نبود

کس آن طاقها چون ببیند خراب
کی ایمن رود زیر گردون بخواب

نگون گشتن خرگه مهتران
قیاسی ست بر حالت کهتران

یکی زان میان کلبهٔ تنگ من
کز او نام من بود شد ننگ من

چنان آسمان کوفتش بر زمین
که گویی نبوده ست آن سرزمین

من اکنون نشسته ابر تل خاک
پس و پیش من نالهٔ دردناک

جگرپاره کانم جگرخواره کان
زخان و زمان گشته آوارگان

نمانده متین دفتر و خامه
کز این حالت انشا کنم نامه

شکسته قلم در سر انگشت من / سر انگشت من خامه در مشت من
پریشان ترم زانچه بودم به پیش / ز خشم زمانه فرو برده نیش
بگریم بجودیا که بر دیگرے / غم خود خورم یا غم کشوری
گرفتم برافشانم از دیده آب / کی از سیل آباد گردد خراب
نمیداند این درد را چاره کس / خدا و خداوند دانند و بس
شهنشاه فتح علی شه که باد / جهانش بفرمان فلک بر مراد
خدیوی که آرامش جان از وست / جهان بنده فرمان فرمان از وست
درخشش آسمانی ست چرخش زمین / ز جام جهان بینش مهر جرعه چین
ز دستش که ابر از عطاهاست اوست / اگر مانده بحری همان دست اوست
ز تیغش که برق و کفش میغ اوست / گجی گر بجا مانده هم تیغ اوست
نشد شست او تا به تیر افگنی / نشد پیکر چرخ پرویزنی
کجا ابر را مایه دریاستی + / اگر نه ز دستش مدد خواستی
ز عکس دلش تابش آفتاب / ز جود کفش بحر در اضطراب
جهان سایه پرورده پادشاست / براین بر سپهر و ستاره گواست
از و یکسر موی خود کم مباد / جهان چون سر موی درهم مباد
جهان شهریارا فلک چاکرا / رعیت پناها کرم گسترا
زهی از پس پاک پروردگار / نماز تو واجب ترین کار و بار
بویژه بجمع پریشان فارس / شکسته دلان سینه ریشان پارس
تو چون مایه شادی عالمی / چرا در دلی بود باید غمے
تو هستی چه ایست اختر مهر / تو یاری چرا خصم باشد سپهر
تو شاهی و ملک از تو وانگه خراب / تو ابری و گشت از تو وانگه سراب

ز حلمت مگر خاک لنگر نداشت / چرا بار ما خاکیان بر نداشت
ز شیر درشت بکاو زمین + / که خواند آیتی تا بلرزد چنین
نه یک ساله شاها که ده ساله باج / ببخشت براین بوم ویران خراج
اگر دیده بر دوزی از حال ما / سیه روز ما تیره احوال ما
اگر لطف عامت شود یار ما / زوال به است آخر کار ما
وصال این همه زار خالی که کرد / از آن به که بودش ملالی بدرد
وگرنه کیم من که گستاخ وار / نصیحت برم بر در شهریار
نصیحت بشاهان خود رای است / بهانه مرا مغز سودای است
غرض عرض حالی است بر شهریار / وگرنه مرا با فضولی چه کار
کسی را که یزدان دهد سروری / به از ما شناسد ره مهتری
خدا مهربان است بر خلق خویش / پس از وی خداوند انصاف کیش
صلاح جهان انچه باشد خدا / همان افگند در دل پادشا +
چو هر رنج آن کند شاه یزدانی است / بر او بر فزودن زنادانی است
من آن به که زاین گفته بندم نفس / سرایم دعای شهنشاه و بس
همی تا نیست تا سایه از کس جدا + / بود بر سر خلق سایه خدا +
از و خلق با بیم و امید باد / چو اصل خود این سایه جاوید باد
دلا چند ازین وحشت و ولوله / نه پیوسته خواهد بد این زلزله
بگردد از این حال چرخ نجم / باستد بارام خاک دژم
بسی بودی از روزگاران بسار / یکی روز بار روزگاران بسیار
نماند همی چرخ بر یک قرار / بهر دم دگرگون شود روزگار
زمان بدی خواهد انجام یافت / زمین خواهد از جنبش آرام یافت

دگر خاک جنبش کند چون سپهر ⁂ تو باش اندرو همچو تابنده مهر
جگرخوار کی چند بازآر دل ⁂ سراسر باندوه مسپار دل
مخور غم که دانا بود شادخوار ⁂ چو نادان نه دل پرانده مدار
ازان آتشی کز دل افروختی ⁂ جهانی درین انجمن سوختی
چو خستی کنون چاره او بساز ⁂ دل خسته را نوشدارو بساز (نام دوائی ۱۲)
یکی داستان گو که بخشد روان ⁂ ز پیروزی را و سرو جوان
سمی خداوند خیبر شکن ⁂ کو شیر دل کرد لشکر شکن
ازین داستان جان ستان بسوز ⁂ ز غیرت روان نریمان بسوز
ز بابا و ران و ز مازندران ⁂ همه کارنامه تهمتن وران
بسهراب ازین داستان تاب ده ⁂ همه داستانش فرا آب ده
ز غم جان رویین تن افگن بتاب ⁂ ز آزرم خوی ران افراسیاب
ببر زین سخن خواب خلق از هراس ⁂ که افسانه نشناسدش ناشناس
بیارای زان گونه گفتار را ⁂ که از دل برد هول پیکار را
از و مرد ترسنده گردد دلیر ⁂ دل شیر بخشد بروباه پیر
برانگشت خوانی فروزان شود ⁂ بدریا بری آب سوزان شود
گز این کار خواهی ز گفتار خویش ⁂ بجز راستگویی مکن کار خویش
بیفزا بر این داستان آنچه بود ⁂ اگرچه بر آن بود نتوان فزود
تو خود چهره از راستی برفروز ⁂ گر از رشک سوزد عدو گو بسوز
در آغاز این نامهٔ باشکوه ⁂ سخن راندم از بختیاری گروه
که برخویش آشفته گردند روز ⁂ ز ترکان گردن کش کینه توز
یکی نامور بختیاری نژاد ⁂ دلیر و هنرمند و فرخ نهاد

بتازی پدر نام او کرده شیر ⁂ بدان شیر تازی سواری دلیر
بیال و بکوپال سام سوار ⁂ همه کام او کوشش و کارزار
ز می بود ناچار مرد دلیر ⁂ بتیغش ز خون نه خود از باده سیر
برزم اندرون نیز می داشتی ⁂ مگر رزم را بزم پنداشتی
ز قومش که افزون بد از سی هزار ⁂ باو یار بد کم ز پانصد سوار
بلی پشت مردست بازوی مرد ⁂ بود شیر تنها بدشت نبرد
یل ترک شیر اوژن بختیار ⁂ شد از نامور دختری خواستار
ببرج اسد راند مهر منیر ⁂ ازان گشت نامش یل شیرگیر
سر بختیاری بد الیاس او ⁂ ستیزنده بختیاری نژاد
چو بشنید این کینه در دل فزود ⁂ که با هیچ کس راند و یکدل نبود
نهان دست با بختیاری سپرد ⁂ که بر بختیاران زند دست برد
در اندیشه تا گشت خرم بهار ⁂ زمین شد همه چشمه و مرغزار

در وصف بهار تازگی سرشت و مرغزار مانند بهشت و عزم رزم با اعدای میمون طلعت سراسر زشت

جهان شد ز پیوند اردی بهشت ⁂ دل افروز مانند باغ بهشت
شد آن شیر نر تا بآبشخورش ⁂ پس و پیش ترکان کند آورش
در اندیشهٔ دشمنانش نه بود ⁂ که جز راستی در کمانش نبود
دو روزی بر آسود از رنج راه ⁂ برامش در آن خرم آرامگاه
سوم روز ترکی بویله رسید ⁂ که بر باز و دشمن چه حیله رسید
من و چند تن ترک پرخاشخر ⁂ ز افزونی خیل و مال و حشر
ازان تا نگردیم از انبه ستوه ⁂ دو منزل براندیم پیش از گروه

همی خواست بروی کند روز دیر — به نرمی برد طعمه از چنگ شیر
یکی کوه بودی فزون تر ز قاف — که گنجینه‌اش قاف در هر شگاف
دلیران گزان داستان اندند — بنامش که ریک برخواندند
زمین زیر او از بزرگی نهان — چو مورش بگرفته اندر دهان
ز معدنش لعلی است غلطیده جهر — که بگرفته در نیمه راهش سپهر
کس از گشت بر قله‌اش راهبر — پذیریم از و آسمانی خبر
نهفت اندر آن گه زر و خواسته — شد از معدن آن کوه آراسته
چو این کوه لافید بر خود بسی — که بر من کجا دست یابد کسی
برو زانکه از چرخ اختر برد — ازین کوهساران کجا زر برد
کوترک آگاه ازین لاف شد — که شهباز سیمرغ آن قاف شد
دوباره فرستاده فرستاد و گفت — که با ما چنین عهد و پیمان رفت
مکن حیله رحم آر و بر جان خویش — مده راه سیلاب خانمان خویش
بشیران چه روباه بازی کنی — ز نامی چرا شاهبازی کنی
تو خود صعوهٔ شاهبازی مکن — گدا زادهٔ شاهبازی مکن
اگر از کهِ ریک پشتی کنی — که با نرمی من درشتی کنی
من از سم اسپان تازی نژاد — کنم خاک خاکش فشانم بباد
تو را بخت بد دست بر ما گشود — که بر ما فزود آنکه از ما ربود
چو روبه که بر شیر نخچیر برد — چو آزش سوی طعمهٔ شیر برد
سخن با تر از وی دانش بسنج — به بیهوده بر خود میفزای رنج
ازین در بسی گفتها باز گفت — فرستاده آمد بشهباز گفت
چو بشنید گفتا برو باز گو + — که آب از جو رفته ناید به جو

که از بختیاری و از جانگی — همه دور از آئین مردانگی
بر رسم شبخون بما تاختند — بیغما و کشتن به پرداختند
من و چار تن با شش و پنج نفر — باو ششش فزودیم باکر و فر
شب تیره و پاس خیل دواب — بما خصم شد چیره و کامیاب
بکشتند و بردند خیل و بنه — خبر را من آید ز شهرم یکتنه

بیان رزم و عالی همتی و جرئت مرد دلیر پر فتوت و شبخون زدن بر خصم بد انجام روباه خدیعت

بر آشفت زین گفت مرد دلیر — بغرید همچون بر آشفته شیر
بر آن شد که تنها براند سوار — بر آرد ز خصم بد اختر دمار
از آنجا که تا آن سرافراز بود — مر او را اخر دچیره بر آز بود
به یزدان نهانی دلش و شتاد — نمی رفت در کشتن بیگناه
و دیگر مبادا که غوغا شود — یکی فتنه در ملک برپا شود
کسی کو بدر بار خسرو در است — نهد تهمت مرد خسرو پرست
پدر بر پدر خدمت سالیان — ورختی شود بار و برگش زیان
بر آن شد که از خصم سرکش نخست — ز خونی و یغما کند باز جست
اگر پورسش آرد پذیرد ز روی — همان خونی و برده گیرد ز وی
وگرنه چو حجت بر او شد تمام — بکیفر کشند تیغ کین از نیام
بشهباز پیکی روان کرد زود — کز الیاس و ریایه بودی فرود
از و سر زد این کار زشت از نخست — وز آن پیچ این شاخ زشتی برست
بد اندیشی و رکیمیا دست برد — که پنهان زما بوده این دستبرد
ز خونی و یغما کنم باز جست — فرستم به پیمان و عهد درست

من آن روز پیچم نبود از غرور
که از شیر بر طعمه بردم بزور

کنون چون کشیدم بدین کوه رخت
چه اندیشم از دشمن شوربخت

ز خود بگذر و باب خود گر نیا
شود زنده با آن همه کیمیا

بدین کوهساران کجا بر شود
وگر چون عقاب آسمان پر شود

اگر روز بگذشته باز آوری
ز ر برده از بختیاری بری

مرا با تو نیز ای نبرده سوار
بدامان این که بود کارزار

به بینی دم آهنین تیغ مرا
همان کوه گردون ستیغ مرا

فرستاده کان کوه و لشکر بدید
تو گفتی ز سر هوش او بر پرید

بیامد بر آورد راز از نهفت
بسالار ترکان سراسر بگفت

که کوهیست بگذشته از اوج ماه
بر او برشدن را فرو بسته راه

ز هر سو کمرها فزون از قیاس
گز او مرغ اندیشه دارد هراس

ره از جادهٔ مور باریک تر
در او پیک وهم اندر آید بسر

بهر جا کمان برده کز وی عیان
ببالا شد از خود بپای کمان

حصاری بر آورده آنجا ز سنگ
در او صد تن از شیرمردان جنگ

ز پنجه فزون سنگ نبد از حساب
در آن کوه چون آشیان عقاب

بدامان کوه از سواران هزار
سه باره فزون از در کارزار

همه آهنین پوش و پولاد دل
ز شمشیر پولاد آهن گسل

اگر ممکنستی بدامان ظفر
محالست رفتن بر آن کوه بر

ز ترکان کسی گر بر آن کُه رود
گمانم که مریخ گردون بود

ازین داستان چهرهٔ نامدار
برافروخت همچون گل اندر بهار

بخندید و با مرد گوینده گفت
که با این عدو باید آسوده خفت

تو شیر ژیان را ز انبوه گور
مترسان که بر شیر جشن است و سور

نه بیم این نویدی است بهر پلنگ
که دشتی غزالانش آید بچنگ

اگر بیشه یکسر شود نیزه دار
ز پیکار آتش لشش یک شرار

به بینی کز آنکوه روز نبرد
چگونه برآرم بخورشید گرد

یکی بر هماگسترم پهن خوان
کنم سالها تخمه شان استخوان

بگفت این و یکسر سپه برنشاند
بجائی که بد تل افغان براند

وز آنجا دمان همچو جوشنده ریگ
سپه راند تا دامن کوه تنگ

برادر یکی داشت سالار گو
بر آن ژرف لشکر شده پیشرو

جوانی ببالای اسفندیار
جهان را بمردی از و یادگار

نیاورده همتا ولی چرخ پیر
بدامان مادر بده شیر گیر

بدامان سواری نه پرداخته
هم از کودکی رخش زین ساخته

به تن پرتوان و برخ پرز تاب
بدانسان که در برج تیر آفتاب

حریف وی از کوه خارا شدی
از آنکوه تیغش گدازا شدی

ز مهرش برادر دل افروخته
هنرهای رزمش بیاموخته

از و بود روشن دل پهلوان
چو از پهلوان دیدهٔ ایلخان

ابا نام فرخندهٔ مصطفی
که از نام او یافت گیتی صفا

جوان چون بدامان آن کُه رسید
بخورشید و روشن دلش بر دمید

نیارست در جنگ دشمن درنگ
که نام نیا برده بود تن بتنگ

نپرداخت از کینه سرو جوان
بدستوری نامور پهلوان

چو شیری که از گور بیند گله
همی کرد رخش دمان را یله

یل نامور چون برادر بدید
که مانند ببر دمان بر دمید

فرستاد چندی ز ترکان سوار — که اندیشه باید درین کارزار
یکی رای باید درین کار جنگ — که تا دامن دولت آید بچنگ
پر اندیشه باید دل پهلوان — که جلدی کند تیره روشن روان
بآسان بدین کوه همان دست نیست — بلند آسمان چون زمین پست نیست
هنوز این سخن بر لب نامدار — که آن شیر نر چیره شد بر شکار
بدشمن در آویخت چون پیل مست — یکی تیغ الماس پیکر بدست
ز تیغش همان بر سواران رسید — که از برق بر کوهساران رسید
بهر کس کز او تیغ کین آمدی — ز مغفر گذشتی بزین آمدی
زمین آسمانی پر اختر شده — همه اخترانش دو پیکر شده
بیک حمله برد دشمن نابکار — هزاری بیفزود شان بر هزار
بسی خست و بشکست و افگند و کشت — چو دشمن چنین دید بنمود پشت
چو شهباز دید آن نبرد و ستیز — همی بال جست از برای گریز
هزیمت کنان دل پر اندوه شد — ابا لشکر خود بر آن کوه شد
دلاور بهم آهنگ بالا نمود — چو آن شعله کاید بدنبال دود
سپهبد چو دید آنچنان دستبرد — شگفت و بدل نام یزدان ببرد
که جانش ز فرخ برادر فروخت — دل بدسگالان در آذر بسوخت
ابا ماند از آن برانگیخت اسپ — بپای که آمد چو آذرگشسپ
دو نیمه بفرمود گشتن گروه — چپ و راست رفتن ببالای کوه
خود آمد بر او سرو جوان — بدیدار او کرد روشن روان
همی گفت شادا روان نیا — نبیره که آسود جان نیا
خوش آن باب کز پور خرسند شد — خنک زین نهال برومند شد

خوش آن نامور کش برادر توئی — برادر توئی پشت و یاور توئی
مرا دیده روشن بروی تو باد — دو گیتی بیک تار موی تو باد
دل نامور همچو گل بشگفید — همی خواست گفتی ز شادی پرید
که چون پهلوان مهتری بیقرین — بمردیش بستود و کرد آفرین
همی گفت شادا جوان بخت تو — بگردون سر پایه تخت تو
سپاس خداوند بالا و پست — که بر من در بخشش خود نبست
بخوردی کرم برد فرخ پدر — بزرگی مرا داد روشن گهر
دو بال هما سایه بر من فگند — مرا پرورش داد و کرد ارجمند
اگر زال سیمرغ پرور شده — بمن بر هما سایه گستر شده
دو بال هما دو برادر مرا — بهر نیک و بد یار و یاور مرا
گر از باب بر من دری شد فراز — دو باب کرامت بمن گشت باز
بروی من این باب بسته مباد — جهان جز بر ایشان خجسته مباد
چنان خواهم ای سرور نیکنام — که این کارزار از من آید تمام
تو باید بدامان این کوه باش — روان خرم و دل پر اندوه باش
من اکنون پیاده برآیم بکوه — بد اندیش را سازم از جان ستوه
نخواهم که شهباز آید بلاف — که من با تهمتن شدم در مصاف
بر این گه که من امروز سامان جنگ — همی ساخت خواهم ابا این تفنگ
تفنگیش بر کتف بد پهلوان — چو بر کوهساران زدی های و هان
شدی تا دو فرسنگ آواز او — خود از نیم من بیشتر ساز او
از آنجا که آتش برافروختی — سه پانصد قدم دورتر سوختی
چو برجی بد از آهن افراخته — بسا قلعه زیر و زبر ساخته

بباز و چنان پاشنه کوفتی — گرز و مغز جنگی بر آشوفتی
شنیدم که ترکیش پر از مون — ابا بازوی همچو ران هیون
تهی کرد و دیر بست ناخسته است — همان بازوی پهلوان بسته است
تهی کرد و بر گردش آن نامدار — دران روز بیش از سه پنجاه بار
ز دامان کوه آن یل باشکوه — چو بیرون دمان کرد آهنگ کوه
گلوله بر او ریخت زان کوهسار — چو ژاله بگل برگ را ابر بهار
دران گیرودار آنچنان راهی دید — که از سنگ بر خود حصاری کشید
نشست از پس سنگ بی بدرنگ — همان اژدر شعله بارش بجنگ
تفنگی گزان کرد سنگرشکن — منش کرده ام نام سنگرشکن
بسی ریخت بندق دران مشت مشت — بهر بندقی دشمنی را بکشت
همی سنگر دشمن بدنشان — نشان کرد و شد بروی آتش فشان
چو سنگرشکن را تهی ساختی — عدو سنگری را بپرداختی
چو پرداخته کردی عدو سنگ — در و جان ترکان شدی بیدرنگ
ببالا چو آن موج دریا زدی — هم از بیم دشمن ببالا زدی
مبادا شود غرق دریای او — همین بود بالازدنهای او
چنین بیست سنگر ز دشمن گرفت — ستاره بدو مانده اندر شگفت
بناگاه فوجی ز ترکان گروه — که سالارشان گفت رفتن بکوه
جوابر بلا بر فراز آمدند — یکی سیل گشتند و باز آمدند
ببرید دشمن ز جان پاک مهر — چو دید آنچنان کینه بار سپهر
بلائی بدینسان ز بالا و زیر — هر آنکو برد جان شود دستگیر
ذری بود شان محکم اندر دره — کشیدند رخت اندر و یکسره

بیغمای ترکان ز مال خویش — ز یغمای ترکان بدادند بیش
بیغمان بپرداخت آن سرفراز — عنان را سوی دژ بپیچید باز
پیاده پس پشت آن نامدار — بیامد ز ترکان دو باره هزار
خبر شد بدشمن که آن نامور — بنگشودن در ببسته کمر
ز ن و کودک خویش بگذاشتند — لوائی هزیمت برافراشتند
درآمد بدژ پهلو رزمساز — سپهبد هم از پی سپاهش فراز
بناموس دشمن نپرداخت کس — از ایشان بیغما نمودند بس
بداندیش چون شیر دیده گله — ازان کوهسر شد بهامون یله
سپهبد چو دشمن بدانگونه یافت — بدنبال شان سوی هامون شتافت
جهان دیده پیری ز شیوا ورد — بدرخواه بر دامنش دست زد
همی گفت کای نامدار گزین — متاز از پی دشمنان بیش ازین
چو دشمن شکستی بر ایشان متاز — که کس با شکسته نشد رزمساز
چو یزدان ترا کرده بر خصم چیر — بشکرانه در خون مرد خیر خیر
مکن کاین همه ناسپاسی بود — نه مردی و یزدان شناسی بود
تو کوهی گرفتی که از هفتخوان — وز آن گاه ترا شد اندر جهان
کسی بر بلند آسمان از زمین — نکرده ست زینسان که کردی کمین
بدین گونه شد تاکنون هیچکس — نکردست آن پی رزم جستن هوس
بود تیره که از خصم کین توخته — یکی کوه بد ز آتش افروخته
بر آتش بدینسان سیاوش برفت — سیاوش بر کوه آتش برفت
سپاس از خداوند بخشنده دار — بدشمن ببخشای و منت گذار
نپذرفت مرد جوان رای پیر — بلی رای پیران بود دلپذیر

پناه

سپه را بفرمود تا باز گشت
خود آمد شکار افکنان تا بدشت

ستمها زانهمه رزم جویی نبود
چنان بد که در رزم کوهی بسود

هر آنکس که او باشد از راستان
ازین داستانست عبرت ستان

نه این بختیاری گر و هست خرد
که هستند گردان با دست برد

شهانی که بس دستگه داشتند
همه زین دلیران سپه داشتند

از اینان بسی قلعها کوفتست
بسا مغز دشمن که آشوفتست

بسی برج و بارو نگون ساخته
بسی سرکشان را زبون ساخته

ولی دیوشان آخر از راه برد
زخود بینی از راه در چاه برد

فراموششان شد خداوند ماه
کز او بود شان زور و فر جنگ و جاه

همه پیشه کردند با دشمنی
ستاوند چون دیو در رهزنی

بگشتند چون از ره راستی
بکیفر فتادند در کاستی

چو ترکان شدند از پی دین داد
از آنان گرفت و بایشان بداد

جهان بزرگی بزرگ جهان
سر مردمی افتخار مهان

خداوند دست و دل و فرهنگ
زکوهی گران تر بفرهنگ و سنگ

کز او بود شان آب و جاه
بزرگی و پیروزی و دستگاه

دو فرخ برادر رشید و پهلوان
گرانمایه و راد و روشن روان

دو چشم و دو بازوی فتح و ظفر
دو رکن بزرگی دو کان هنر

بترکان بداد و دهش رهنمون
از ایشان بد اندیش ایشان نگون

شده گرگ و شیر از ایشان همه
سگ گله و پاسبان رمه

بود هر کجا باشد آهنگشان
فراخای روی زمین تنگشان

همیشه بد ایشان قوی پشتشان
کلید در فتح در مشتشان

من این داستان بر ره باستان
از آن گفته ام تا شود داستان

که داند کسی کو خرد را حقیقت
که بتوان چنین در گفتار سفت

نگوید گوینده را تا بنیست
شناور بسی چاه کت آب نیست

بیا ساقی آن جام مستی فزا
نه مستی فزا بلکه هستی زدا

بمن ده که مستی فزاید مرا
ز دل زنگ هستی زداید مرا

بیان ناپایدار جهان سست بنیان و امتناع از صحبت ناکسان و بدل مایل بودن با هنرمندان و آمیزش با نجیبزادان

دلا بشنو از من جوانمرد باش
جوانمردی آموز و همدرد باش

زهر کس بکسل ز ناکسان
بپرداز از این ناکسان با کسان

سپنجی است گیتی چه افتی برنج
نیرزد برنج این سرای سپنج

سرایی که بگذاری و بگذری
منه دل بر او ورنه حسرت بری

ز اهل جهان راستکاری مخواه
وفاداری و حق گذاری مخواه

ازین دیو مردم وفا پروری
نیاید چو از دیو رسم پری

سپهرست بنیانش از کاستی
زپرورده گانش مجو راستی

جهان را که بینی چنین دیر پای
خردمند خواندش سپنجی سرای

زهی ناجوانمرد کز اهل آن
وفا جوید و یاری جاودان

ز شوره زمین چشمهٔ خوش نزاد
ز سوزنده آتش جز آتش نزاد

گر از اهل گیتی یکی با وفا
بیابی بدانش بجز کیمیا

که از کیمیا کس نجوید نشان
تو گر باز جستی بجایش نشان

بیا باده آزاده چون جام جست
شد آباد تر زانچه بود از نخست

بیفشان جان کهن میزبانش
ببخشید جائی ز تو میهمانش

پناه

من از رنج ره خفته رنجور وار / جوانبخت بنشستم چو رنجور وار
درستی نمانده در اعضای من / همه تب گرفته سراپای من
دل نامور پر ز تیمار بود / کز او دل ز من تن در آزار بود
مرا مهربانیش شرمنده کرد / که مهر و وفا مرد را بنده کرد
نمی خواستم دید چون درمش / شمارم همچو بخت و خرد همدمش
سخن در برش راندم از هر دری / ز خوی و ز فرهنگ هر بهتری
حدیث فتوت بیا و آمدم / که بس زان جوانمرد شاد آمدم
هنرور چو نام فتوت شنید / چو گلبن ز باد سحر بشگفید
بگفت ارچه دانم نه تنها بسست / بگو شرح این گفته با من درست
چو شمع ار تیت گرچه هستم بسوز / یکی محفل دوستان بر فروز
که دارم همه خوب گفتار تو / خوشم گرچه می جویم آزار تو
ز هر کس فتوت شنیدم بسی / ولی معنی آن نداند کسی
گمانم که آن خود مروت بود / که نیکوترین خوی و خصلت بود
بگوی انچه دانی تو در خورد و خویش / ببر از من و خویشتن درد خویش
بگفتم که ای عقل بی کم و کاست / بمان عقل را تا بگیتی بقاست
گرم شکر گوئی کرم گستریت / هنر حق بگذار هنر پروریت
خرد باب دا و را تو بهتر پسر / که بهتر پسر بهر مهتر پدر
زهی هر چه ناراستی از تو راست / سخن پیش ما لیک معنی تو راست
فتوت کهن شد تو بخشش نوئی / از یرا که جان فتوت توئی
تو بهتر ز من دانی این گفتگوی / ولیکن چگویم چه گوئی بگوی
بمعنی فتی جز جوانمرد نیست / جوانمرد را کس هم آورده نیست

جوانمرد را کس نه بسته ست دست / که خود دست نیروی خود را شکست
عدوی جوانمرد هم نفس اوست / که با خلق یار است و با خود عدوست
کشد تیغ و بر خویشتن راند همی / که جز خویش خصمی نداند همی
جفا بیند از خلق و یاری کند / ستم بیند و دوستداری کند
بخویش انچه خواهد نخواهد بکس / که با خویشتن خصمی پسندید و بس
مروت در خلد را شد کلید / ولی نقش پای فتوت ندید
مروت برافتاده دلسوزی است / خدا را بجو در رحمت آموزی است
جوانمرد خود را نه بیند به پیش / که در سعه خدا خواهد آنگه بخویش
دهد سر نه گو را بود سود و پند / که این شیوه افتاد او را پسند
نه گر سر دهد منتی بر نهد / که منت بر وا نگهی سر دهد
از یرا که تن بار رهوار اوست / سر او بر آن بار سربار اوست
نه بینی بکشتی چو دارد زیان / که ریزند بارش پی سود جان
جوانمرد نیز از ازل تا ابد / یکی بحر دانسته بی جزر و مد
بکشتی اخلاص جا ساخته / خدا را در آن ناخدا ساخته
شنیده که این کشتی دیر یاب / تباهش کند آرزوهای آب
همه آرزوها بر آمیخته / در آن ژرف دریا فرو ریخته
بکشتی و گردیده تشویش پیش / هم از آرزو یافته وان خویش
دوم باره افگنده خود را در آب / که ایمن رود کشتی او بر آب
چو از خویشتن کرده خود را جدا / گرفته در انحال دستش خدا
چو بشکسته چون خضر کشتی از / خدا کرده از کشتیش بی نیاز
که باشد در آن بحر پر اضطراب / چو ماهی در آب و چو کشتی بر آب

چه گشتی چه ماهی که دریا شده / نشده گم در اسما مسمی شده
نگشته فنا کس نگفتش فتا / فتی گشت خواهی فنا شو فنا
تو از خویش گم شو که پیدا شوی / بعین نهانی هویدا شوی
چو از سر درافگندی این کهنه دلق / همه رحم کردی بخویش و بخلق
بخویشت نباید دگر دشمنی / که افگندی از خویش ما و منی
همین نه خود از پیش برداشتی / که از خلق تشویش برداشتی
تو بر کیمیای سرشته شده ست / سگت زان بدل با فرشته شده ست
تو لاحول خواندی و دیو از تو رفت / چو دیو آن همه مکر و ریو از تو رفت
کنون از چه لاحول شد قول تو / که قوت وشته ست لاحول تو
بکف تیغ از بهر دشمن نکوست / بیفگن که دشمن کنون گشت دوست
بکف جای تیغت کنون جام به / بنه تیغ و بر جای آن جام نه
یکی جام پر باده خوشگوار / بنوش و بنوشان که شد خصم یار
طریق جوانمردی این است و بس / که با خویش برجی نیارد نفس
چو بیخویش گشت آنچه کرد از خداست / نه از خشم و کین یا نی از آز و هواست
از آن مار سیت آمد آن شاه را / که بد گوش بر حکم الله را
بپرداخت از خویشتن خانه را / که این خانه وقف است جانانه را
چو بشنید کاید شهی مؤتمن / ولایت بپرداخت از خویشتن
بشد رفت خویش از ولایت بدر / ولایت بصاحب ولایت سپرد
دگر هرچه حکم آید از پادشاست / که بر کشور خویش فرمانرواست
فتوت ببین ملک بسپردن است / صداع خود و رخت خود بردن است
تو کشور بپرداز کان شهریار / در آن ملک بخشد تو را کاروبار

که شه تاج بخش است و دریا دل است / نه در بند این ملک آب و گل است
بیک التفاتی که خسرو کند / هزاران چنین کشور از تو کند
نیازش چه باشد بویرانه ای / که عرشش بود کهترین خانه ای
چگویم که در وصف ناید فتی / فتی کیست شاهنشه هل اتی
که زر داد و سر داد در راه دوست / بدلخواه خود نی بدلخواه دوست
کسی گر هزاران درم یکدرم / ببخشد بخواهش ز اهل کرم
ببخششها اگر بحر جوئی دهد / از او جوی به گر سبوئی دهد
که در خورد سرمایه همت نکرد / فتوت ز دریا برآورد گرد
کس ار بهر ره حق دهد درهمی / گواهان شرعی نباید همی
اگر بیند آن کس که گوید خداست / گواه از چه جوید که او خود گواست
وگر می نبیند خدا نیست او / بگو این کرم نه خدا را بجو
که اول بباید خدا جوئیت / وزان پس براه خدا پوئیت
فتوت خدا جستن آمد نخست / فتی کیست آنکو خدا را بجست
چو جستی خدا بخود احسان کنی / وگر جان ببخشی نه تاوان کنی
سر و زر دهی خالی از زرق و شید / نه بر مکر بکر و نه بر شید زید
نه بخشی که این خو خلاق بود / نه والگیری احسان که زراق بود
نه بر دوست بخشی که نیکوست آن / که بر دشمنان نیز چون دوستان
وگر دشمن آید بقصد سرت / وفا بیند و لطف جان پرورت
وگر ناسپاس آرد و ناسزا / نه بیند ز تو جز به نیکی جزا

در این معنی ارم بیانی شگرف / تو بنگر به معنی نه بر صوت و حرف

بیان پدرود کردن شاهی این دنیا بی بقا و تفویض سریر از تجویز وزیر دیگری را و پس ماندن طفل صغیر بدو کمترا

بهندوستان خسروی دیده بست ۔ شه دیگر آمد بجایش نشست
وزیر قدیمش بدر بچه برد ۔ کلید ممالک بدستش سپرد
بجا ماند طفلی ز شاه قدیم ۔ بدامان مادر چو در یتیم
هم از کودکی راد و روشن روان ۔ نشان بزرگی ز چهرش عیان
نهان داشتی مادر از مردمش ۔ وز آسیب چشم بد انجمنش
نهفته چو ماه و به همچو سال ۔ بر آوردی آن شاخ نو رسته بال
چو ز آغوش مادر با و شاد شد ۔ بسان یکی سرو آزاد شد
در و هر که دیدی فرو ماندی ۔ بر او نام یزدان همی خواندی
دلبتان بشام از رخش نیمروز ۔ در او خورد سالان بدرد و بسوز
بطفلان شب عید روز عید ۔ که ممکن نبد دیدنش روز عید
ز آدینه شان دل پر از کینه بود ۔ کز او سبت شان نه آدینه بود
بر او الفت افگند پور وزیر ۔ وز او دیدگان راستی تیر
ز مهر و محبتش زان سبق شعبه بود ۔ که بر مهر ماهش سبق جسته بود
شبی با پدر گفت فرخ پسر ۔ ز احوال آن کودک بی پدر
که فرخ نهادست و والا تبار ۔ بقامت چو سرو و بعارض بهار
وزیرش فرستاد و آورد زود ۔ فزون دیدش از آنچه از وی شنود
چو دیدش وزیر آن رخ شاه فش ۔ دل خود بر خسار او کرد خوش
بر او مهر فرزند دلبند داشت ۔ چنان بد که گفتی دو فرزند داشت
به پور خودش ساخت همراه و یار ۔ بدرس و به بزم و بباغ و شکار

قضا را در آمد یکی روز جشن ۔ بدربارش از هندوان گشته گشن
بر او دستور شد پور او ۔ برسم نیایش بدستور او
بهمراه او پور شاه قدیم ۔ که همدرس او بود و یار ندیم
جوانبخت شان دید و پرسش نمود ۔ ببوسید و بنشاند و رتبت فزود
در آن انجمن بود دانش وری ۔ ز دانش فرو خواند از هر دری
برهمن چو بر روی شهزاده دید ۔ مر او را بی شاهی آماده دید
بیامد بدستور این راز گفت ۔ ندانسته و دانسته را باز گفت
چو دستور بشنود این شد غمین ۔ که شه را هواخواه بود و امین
بدل گفت باید ته گردنش ۔ که ناید زیان بر شه و بر تنش
ندانست کایزد کسی را که خواست ۔ نیازارد از وی یک سر موی کاست
بدژخیم گفت این پسر را ببر ۔ نهانیش از تن ببرد از سر
بهامون کشیدش بحیلت ز شهر ۔ بدو گفت نوشت بدل شد بزهر
چو قصاب دستور شوم اخترت ۔ بپرورد کاخر ببرد سرت
مرا گفت کارم بجانت گزند ۔ ولی چون پسندم من این ناپسند
پسر گز عوان این سخن گوش کرد ۔ بخواری بیفتاد در پای مرد
که در خون این بیگنه در مرو ۔ که مانی عذاب ابد را گرو
بمن بر ببخشای و رحمت نمای ۔ که تا بر تو بخشد برحمت خدای
بجانش ببخشود مرد عوان ۔ بریدش یک انگشت بهر نشان
بیالود پس جامه اش را بخون ۔ وز انجا روان شد بشهر اندرون
پسرکان همه خون بر فتش ز دست ۔ ز پای اندر آمد چو مدهوش مست
رئیس دهی بر پسر برگذشت ۔ چنان دیدش افتاده بیخود بدشت

بپرده بر دو بخشود بر حال او　　وز او باز پرسید احوال او
مخور گفت غم گر بلا امنی　　که بعد از خدا در پناه منی
توئی بی پدر چون منم بی پسر　　مرا تو پسر به ترا من پدر
همانا که این مرز دستور بود　　که از جان او مردمی دور بود
بهر ساله یک بار یغماگران　　ببردند از این مرز مال گران
نگشتی شه آگه ور آگه شدی　　تلافی ز دوری نه ممکن بدی
که ملک ار چه جز گلشن حور نیست　　چو از شاه دور است معمور نیست
چو دید انچنان پور آزاد بخت　　ز غیرت بخود بر بپیچید سخت
نه مردیست گفتا که همچون زنان　　نشینیم و تازد بما رهزنان
یکی اسپ و تیغ از پدر بازخواست　　که تا زد بخصم از در بازخواست
ندادش که تو خردی و خصم چیر　　بخون خود اندر مرو خیره خیر
نپذرفت شهزاده آن رای سست　　بسی گشت تا اسپ و تیغی بجست
جوانان مرز آگهی یافتند　　ابا او تنی چند بشتافتند
بدنبال خصم بد اختر شتافت　　از او رخت و یغما همه بازیافت
وز ایشان بسی بهره آورد نیز　　زر و اشتر و مال و رخت و جهیز
از ایشان بکشت و بخست و ببست　　بفیروزی آمد بجای نشست
همه اهل آن مرز شادی کنان　　پذیره شدندش ز پیر و جوان
ز یغما که آورد پور دلیر　　یکی نیمه بردند نزد وزیر
چو دستور دید آنهمه خواسته　　ستوران و اسپان آراسته
بدل گفت کاین گنج باشد نه باج　　یکی بوم ویران و چندین خراج
بپرسید و گفتند یغماست این　　که از دشمن خود کشیدیم کین

در اندیشه شد مرد ناپاک رای　　که امرز ز پرواز داز کدخدای
مکافات آن محنت و رنج را　　بگنج خود افزاید آن گنج را
بدستوری شاه دستور شوم　　دو اسپه بشد تا بدان مرز و بوم
همان مرز ویرانه آباد دید　　کشاورز را خرم و شاد دید
بسالار ده گفت بنمای راست　　که سرمایهٔ این فزونی کجاست
بپاسخ زمین را ببوسید پیر　　بگفت انچه را کرد پور دلیر
چو شهزاده را دید بشناختش　　پر اندیشه شد لیک بنواختش
بدل گفت چرخ انچه میخواست شد　　نشان برهمن همه راست شد
دگرگونه رائی بباید درست　　که تا برم از بیخ شاخی که رست
یکی نامه بنوشت گفت ای جوان　　بپور گرانمایهٔ من رسان
در ان نامه بنوشته کای پور من　　رسانندهٔ نامه را سر بزن
ملکزاده بگرفت و در ره فتاد　　همی راند در ره بکردار باد
شب آمد در شهر را بسته دید　　تن خود هم از رنج ره خسته دید
همانجا یکی باغ بود از وزیر　　ملکزاده از بار ره آمد بزیر
عنان رخش را بست بر بیخ در　　فرو خفت و خشتی دو بزیر سر
یکی دختری داشت نورس وزیر　　بر آهو فرو بسته چنگال شیر
بقامت چو سروی خرامنده بود　　شکر لعل شیرینش را بنده بود
قضا را بهمراه هم زادگان　　در ان باغ بودند عشرت کنان
سحرگه برون آمد از باغ ماه　　که بر لاله عشرت کند صبحگاه
جوانی نه ماهی بدر خفته دید　　بجیبش یکی نامه بنهفته دید
چو بگشاد و بر خواند دید آن قمر　　که خط پدر بد بخون پسر

چو روی پسر دید بیهوش شد   می صبحگاهش فراموش شد
بدل گفت باید ز تیغش رهاند   چو تیغش حمایل در آغوش خواند
تبدیل خط دستی استاد داشت   که این شیوه را از پدر یاد داشت
بهندی قریب است این دو سخن   که این را بکش یا که داماد کن
صنم وادمنشور آزاد دیش   بدل گردگشتن به داماد خویش
نهفتش بجیب جوان خواب بود   چو خورشید سر زد ز طاق کبود
رجا جست و آمد بشهر اندرون   ملکزاده با طالعی رهنمون
چو پور وزیر آگه از نامه شد   بعشرت صلا داد و هنگامه شد
باین خود سر و آزاد را   به پیوست مر شاخ شمشاد را
یکی را که فرخدای بود   بکشتن گهش کدخدائی بود
چو روزی دو بگذشت آمد وزیر   بشهر اندرون بد طبل و نفیر
سیه شد بچشمش جهان چون بدید   که داماد دختر پذیره رسید
پسر را بر خواند و دشنام داد   پسر نامه اش را بدستش نهاد
چو بگشاد آن نامه را باز خواند   فرو رفت و لختی در اندیشه ماند
بگفت ایزدی کرده را چاره نیست   بیوسف کنون چاره گرگ آهنی است
پسر را بر خواند و پرسش نمود   به تشریف و بر پایگاهش فزود
دگر هفته آن کهنه گرگ از ستیز   بیوسف کشی کرد چنگال تیز
برون بلد باز زیارت گهی   ولی گشته ویران و غار تهی
سپه سرهنگ را گفت کانجا رود   شبانگاه تا صبح دم غنوید
بشب هر که آید و گر آن ستم   کشیدش بخون کان بود و ستم
وزان پس پسر را بر خواند و گفت   که اکنون که با ما شدی یار و جفت

زیارت گهی هست نزدیک ما   که روشن کند جان تاریک ما
بباید هم امشب بدانجا روی   زیارت کنی تا سحر نغنوی
یکی طاس حلوا بهمره بری   بمسکین دهی و نیاز آوری
پدر رفت برنا و آمد برون   بکامش بد اندیش او رهنمون
شبانگه برون رفت از خانه خویش   یکی طاس حلوا نهان زیر کش
بره پور دستور آمد به پیش   بپرسید و گفتش همه حال خویش
بگفتا غریبی تو در این دیار   بجان بابا زر و طاس با من گذار
من امشب بجای تو آنجا روم   نیاز آورم تا سحر نغنوم
جوان شد جوان بخت هم باز شد   بهم خوابه تازه دمساز شد
خبر شد بدستور کان پور او   بجای پسر شد بدستور او
سراپا برهنه برون شد دوان   شد اندر پی راه پور جوان
مگر تا ز دستانش آگه کند   ازو دست تقدیر کوته کند
چو آمد شنید نذار تن بخون   بجاهی که خود کند شد سرنگون
پدر با پسر هر دو در خون طپید   جهان تا که شد این شگفتی ندید
وزین سو شه هند در خواب ناز   بگوشش دلش آمد از غیب آواز
که پدرود ساز این سرای سپنج   بدامادِ دستور ده تاج و گنج
مجرد شو و راه افلاک گیر   بچشم اندر این کاخ را خاک گیر
ملکزاده چون بخت دشمن بخواب   که شد بخت بیدار و گفتا شتاب
بدرگاه شه شو که شاهی تو راست   ازین پس ز مه تا بماهی تو راست
ملکزاده بر جست آمد بشاه   بدو شاد بسپرد تخت و کلاه
بزرگانش سر بر زمین آمدند   باواز در آفرین آمدند

نه هرکس سزاوار شاهی بود — بلی کو خدائی خدائی بود
پدر خوانده دستور را با پسر — بجستند و نامد از ایشان خبر
بسوی زیارتگه آمد شتاب — طپان دید در خون خود پور و باب
از ایشان بجز نیم جانی نبود — به تن شان تو گفتی روانی نبود
چو پیدا شد آن مکر دستور بود — که خصم خود و آفت پور بود
اگر چه از او بهره بیداد داشت — همه ناجوانمردیش یاد داشت
گذشته بدل در نیاورد مرد — بر او بر ببخشود و تیمار خورد
بدل گفت وقت جوانمردی است — نه هنگام بیداد و دل سردی است
بداد و بمن جز به نیکی نبود — بد او چه جویم چو نیکی نبود
همانجا نشست و پزشکان بجست — بدست خود آن زخمهاشان بشست
بسی خورد تیمار بهبودشان — چو بهبودشان دید بخشودشان
جوانمرد دشمن بیازرم گشت — نکشتش بشمشیر و از شرم کشت
چو خصم آنچنان دید شد یار او — بصد جان و دل شد پرستار او
شه از آنچه کو دوش [illegible] — به دستوری خویش او را نواخت
پدر خوانده را خواند و اکرام کرد — همان عز دستوریش انعام کرد
کسی کو بد خواه نیکی نمود — به نیکی رسان کار او تا چه بود
فتوت کلید در دولت است — که دولت باندازه همت است
بهشت جوانمرد هم خوی اوست — بهشتی بود هر که در کوی اوست
نمی گویمت در جهان فرد باش — جهان جوی باش و جوانمرد باش
[illegible] — بر خویش نپسند هرگز بکس
بده ساقی آن کیمیای وجود — که هر بد کند نیک و هر زشت خوب

مگر ما که از رنج بد روز زردیم — کند سرخ روی جوانمردیم

در بیان خاموشی گزیدن از گفتن سخن بباعث عدم توجهی سامعان نغز و کهن و ترغیب حضرت خضر از بسر نو در آمدن در این فن

چه خاموشی ای مرد دستان سرای — بکش نغمه تازه جان فزای
تو خاموشی و نوبهاران گذشت — برین خامشی روزگاران گذشت
جهان در گذار است بکشا نفس — که بگذشته ناید دگر باز پس
نه پیوسته شاخ آورد بید مشک — که این باغ خرم بود گاه خشک
بسی بود خواهی ز گفتن خموش — چو باشد مجالی بر آور خروش
چو در جام داری می خوشگوار — چرا رنجه داری روان از خمار
چو لوح و قلم زیر فرمان تست — سخن گوی اکنون که دوران تست
شب دوش خضرم در آمد ز در — بزانو مرا دید بنهاده سر
نه کلکم بدست و نه دفتر به پیش — نشسته چو شرمندگان پیر به پیش
بگو گفت کز چیست پروای تو — چه شد تا دگرگونه شد رای تو
نگوئی چرا قصه از هر دری — نه از شهریاری نه از دلبری
ز بزم وصالت چرا دل گرفت — دل از بزم وصلت گرفت این شگفت
از آن انجمنهای انجم فروز — بخوان تا شبی خوش بر آریم روز
ز اندرز شاهان چه داری بیار — که آشفته می بینیم این روزگار
جهانی پریشان و درهم شود — چو اندرز کار آگهان کم شود
بدو گفتم ای سالخورد جوان — که داری به نیروی دانش روان
بسی گفتم اندرز نشنفت کس — ببستم نفس تا نگویند بس
چرا لب نبندم ز گفت و شنود — که گفته زیان است و ناگفته سود

بسی رنج بردم به بهبودشان
چو دیدم برنج اندر افزودشان

ز دانش چرا بر نه بندم نفس
که نه خویش ازان سود بردم نه کس

بافتادگان گویم و نشنوند
کجا سرفرازان بدان بگروند

تو آن خسرو ترک بنگر چه گفت
در آنادم که اندرز سعدی شگفت

گدائی که مغزش ز دانش تهی است
بشاه ار نصیحت کند ز ابلهی است

چرا پند شاهان سرایم همی
در طعنه بر خود گشایم همی

خضر گفت کز گفته لب بر مبند
بمفلس در گنج گوهر مبند

نبی را که از سنگ گوهر شکست
بمردم در درج گوهر نه بست

اگر پند گوئی مشو مزد جوی
لب پند بگشای و بی مزد گوی

نه دریا که گوهر ز پایاب داد
بامیدی آن گوهر ناب داد

نه خورشید کان بر تو افشان کند
زمانه بامید رخشان کند

ز نشنیدن کس بهانه مساز
که گوشش نیوشندگانست باز

وگر نشنوند از تو اندرز و پند
بگوی و بپیچیدانش ببند

من از هند و آرم یکی داستان
سرشته در آن دانش باستان

که تباهی شدست از شهی از جوی
بگویم تو را بشنو و باز گوی

مخور غم گر این انجمن شد دراز
ازین انجمن انجمن ها بساز

چو گنج گهر بودنت گو مباش
سخن گوی و بر عالمی گنج پاش

اگر خود یکی گوهرت را نخواست
در گنج گفتار بستن خطاست

جهانی خریدار این گوهر اند
تو بگشای و بنگر که چون میبرند

داستان شاه هندوستان از زبان خضر علیه صلوات الرحمن

خضر گفت در ملک هندوستان
شهی بود کشور به نیروستان

خدیوی کرم گستر و دادگر
به نیکی ز خورشید مشهورتر

نبود از کف دست گوهر فشان
چو عنقا بهوشش ز مسکین نشان

جهانی بر آسوده از داد او
فلک بنده طبع آزاد او

دو فرزند بودش چو خورشید و ماه
سزاوار شاهی و تخت و کلاه

خردمند و دانا دل و هوشیار
هنرپیشه و راد و پرهیزگار

بفرهنگ پیش و بسال اندکی
بصورت دو اما به معنی یکی

دو چشمند گفتی که طاقند و جفت
که بی دیگری دیگری می نخفت

سر آورده چون دو دست با یکدگر
تو گفتی دو ابروست با یکدگر

چه خوش کرد یاری ز یاری سوال
چه خوشتر جواب وی اندر مقال

بگفتا برادرت به یا رفیق
بگفتا برادر نه آنگه رفیق

برادر کز او جان برادر بود
بشمشیر بران برابر بود

رفیق از بد افتد نخواهد ترا
برادر چو بد شد بکاهد ترا

مع القصه چون شه برفت از جهان
جهان نیم ازین یک شد و نیم ازان

چو رفتار هر یک بدلخواه بود
دو کشور پدید آمد ایکی شاه بود

زمانه بر این سالیان بر گذشت
که تا حال ایشان دگرگونه گشت

شبستان هر یک ز زن گشت پر
جهان پر صدف شد صدف پر ز در

چو زن شد فزون زاده افزون شود
چو افزون شود دل پر از خون شود

که هر یک ز طبع دگر زاده اند
بکین جستن خویش آماده اند

چه زن در شبستان چه خون در بدن
چو افزون شود کاهش آرد به تن

چو کار ممالک بدیشان فتاد
همه ملک ایشان پریشان فتاد

فتاده بهم هر یک از چپ و راست
که ملک بجا مانده تنها مراست

ولی هرچه از پور کهتر بدند　　ز مهتر بفرهنگ بهتر بدند
ولی با خدا آشنا داشتند　　ز انصاف گیتی بپا داشتند
چو مهتر نژادان ز کبر و منی　　گرفتند آئین آهرمنی
از ایشان خداوند بیزار شد　　ز رحمت بافتادگان یار شد
اگر سرکشیم و اگر بنده ایم　　همه کردهٔ آفرینندهٔ ایم
ولی سرکشی کار اهرمن است　　که مر آفریننده را دشمن است
سرافرازی اندر سرافگندگی است　　نشان سرافگندگی بندگیست
چو فرزند گیرد خلاف پدر　　پدر را زیانست و خود را ضرر
که مخلوق را چون چنین است کار　　کجا بنده و کو خداوندگار
چو شد ملک در پنجهٔ کهتران　　به پیچید سرپنجهٔ مهتران
بسودند سر بر سپهر بلند　　سر سرکشان شان درآمد به بند
یکی زان اسیران که در بند بود　　هشیوار مردی خردمند بود
بسی کرده بد جهد از رای راست　　که کین از میان خیزد و بر نخاست
ازیرا که با هر دو پیوند داشت　　ز هر یک جدا جان خرسند داشت
بهر یک دل از مهر افروخته　　هنرهای مردی بیاموخته
چو ناچار شد راه ایشان گذاشت　　بهمراه آنان علم بر فراشت
سرانجام بد نیک دانسته بود　　چو دانی به بیهوده بازی چه سود
خرد نیز آئینه بود و صاف　　نشد تیره زامیزش کبر و لاف
چو آئینه با زنگ جست اتصال　　چه فرقست آئینه را با سفال
کم از جسم جان ار نه گویا بود　　کم از پشک مشک ار نه بویا بود
زنا آزموده جوان درگذار　　چو پیر آزموده نه بندد بکار

ولی جمله تدبیرها گشت سست　　بی آنکه تقدیری آید درست
خردمند را نیز تدبیر بود　　ولی سخرهٔ دست تقدیر بود
به نیروی دانش بسی چاره کرد　　ولی چاره بیرون بد از دست مرد
شه آموزگارش چو در بند دید　　ز شادی بر رویش چو گل بشکفید
هم او را و هم حق او را شناخت　　بصد لابه از بندش آزاد ساخت
به پیش خودش خواند و اکرام کرد　　ز احسان رمیده دلی رام کرد
چو روشن روان دید اکرام او　　دوباره درافتاد در دام او
زمین بوسه زد گفت کای شهریار　　مبادی نژند از بد روزگار
ز چشم بدت باد اختر سپند　　بکام تو زهر جهان باد قند
بشکرانهٔ این همه آب و جاه　　یکی گنج دارم سزاوار شاه
گهرهاست در وی همه شاهوار　　بپای تهش گرد خواهم نثار
شهنش گفت محتاج گوهر نیم　　چنان دان که سالار کشور نیم
یکی بند بگشای از گنج پند　　که آن گنج جوید دل هوشمند
نه پندارم آن گنج کاندوختی　　بجز گنج دانش که آموختی
گر آن گنج داری بیا و بیار　　که آن گنج بهتر بر شهریار
بخندید دانا و بردش نماز　　که دانم نداری بگوهر نیاز
مرا نیز این گنج مقصود بود　　که این گنج مر شاه را سود بود
ولی در جهان ماندنم دیر شد　　دل از بودنم در جهان سیر شد
به تن زخمها نیز دارم چو چنگ　　که در خود نه بینم مجال درنگ
اگر مهلتی یابم از روزگار　　بگویم تو را آنچه آید بکار
تو بشنو دلا آنچه گفتند بدستان　　که بیداری آن هر دو خفتند باز

نخستین بدو گفت کای شهریار دل خود همیشه به یزدان سپار
گر از پاک یزدان فرامش کنی چراغ دل خویش خامش کنی
سحرگه چو برداری از خواب سر بنالیش پیش بر دادگر
چو بر درگه ایزدی رخ کنی بخود روز آینده فرخ کنی
درون از هر آلایشی پاک دار بر دادگر چهره بر خاک دار
که از خاکی و خاک خواهی شدن چو پاک آمدی پاک خواهی شدن
دگر مرد بیکاره را خوار دار که بیکار مردم نیاید بکار
به بیکار مردم خدا دشمن است گر اندیشه نیست اهرمن است
ندیدم به از مردم پیشه ور خداوند را بندهٔ بی ضرر
شناسد که یزدان نگهبان او کم و بیش و آمد بفرمان او
ولی داشت پیوسته خود را بکار که خویش نیست تن پرور و مفت خوار
هر آنکس که بینی بکاری سزاست اگر خود رعیت و گر پادشاست
شه و عالم و لشکر و پیشه ور همه هر یکی راست کاری دگر
بگویم ز شاهان چه باید نخست بود عهد و پیمان و گفت درست
دروغ از همه بد ز شاهان بتر کز آن عالمی راست بیم خطر
که هر پیشه را که سلطان کند رعیت بناچار نیز آن کند
اگر از رعیت زیانی رسد زیانش کجا بر جهانی رسد
ز شاهان گر آید یکی ناپسند جهانی برنج و بمحنت رسند
وگر پیشهٔ خسروان بخشش است گز این پیشه دلها بشایان خوش است
بود شه یکی چشمهٔ خوشگوار همه تشنگان گرد او از هر کنار
بجوشد چو برداری از چشمه آب وگرنه بجوشد شود چون سراب

چه باید بگل چشمه انباشتن که آبش فزاید ز برداشتن
وگر شاه را خشم کارست و مهر کز این هر دو برخاست دور سپهر
چو شه جمله خشم است غوغا شود وگر مهر بس فتنه بر پا شود
جهاندار باید بطبع جهان که گاهی بهار است و گاهی خزان
چو یکسر زمستان است پالیز نیست وگر جمله گرما بود نیز نیست
ولی بایدش خشم خندان کند که خود را نه آخر پشیمان کند
جهان دار را بیم و امید به گهی خند و گه برابر و گره
از ین هر دو چون هر یکی در محل نباشد بلک اندر افتد خلل
نباید به نرمی فزود از نخست که کاهل شمارند او را و سست
وگرنه چو بشناختندش سلیم گر آتش شود زو روند از نه بیم
وگر نیز یکسر بود خشمناک از و خلق دایم بترسند و باک
بدربار او ره نجوید کسے با و راز کشور نگوید کسی
وگر لازم آید جهان دار را که راند ز کشور تبه کار را
تبه گشت چون در تن آمیزشی بدار و ست درمان و خونریزشی
یکی چون تباهی بود خوی او ز اندرز و بیم است داروی او
وگر زین دو از سر زفتش ستیز چو خون تباه است خونش بریز
اگرچه بود خویش و پیوند و زن چو عضو تباه است او را بزن
وگر شاه را پیشه خلق نکوست که خلق نکو سازدش خلق دوست
چو شاه جهان مهربانی کند جهانی بر او جان فشانی کند
دل شاه با خلق اگر بد بود بکوشش که او دشمن خود بود
ز بر دست باز یر دستان خویش چو شد خصم شد خصم با جان خویش

که گر چرخ شان دست کینه نبست
دل ما ز سینی است در خور درست
نه ممکن بود تخم کین کاشتن
دگر کار شه در برآوردن است
سه قلعه بکار است مر شاه را
یکی زان سه سازند از آب و گل
دگر قلعه از آهن و زر کنند
سوم قلعه‌شان بندگان خدا است
گزین باره‌شان نیک محکم بود
چو زین بگذری قلعه لشکر است
چو این هر دو شه را مهیا بود
وگرنه بکو دست از انهم نشوی
وگر انچه شه را نیاید بکار
که آرد فراموشی از کار ملک
پی صید آهو چو شه رو کند
شکار شهان در کمند و سنان
حریف قمار ار نه همسر بود
شه آن به که بازی چنان آورد
به پیل و پیاده باسپ و زیر
شرابی که شه را نباشد وبال
نشاطی که در خون دشمن بود

نشینند تا او شود او زیر دست
دهد انچه گشتیم از خوب و زشت
وز او خرمن مهر بر داشتن
گزان ایمن از غارت دشمن است
پی چاره جمله بدخواه را
بپاس زن و مرد ترسنده دل
که تعبیرش از جمع لشکر کنند
که سامان بیکار ایشان دعاست
بر او دست برد کسی کم بود
که بنیان آن مرد کند آور است
سوم قلعه اش نیز برجا بود
که از آب و از گل نخست آبروی
زنا و قمار است و شرب شکار
ازو بشکند روز بازار ملک
بکو کشور اول پی آهو کند
دل دوستان به سر دشمنان
نه در خورد سالار کشور بود
که از همسران تاج و کشور برد
بپرداز از پادشاهان سیر
بود خون دشمن که بادش حلال
کجا در می صاف رخشش بود

که سالار کشور چو هشیار نیست
از آن درد و درد سر شاه و بس
که شاهد بود شاه را ساز کار
یکی هر چه کم گسترش درد سر
رنج از یک چو بگذشت رنج آورد
دل شه ز راه خرد کم مباد
که پیوند خلق است فرزند شاه
شه اندر مکین باید و ارجمند
که در خیره خندی سبکساری است
بدونان عمل دادن و دستگاه
زبون پروری آفت خسرو است
چه با دولت پادشاهی کند
دگر کار شه چیست لشکرکشی
که گر شه پی رامش از پا نشست
چو هر روز گیرد ره تازه
دو دیگر گز آرزم و تن پروری
چه خوشتر که روزی و فتحی برنج
ز ویرانه خصم دولت کشان
ز مال عدو گنج باید نهاد
ز مال رعیت چو مخزن نهند
نجوئی و دز وار شه آسان گرفت

ز احوال کشور خبردار نیست
می صاف تشنه خون بدخواه و بس
یکی زن یکی دولت پایدار
یکی هر قدر بیشش بیشش ثمر
چو کشور فزون گشت گنج آورد
نیارش بجز پیوند مردم مباد
بفرزند خوش نیست پیوند شاه
نه بسیار گوی نه بسیار خند
همه مرد را مایه خواری است
کند پایگاه بزرگی تباه
ز پرمایگان پشت دولت قوی است
چو در خانه خود تباهی کند
ندادن بکس مهلت سرکشی
بتازد بر او دشمن زیر دست
ازو هر کسی گیرد اندازه
هم او ماند از کار و هم لشکری
ز خود رنج برگیری از خصم گنج
باآبادی بوم خود برفشان
که در ملک خود گنج باید گشاد
بناکام آخر بدشمن دهند
وگر کام از آن ملک نتوان گرفت

چو بیند که زر برد و کیفر نبرد / زنش غرا گر بار دیگر نه برد
چو خر برد و بازارگان را بکشت / گر او را نکشتی جهان را بکشت
وگر شه که افزون گرفت از خراج / تو غارتگرش خوان نه دارای تاج
بکو بخت ازین ملک بیرون برند / که ده یک ز دهقانش افزون برند
چو دهقان بیفشاند تخمی که داشت / تبه گشت ریعی نکرد آنچه کاشت
بدو یک ستان کوچه خواهی ازان / که خود گشت بیچاره ده یک ستان
وگر شاه را رای زن در خور است / که از تیغ زن رای زن بهتر است
زده تن چو یک رای گشت استوار / به از تیغ شمشیر زن صد هزار
چو رای پریشان زند هر کسی / بهر یک بباید فروشد بسی
ازان هرچه شه را بخاطر نشست / ببایست بگرفت و برکار بست
ولی تا نکرده است باید نهفت / که بس راز ها یار با یار گفت
مبادا یکی زان همه انجمن / نهانی بدشمن رساند سخن
بسا راز ها در میان دو یار / کزان انجمن کرد خلقی هزار
دگر شاه باید که در هر دیار / امینی فرستد گذارش بکار
ولیکن نبایستش ایمن نشست / کز اینگونه در ملک او نیز هست
خدیوان که بودند کار آگهان / ز محرم نهفتند راز نهان
بسا محرمی کت نخود مشتگری ست / چو خوش بنگری محرم دیگری ست
من از رهبران بهش گشتم نفور / که از خشم نزدیک آید نه دور
چنین خواندم از داد گستر شهان / که شه بخش کردند خلق جهان
یکی اهل دانش دگر لشکری است / سوم هر کرا پیشه صنعتگری است
بود هر یکی پیشه را سزا / که آن دیگری را نباشد روا

ازین هر سه هر یک نکو بنگری / نباید گرفتن ره دیگری
فقیه ار کند ساز سامان جنگ / کند ملک ویران شود نام ننگ
چو ساز فقاهت کند لشکری / تبه سازد آیین دانشوری
وگر راه اینان رود پیشه ور / بخلقی زیانست و بر خود ضرر
شنیدم که در عهد نوشیروان / یکی مایه ور بود بازارگان
زر و سیم بسیار در بند او / ولی از یک افزون نه فرزند او
بسر داشت سودای کار پسر / که سودای سود ابود وش بسر
نمیخواست بازارگانی کند / که با مسکنت زندگانی کند
بدستوری پاک دستور شاه / بسلک دبیران همی جست راه
ولی دست از امید دستور شست / که کامی نه بر وفق دستور جست
چو نومید شد زان آرزوی که داشت / نشست و نظر سوی فرصت گماشت
بلی خواست بستن شه نیکبخت / که بر خلق آسان شود راه سخت
ولی خویش را باز از آن کار داشت / که زر کم بد و کار بسیار داشت
چو بازارگان روز فرصت بیافت / بدربار سلطان ایران شتافت
ز شه در پذیرفت آن مایه زر / که شاهش بخدمت پذیرد دبیر
پذیرفت سیم و نپذرفت شاه / بگفتا شود کار کشور تباه
تو خواهی که پور تو گردد دبیر / دبیر ار امین گشت گردد وزیر
چو دستوری شه کند پور تو / نپوید رهی جز بدستور تو
تو جو جو بیناشتی سیم و زر / ز خروار بخششی چه داری خبر
تو بازارگانی و از مشتری / شوی شاد آنگه که سودی بری
رعیت کجا سر بفرمان نهند / چو اندک ستانند و افزون دهند

بلی پادشاهان که سنجیده اند
بدو نیک کشور چنین دیده اند

وصال از چنین نظم همچون گهر
نثار دو آزاده بُد در نظر

دو زیبندهٔ تاج و تخت و نگین
خداوند شیراز و کرمان زمین

دو دُرّ گرانمایه از یک صدف
سپهر جلال آفتاب شرف

بفرق فلک زیب چون فرقدین
حسنعلی شاه غازی و سلطان حسین

یکی آفتابی در ایوان بزم
یکی شرزه شیری بمیدان رزم

یکی جوهر خنجرش جان گزای
یکی گوهر افسرش چرخ سای

یکی زیوری تخت جمشید را
یکی زینتی تاج خورشید را

خرد گفت رسوائی خود مخواه
کز اختر کنی زینت مهر و ماه

که گفتت گهر سوی عمان فرست
و یا ریزه زی ملک کرمان فرست

تو خود را به بیهوده رنجه مساز
که هستند زاندرز تو بی نیاز

دو آزاده کز اختر رهنمای
کتابیست هر یک ز فرهنگ و رای

تو ز آیین ایشان بشو راز جوی
چو جستی باندرز شاهان بگوی

بلی گفتم این هر دو فرزانه شاه
شنودند از بخردان رسم و راه

بآیین نیکان پذیرا شدند
بآیین نو کشور آرا شدند

کنون هر قدر پایه شان بیشتر
باندرز درویش درویش تر

نه بازارگانی که کالا خرید
همان را خرد کاندرو سود دید

متاع من از بهت ناسودمند
زیانی ندارد که واپس دهند

بیا ساقی آن سود سودائیان
که هیچش ندیدم ز سود و زیان

بده تا ز سود و زیان وا رهم
ز تشویش سودائیان وا رهم

خطاب بقلم راستی ضمیر و تنبیه برین معنی که تا از حقیقت حال پیشینیان نکند رقم و بسوی مطلوب خود توجه آرد و هر دم

بیا خامه از سر نهٔ سرکشی
مکن با چو من خاکئی آتشی

کجی را نه راستی پیشه کن
ز تیغ یل ترک اندیشه کن

سخنهای پیشینه هرگز مگوی
سخن غیر فتح سپیدز مگوی

که این رزم رزم دلیران بود
نه ناورد پیلان و شیران بود

نمیگویم از هفت خوان از گوی
ز نیروی گرد جوان بازگوی

سپیدز که گردون بگردون کشید
حصاریست گفتی خدا آفرید

تهمتن به بازارگانی گشود
وی از نیروی پهلوانی گشود

بر قصه هفت خوان را زیاد
که بگذشته هیچ است نابوده باد

اگر رستمی هفت خوانی گرفت
بزرگ زمین آسمانی گرفت

بلی آسمانی بود بر زمین
گرت نیست باور بیا و ببین

خطا گفتم این کهکشان آه اوست
بلند آسمان تا کمرگاه اوست

مگو غیر بهرام گردون نورد
ز ترکان کسی ره بگردون نکرد

که سالار ترکان حصاری گرفت
که بهرام از و مانده اندر شگفت

حصاریست سر برده بر اوج ماه
ز پیمودنش خسته پیک نگاه

هر آنکس که آسان بگردون رود
ندانم بر آن کوه پیر چون رود

نشیمن گهی بُد بر آن کوه سر
سه فرسنگ ره دور آن بیشتر

برآوازه بیاری ستاره نبود
نیارش به برج و بباره نبود

جز آن ترک یل کو برافراخت چهر
بر او از بلندی بتابید مهر

بر آن کوه سر جای اختر گی است
که رخشنده پیکان تیر وی است

براو برشدن کار هر کس نبود — اگر رفت کس غیر کرگس نبود
ازان رفت کرگس بر آن کوه سر — که بر طایر ترکشش بست پر
برآو رهزنی کرد جای نشست — نخستین بیازارگان راه بست
چو شد مایه ور گشت گردش گروه — زانبوه دزدان بر آن تیغ کوه
چو کارش از آن پایه بالا گرفت — قشند سیلی و راه صحرا گرفت
باو ارمغان آمد از هر دیار — که بخشند بر ایشان بجان زینهار
چه خوش گفت گوینده نیک رای — که بر جانش باد آفرین از خدای
سر چشمه شاید گرفتن به بیل — چو پر شد نشاید گذشتن به پیل
ز نشنیدن ناله دادخواه — بکلی طمع کرد در ملک شاه
بیور شهنشاه شد جای تنگ — نماندش در آن بوم جای درنگ
ز ری شد چو در پارس آورد رو — ز شه کس نه پرداخت بر کار او
چو نمود از وی هیچکس باز جست — قوی تر شد آن شاخ سرکش که رست
ز هر سو فراهم شد اسباب او — چنان شد که کس را نبد تاب او
بکشور ز هر سو سپه تاختی — همه کشور شه تبه ساختی
بلی هر که او را حصاری چنانست — نه ترسد ز کس گر همه آسمانست
بسی بیم و امیدش آمد ز شاه — که آید براه و نیاید براه
تهی مغز را سر پر از باده بود — وزان بیم و امید آزاده بود
چو پایان کارش ز انداز شد — همه کشور از وی پر آوازه شد
سوی نیو یل شد اشارت ز شاه — که از دیو پردازد آن جایگاه
بفرمود کان لاف خدمتگری — نخواهد بد از امتحانی بری
برادر چهارید و چون یک تنند — همه چار ارکان ملک تنند

کنون گاه مردی و جانبازی است — ز بیگانگان ملک پردازی است
همه برسپید ز کمین آورید — بلندی آسمان بر زمین آورید
بکوشید وان قلعه ویران کنید — کنام پلنگان و شیران کنید
چو فرمان سالار خواند ایلخان — بسر زد چو دامان کین بر میان
ولی چون خردمند و سنجیده بود — بکیش و بدانش پسندیده بود
نمی جست بیهوده کین توختن — چو آتش نبد کار او سوختن
بدشمن فرستاد و اندرز کرد — که شر خاست اندرز آنکه نه برد
نشد لشکر آرای باسی سوار — بدان کاو رود در ره آن نابکار
چو آمد بدر گرد لشکر شکن — بسی تلخ و شیرینش اندر سخن
پذیره شدش پیش سالار گر — سر از مغز خالی دل از کینه پر
پرستش گری را بپای ایستاد — وزان پس بلابه زبان بر گشاد
نخستین بپرسیدش از ایلخان — که چون است آن راد سرور روان
که از دور گردون مبادا نژند — گزندش مبادا ز سپهر بلند
هم از پهلو ترک پرسید باز — ز کهتر برادرش آن سرفراز
که دل را نیاز است بر چهرشان — درونم بیاکنده از مهرشان
جهان دار داند که تا زنده ام — با این و آن کمترین بنده ام
تو ای نامور پهلو کامگار — قدم رنجه کردی درین کوهسار
اگرچه مرا دیده بر راه بود — نیازم بدین چهره دلخواه بود
ولی خدمتی داشت گر پهلوان — نبایست خود رنجه کردن روان
مرا خواند بایستی نامور — که تا گردمی پای خدمت بسر
سرافراز یل گفت کرمن نکوکیش — ترا خواندمی ای نکو دیده کیش

خود آید زمی آمدم بی شکی — فرستادمی زین سواران یکی
ولی حکم شه رفته بر ایلخان — بمن زایلخان سرفراز جهان
درین خدمت ار کردمی پا زسر — زمن بندهٔ خود نبود این قدر
برادرم اگفته آن نامدار — نه از خود لفرمودهٔ شهریار
که چندیست کامد بشاه این خبر — که از راه خدمت کشیدی تو سر
همی نسپری راه خدمتگری — سر سرکشی داری و خودسری
دلیری ببازار بیچارگان — ببردی بسی مال بازارگان
ز تو رسم نامردمی تازه شد — زجور تو گیتی پر آوازه شد
اگر تهمت است این تهمت ورای — ازین کوه سر بر در داور آی
که گر تهمت است این تهمت بر کشد — وگر راست است از تو کیفر کشد
ولی گر بیایی خود آیی بشاه — زشاه ایلخانت نخواهد گناه
وگرنه منت زین دژ آرم برون — برانم ازین کوه سیلاب خون
بخندید و سبلت پر از تاب کرد — وزان پس بگفتا ای سرافراز مرد
سه سال است تا من براین کوهسر — گهی سر زمردم برم گاه زر
شهنشاه ایران بدین در گذشت — نپرسید و زین راز آگه نگشت
خبر شد زمن حکم فرمای فارس — تو گفتی ورا نیست پروای ترس
کنون ایلخان میکند باز خواست — کی اینها باین ایلچی رواست
زشاه و شهنشه مرا باک نیست — که با شاه کشور دلم پاک نیست
باین مردم و باره و بارگی — سپارم چرا دل بآوارگی
براین دژ گرا خود بود دسترس — که من دل پر اندیشه دارم زکس
تو این دژ که بینی کشیده بماه — کسی را براو بر شدن نیست راه

اگر زنده گردد دل سیستان — و با شاه تیمور گیتی ستان
وگر هرکرا باشد آهنگ من — کجا گیرد این قلعه از چنگ من
گو زابل آنروز زین دژ گشود — که سامان گیتی دگرگونه بود
نبوده ست در عهد پیشین تفنگ — که بودی دگرگونه آیین جنگ
کنون گر همه دشت رستم بود — جهان سربسر سام نیرم شود
بده تن که اندر چالاک دست — کنم هر کرا هست چون خاک پست
چو تیمور بندد میان رزم را — کشد رانده دشت خوارزم را
بر ایشان چنان آتش افشان کنم — که انبوه ایشان پریشان کنم
ولی گر کند پهلوان مهتری — از او مهتری وز ما کهتری
بکوشیم و بر خود فزایش کنیم — چرا دیگران را ستایش کنیم
زبردست گردد چرا زیر دست — شود آسمان از چه چون خاک پست
سرافراز یل کاین سخنها شنید — بپیچید و روشن دلش بردمید
ازان هیچ با سخن گفتنش — وزان بی ادب نام شه بردنش
همی دست بردی بشمشیر تیز — کز آن پیکرش را کند ریز ریز
نجود گفت زنهار خامی مکن — فرستادهٔ نا تمامی مکن
زمانه دراز است و در دست نیست — بآخر شود موسم بازجست
دگر ره بباید زلفزود پند — نیاید نگون بخت را سودمند
سوم ره بتلخی زبان بر گشاد — که ای ناجوانمرد ناپاکزاد
چه با شاه ایران کنی داوری — کز اختر مبادا ترا یاوری
ازین پشته گل چه پشتی کنی — که با شاه ایران درشتی کنی
نه اسفندیاری بر سپهر بلند — به نیروی اختر شوی شهربند

بیا یابان تو را دستگیر آورم　بخم کمندت اسیر آورم
تو خود را ازین قلعه سر در مبین　کز این توده بسیار دارد زمین
هزاران چو من شاه دارد سوار　که هر یک زند با سواری هزار
کفی خاک هر یک ازین توده خاک　اگر باز گیرند گردد مغاک
من ایدر زباندرز و پند آمدم　فرستاده گی پای بند آمدم
نبودی اگر تیغ من در نیام　زبان تو زین سان نگشتی بکام
درشتی بر مرد خسرو پرست　مکن بیش ازین تا زبانت هست
تو با ایلخان چون مدارا کنی　که با شاه کین آشکارا کنی
نه آن پهلو ترک رفت از میان　که در بندگی بودیش سالیان
همه بندگان در خسروند　چه خواهد شد از این سخن بشنوند
مرا پاس ایلی عنان گیر بود　چو نشنیدی آنرا که گفتم چه سود
کنون رزم را یکسر آماده باش　بلندی نمی خواهی افتاده باش
بیک هفته ماند اندران کوهسر　بگشت و به پیمود آن بوم و بر
بهشتم بیامد بسالار گفت　همه هر چه دید آشکار و نهفت
نبشت ایلخان بر در شهریار　ز نوجبت دستوری کارزار
که گر رای شاه است جنگ آورم　وگر نیست فرمان درنگ آورم
بهر چه از جهاندار فرمان رسد　همه گوش داریم تا آن رسد
وز این سو بداندیش بی نام و ننگ　بمکر و بحیلت برافراخت چنگ
نبشته نامه از در بندگی　فرستاد و اظهار شرمندگی
شکایت نبشته برده از ایلخان　که دارد سر سرکشی در نهان
کنون یک نظر پیش پا ننگرد　ز ایران کسی را بکس نشمرد

گر این در بیفتاد در جنگ او　چنان دان که کس نیست همسنگ او
صلاح آنچنان بینم ای شهریار　که شه داردش باز ازین گیرودار
بدست من این بوم و بر بسپرد　بدو نیکش از چشم من بنگرد
بر آوردم این رازها از نهفت　بگفتم بشاه آنچه بایست گفت
بود شوم تر نزد خسرو رای زن　وزان شوم تر دشمن راهزن
فتد پیش شه کار او با فروغ　که فرق است از راستی تا دروغ
دو فرمان رسید از در شهریار　بآن کس بگیر و بآن کش سپار
یل ترک لشکر بآن قلعه تاخت　نگین بداندیش را حلقه ساخت
ز ترکان بهمراه او شش هزار　همه گرد و جوینده کارزار
سه فرخ برادرش همراه بود　که هر یک ز جانش هواخواه بود
یکی فرخ اسپهبد راد بود　که در رزم کوهی به بنیاد بود
یلی پر دلی راد پر مایه　بفر سپهری آسمان پایه
فلک را مدار است با خنجرش　که خصم ستاره است هر گوهرش
عدو بجهد از نوک تیرش بفن　چو از پیش تیر شهاب اهرمن
کند آتش از آب تیغش حذر　که در سنگ و آهن فرو برده سر
ندانسته کان آتش آبدار　نماید ز آب و ز آتش گذار
دگر لشکر آرای پیروز جنگ　که آسوده از وی نخسپد پلنگ
جوانی ببالا چو سرو روان　تند بیر پیر و به نیرو جوان
سپهری بفر آفتابی بچهر　ببالای رخش آفتاب و سپهر
شود هم نبرد ار بچرخ کبود　زبیر آردش همچو بیشتر فرود
از اندام کش از جهد بگشاده دست　نبردی دگر دست او کس نبست

اگر دشت یکسر شود نیزه دار — درآید چو شیری که در بیشه زار
سموم شمیده فش نیو خنجر گذار — سپهبد بزرگی یل نامدار
جوانی هشیوار و راد و سترگ — بخردی تبدبیر پیران سترگ
که در چشم او رزم چون بزم بود — تو گفتی همه کام او رزم بود
یکایک ز اسباب و سامان جنگ — سنان داشتندی و تیغ و تفنگ
نه خود و سپرشان نه برگستوان — نه پروای پاس تن پهلوان
نه مغفر بسر نه بتن جوشنا — نمد پوش چون آئینه روشنا
تو گفتی که با تیغ بازی کنند — بجان باختن کارسازی کنند
بهمراه هر یک ز گردان هزار — ستیزنده با اژدر شعله بار
پس پشت شان بود سالار گرگ — یل شیردل ایلخان سترگ
دو باره هزارش بهمراه مرد — نهفته رخ ماه گردون بگرد
بلند اختری دور از چشم بد — همه تن توان و همه دل خرد
برخش اندر و تیغ در مشت او — چو چرخی مه و مهر بر پشت او
یکی گرز پولاد در چنگ داشت — که در پیش کوهی گران سنگ داشت
یکی باره برق تگ زیر ران — که بودش سر جنگ با آسمان
بدشتی سپه را همی راندند — کجا دشت رزمش همی خواندند
که آن دشت خاص از پی جنگ بود — ازان تا بگه نیم فرسنگ بود
بسالار گفتا سپهدار گرد — که این رزم را خوار نتوان شمرد
بلند آسمان ست این کوه نیست — بر او دست با پای انبوه نیست
بو تیره که کوه ست بر یکدگر — کسی را براو بر نباشد گذر
اگر کس چو آتش ببالا رود — کجا بر فسه از ثریا رود

گران سنگها در کمرگاه اوست — هلاک جهانی بهمراه اوست
کند هر یکی خصم اگر زان رها — بساید اگر پیل اگر اژدها
بهر جا توانند با جنگ رفت — برآورده آن با کج و سنگ رفت
کس ار بسپرد تا کمرگاه او — نباشد فراتر شدن راه او
بر او مرد اگر باز اگر کرکس است — یکی از هزاران برآید کس است
بدو چار راه ست باریک و تنگ — بود چار دروازه از آهنگ
سیه شیر و زرین کلاه است آن — دو دیگر شتر خواب با گلستان
همین جای لشکر فرود آوریم — ازین سرزمین بیشتر نگذریم
بهر روز بر کوه تاز آوریم — بشب دیده بنگاه باز آوریم
بپایان ببینیم تا چون شود — کرا دور اختر دگرگون شود
بپاسخ چنین گفت سالار باز — که این رزم گردد بجا بس دراز
چو ما بر زمین خصم باشد بکوه — نگردد ز پیکار هرگز ستوه
بر آن رزم اگر بگذرد سالیان — بود خصم را سود و ما را زیان
جهاندار تیمور با سی هزار — بر این گه نیارست کردن گذار
سپه چند گاهی بر این در بماند — ازان بدگز این پیشتر بر نراند
مگر بر کمرگاه جنگ آوریم — بدشمن زمانه به تنگ آوریم
اگر سنگ اگر آهن آید بسر — سپه راند با ایستمان تا کمر
کشان انجو در کمرگه بود — مگر ز ایشان دست کوته شود
و دیگر کز اینجا همی تا کو سر — نیارد گلوله بر ایشان ضرر
ولی در کمر با تفنگ و خدنگ — بر ایشان شود کار پیکار تنگ
ز ما انچه یکبارگه گردد هلاک — چو یک روز گردد تنبه نیست باک

چو صد تن بیک روز کشتن دهم ازان به که صد روز صد تن دهم

دو روز از لشکر و تن شد بباد سوم روز ترسان شود دز مخواه

سپهبد پسندید این رای و گفت که دولت نه بخشند کس را بمفت

همه هرچه گفتی درست است رای همی تا زمانه بپاید بپای

کنون هرچه گویی تو فرمان بریم بجز راه فرمان بری نسپریم

دگر روز کاین گنبد تیز گرد شبه را بدل کرد با لاجورد

بدین کوه سر شد بلند آفتاب ستاره نهان شد بزرین نقاب

سپهبد بیامد بر ایلخان زده دامن پر ولی بر میان

رخانش بهوسعید سالار ترک چنین گفت کای پهلوان سترگ

بیا خوش که فرخ بفال آمدی به بخت و بدولت همال آمدی

ز تو باد پهلوی لشکر قوی که هم پهلوان را و هم پهلوی

دگر لشکر آرای لشکر پناه میان چست بربسته آمد ز راه

دراهم بهوسعید و شاباش گفت که جانت بروشن خرد باد جفت

هرا روی تو اختر روز باد وز این اخترم روز فیروز باد

دگر کهتر این گرد مهتر نژاد بیامد بنزد برادر ستاد

بهوسعیدش هم رخ پر از آب کرد بنالید کای پاک یزدان فرد

سپاس تو چون در میان آورم مگر جای هر مو زبان آورم

که دادی شه فرخ برادر مرا بهر نیک و بد یار و یاور مرا

گر اهچو من در صباح امید شه خورشید تابان بکجا دمید

بیاران چنین گفت کامروز جنگ سراسر نه از بهر نامست و ننگ

بداندیش از مار بر شهریار سخن گفته از هر دری بیشمار

ز اندیشهٔ مرد خسرو پرست بشه باز گو نه نمود آنچه هست

اگرچه به بنمودن زشت و نیک دل خسرو آئینه هست لیک

چو زاندازه شد زشت گوی بدر ز صد گفته باشد یکی را اثر

به نیروی بدگوی زشت مرد بآئینه شاه به نشسته گرد

بکوشیم تا گرد زان گرد پاک وگر رفت با لیستمان در هلاک

دل از مهر شه باید آراستن پس آنگه ز بدخواه کین خواستن

چو یاری دهد اختر شاهمان کند چیره بر خصم بدخواهمان

بیا لیست کوشید ز انسان که شاه تو گویی نشاده است در رزمگاه

کرا دل بمهر شه آمد گرو هماره بود خسروش پیشرو

بگفتند و بر اسپ بستند زین چو دریا بجنبش در آمد زمین

سوی کوه با دار و گیر آمدند چو کوه آمد از اسپ زیر آمدند

برافروخت چون آتش جنگ شان چو آتش ببالا شد آهنگ شان

چو آن سیل شد بر فراز از نشیب بجو و بر بلند رید چرخ از نهیب

بسالار داد آگهی دیده بان که آهنگ که کرد سیلی گران

بکینه کمر بست ازان که دلیر چنان کاختر شوم ازین چرخ پیر

گران سنگها کرد از آن که رها تو گفتی که بارد ز گردون بلا

ولیکن به نیروی بخت بلند بیک تن ز ترکان نیامد گزند

به ترکان چنین گفت سالار شان چو اندازه بگرفت از کار شان

کز این سنگها کاید از کوه سر دلیران ما راست بیم خطر

گلوله بر ایشان نیارد گذار بما سنگ شان آمد از کوهسار

چنین با بنزدیک ایشان برد بیا با همه سستی آرند زور

زکوشش نبایست از پا نشست | مگر چار دروازه افتد بدست
دراین بود کز کوه سر شد یله | گروهی بیغمای گاو و گله
شبان شد بسالار آن راز گفت | زیغمای دشمن سخن باز گفت
یل نامور لشکر آرای گرد | شنید و بدندان سر انگشت برد
کز این نام بهتر بود ننگ ما | که دشمن برد یغما از جنگ ما
بهنگام سختی چو یغما کنند | در آسودگی تا چه غوغا کنند
چو با ما چنین باشد آهنگ شان | کی این دژ برون آید از چنگ شان
چو باشیم زین سان ز دشمن زبون | از و قلعهٔ او ستانیم چون
من اکنون یکی ترکتاز آورم | فزون زانچه بردند باز آورم
بگفت این و از جا برانگیخت اسپ | خروشان و جوشان چو آذر گشسپ
ز گردان بهمراه او ده سوار | برفتند شایستهٔ کارزار
رسید و همه برده واپس گرفت | روان بداندیش از و در شگفت
درختان انبوه اش از پیش بود | که آنجا کمین بداندیش بود
همی تاخت چون شیر سوی رمه | پس پشت ماند آن درختان همه
برون تاخت خصم از کمینگاه جنگ | شد آتش فشان اژدهای تفنگ
عنان داد پهلو بدامان کوه | همانجا نهان بد ز دشمن گروه
گلوله فشاندند همچون تگرگ | بلا از پس پشت و از پیش مرگ
تبه گشت از و چار اسپ و دو مرد | ز مردی ولی روی واپس نکرد
بدل گفت اگر روی واپس کنیم | تن خویش در کام کرگس کنیم
میان درختان شود کار سخت | که بارد گلوله چو برگ از درخت
که دشمن نهانست و ما آشکار | نخواهد شد از ما یکی رستگار

همان به که از پیش جنگ آوریم | ولی گر ز شمشیر جنگ آوریم
چو خصم از پس و پیش و ما در میان | ز جنگ تفنگ است ما را زیان
بگفت و برآورد تیغ از نیام | عنان داد و بر بارهٔ تیز گام
همی راند تا در میان سپاه | بسی کرد از انبوه دشمن تباه
گذر داد آن تیغ خارا شگاف | ز بر تا تهی گه ز مغفر بناف
همی تیغ راند و همی مرد کشت | چنین تا بزیمش عدو داد پشت
به تیغ از پس و پیش لشکر شگافت | ز انبوه دشمن بهامون شتافت
همی تاخت کز خصم یکسو فتاد | عنان را به پیچید و باز ایستاد
چو جست از میان پهلو رزمساز | سپاه شکسته به پیوست باز
نهنگی گذر کرد گفتی بهم | که بشگافت دریا و آمد بهم
پیمبر ز انگشت مه را شگافت | دو نیمه شد و باز با هم شتافت
چو ایمن شد از پشت لشکر پناه | به پیش سپه راند پشت سپاه
تفنگی که خواندیش لشکر شکن | بکش برد آن گرد لشکر شکن
بر ایشان بیارید همچون تگرگ | همی ریخت باد خزان خشک برگ
سپهبد شد از لشکر آرا خبر | بر اندیشه دل گشت و آسیمه سر
بشبرنگ بنشست و آمد براه | نپرداخت کاید بهمره سپاه
چنین چون خبردار گشت ایلخان | برآمد بزین تیغ کین بر میان
که بی او نبد در دل آرام شان | هم او نام شان بود و هم کام شان
سپهبد میان یلی جست گرد | همی تاخت و آمد بدشت نبرد
بشاده یکی دید و گردش هزار | همه آتش افشان برگ بهار
بجنگ اندر آورد بر آن تنگ | نبرد بر سینه خویش امید زنگ

پراکنده شده دشمن آتش فشان / وی از تیغ پر آب آتش فشان
چو خود را بر لشکر آرا رساند / ز نرگس گلبرگ جوی براند
رسید از پس پشت شان ایلخان / جهنده نوندیش در زیر ران
چو فرخ برادر بدانگونه دید / پیاده شد و در برش برکشید
دو رخسار او را ببوسید و گفت / که بی تو مبیناد بیننده خفت
سه پهلو که پهلو بر اختر زدند / بیکره بدریای لشکر زدند
بسی رزم کردند و خون ریختند / بسی خاک با خون برآمیختند
که آن کهترین گرد لشکر پناه / بهمراه لشکر بیامد ز راه
بیک حمله شان دشمن آمد ستوه / ببالا شد آن سیل کامد ز کوه
بیک موج کان ژرف دریا فگند / خس و خاک یکسر ببالا فگند
چو لشکر شکسته ایلخان گفت باز / بباید هم اکنون شدن رزم ساز
مبادا چو بالا روند این گروه / بما سخت گردد گذشتن بکوه
بگفت این و بر شد بکوه بلند / چو جوزا حمایل بگردن فگند
سپهدار با لشکر آرا بپیش / که گیرندش آسیب بر جان خویش
همان کهترین گرد مهتر نژاد / که گردون ندارد چنان گرد یاد
سپاه از پس پشت و از پیش رو / همه رزم سازان پرخاش جو
دلیران ز رزم گشته زان راه سخت / در امید و بیم از یل نیکبخت
دو گام ار شدندی بچنگال و پای / ز لغزش فرود آمدندی بجای
چو موجی که برکه ز دریا شود / زند لطمه باز بر جا شود
ز بالا همه سنگ غلطان بسر / پس پشت گرز یل نامور
نکردی کس از کوه آهنگ گشت / که بدرفتن آسانتر از بازگشت

بآسودن از هیچ بودی درنگ / همان به که آماده گردد بجنگ
بشد ابری از کوه بن تا کمر / همه برقش از زیر و باران زبر
بخاک ابر باران ز گردون بود / شگفت است چون کار وارون بود
همه سیل از که بهامون رسید / بکه رفته سیلی ز هامون که دید
چو سیل ببالا دمان باشکوه / ز خویشان روان گشته سیلی بکوه
از ایشان همه ژرف آوازه شد / ز دشمن تهی چار دروازه شد
چو دروازه بیرون شد از جنگشان / بر آنکوه سر گشت آهنگشان
شد این چار آزاده از چار سو / وز ایشان همه ژرف پر از گفتگو
نشستند هر یک بدروازهٔ / که گیرند از دشمن آوازهٔ
سپهبد سوی گلستان شد روان / که گل بود و آرایش گلستان
شتر خواب را لشکر آرا نشست / که اشتر بود صید شیران مست
سیه شیر بگرفت شیر سفید / که با شیر خر شیر کس نا امید
بزرین کمر ماند زرین کلاه / که هست آن کمر درخور این کلاه
بهمراه هر یک ز ترکان هزار / همه آزموده بکوه و شکار
چو آسوده شد لختی از دار و گیر / سپاه از دو رویه ز بالا و زیر
شبی خوش بآسودگی روز شد / سحرگه چو خور گیتی افروز شد
بر ایلخان شد سه روشن روان / بدان تا چه رای آورد پهلوان
سپهبد بگفتا دو روزه درنگ / به است از چنین خسته رفتن بجنگ
دو روزی گر آسوده ماند سپاه / ببالا بآسان توان جست راه
کز اینجا فراتر شدن راه نیست / بباید فرو رفت تا چاره چیست
نه مرد اندر آن پای تیوان نهاد / نه پران عقاب و نه گردنده باد

اگر بود مان تاکنون هم سنگ — کنون هم سنگستان با تفنگ
چو مرد رونده کند پاس خویش — نیارد یکی گام ننهاد پیش
گر از خویش بگذشت وزه بست یار — که ماند بجا تا رود بر قرار
نبینیم درین کار رای درست — درستی همه رای و فرمان تست
پذیرفت از آن نامور ایلچیان — بدو گفت کای راور و شیر و جوان
سخن هرچه گفتی همه مغز داشت — گر این که گشتن کهی نغز داشت
درین کوه اگر بهسته بودئی — که چندی در آن لشکر آسودئی
بدشمن کمر کار تنگ آمدی — بدز نیز رای بجنگ آمدی
ولیکن بما کار دشوار گشت — که جایی اندک و مرد بسیار گشت
بشد لشکر آرا به پیش گروه — که من خود به تنها روم تا بکوه
اگر وز من بماند تشویش نیست — وگرنه گرا مرگ در پیش نیست
بکوشم که این دژ در آرم بچنگ — گرم سنگ بارد و بسر یا تفنگ
همی گفت و زد بر کمر دامنش — دلیران تنی چند پیرامنش
یلی شیرگیر ایستاده دلیر — سپهبد بدو گفت کاین را بگیر
گرفتش بکش مرد روشن نهاد — جوان همچنان رو ببالا نهاد
بکهسار رو کرد خندان و خوش — همان گش بکش برده او را بکش
بشد فرخ اسپهبد از جای خویش — گرفتش کمر بند و بنشاند پیش
بگفت ای عدوی تن و جان خود — چه خواهی بجان من و جان خود
گرفتم دلیری و در آویختن — چه بگشاید از خون خود ریختن
نه این کوه رزم دلیران بود — نه کام نهنگان و شیران بود
که آسان در آئی و آسان روی — همی خون بریزی و خوش بغنوی

نه مردیست بیهوده جان باختن — محال است بر آسمان تاختن
تو ناآزموده مکن هیچ کار — خرد را بهر کار در پیش دار
نخست آزمون کن بد اندیش را — بناآزموده مزن خویش را
ور اول بجور راه گردان سپهر — وزان ایمنی جو ز کینه ماه و مهر
چو پائی بجو دیابی گردون خرام — ز صحن سرا و نه از پشت بام
مبادا گمان تو ناید درست — بزیر افتی از بام زان رای سست
فریب زمانه مخور زینهار — که بر شهد و گل نیش بسته است و خار
نگیرد زمانه ز تو انتقام — مبیندیش در زیر دانه ز دام
ره دستش شده بود هر یک ستوه — نه من سست بوده بچندین گروه
براهی که یکتن بران نگذرد — خردمند مردم کی آن ره رود
یکی آسمانی طلسم است این — گشادش بتدبیر باید زکین
براهی که اندیشه خیره بماند — به نیروی تن چون توان باره راند
بر ایشان بدین کوشش و شست روز — نشد یار مان اختر دلفروز
کنون چار ماه است تا خود سپاه — از ایشان درین دژ بود کینه خواه
شدن با چنان سختی از دشت رزم — برین کوه سرسبز را بود و بزم
کنون رزم پیش است هشیار شو — ز خواب جوانی تو بیدار شو
نه دشت است کوه است و کوهی شگرف — نه دریای آتش نه صحرای برف
نتابانی آن را چو بارنده تیغ — گدازی مر این را بتابنده تیغ
بماند ز مهتر جوان داد گوش — گرت مهتری باید اندرز نوش
گرفتند آن کوه را در میان — بکشتی هر یکی اژدهای دمان
تگرگ گلوله بر آن کوهسار — فرو ریخت از ژاله ابر بهار

چو غرنده تندر خروشان تفنگ … چو پرنده شاهین شتابان خدنگ
ازین یک هوا پر ز تیر شهاب … وزان چرخ پنهان پر عقاب
ز سرب تفنگ و ز پیکان تیر … که بارید بر وی ز بالا و زیر
سپید ز تو گفتی بجوشن شداست … یکی معدن سرب و آهن شداست
بناگاه فوجی ز ترکان گروه … که جستندی از هر طرف ره بکوه
یکی راه دیدند باریک و تنگ … در آن سخت کوه از میان دو سنگ
بزیر اندر آتش خوری ژرف داشت … کز آنکوه سرمایه از برف داشت
که چون آب گم گشتی از کوه سر … ببالا ببردندی از آبخور
گله نیز کردندی از که یله … وزان آبخور د آب خوردی گله
بیامد در آن بامداد پگاه … یکی گله با آن شبانان براه
کمین کرده ترکان برون تاختند … ببردند و گشتند و انداختند
شبانان بگشتند یکسر همه … ببردند از جنگ ایشان ره
بسالار ترکان خبر شد که آب … در آن کوه سرگشته پس تنگیاب
باین آبخورشان نیاز اوفتاد … گرهشان زناخن بکار اوفتاد
بفرمودشان بستن آن راه را … چنان چون ره چاره بدخواه را
چو دشمن چنان دید آمد ستوه … سپه راند یکسر بدان سوی کوه
کزان تابد ببر و افسون جنگ … همان آبخورشان درآید بجنگ
تهی شد ز دشمن چو این سوی کوه … سپهبد روان گشت خود با گروه
ز سوی دگر لشکر آرای گرد … برفت و بهمره تنی چند برد
همی تا که دشمن خبردار شد … که شیر دمنده بکهسار شد
ز بیمی آهن شعله بالا رسید … همی بر سرش دود سودا رسید

بگفت آب تدبیرم اکنون چه سود … که شد دود آتش بچرخ کبود
نمی آید از هفت خوان باورم … همان راند دست قضا بر سرم
همی چشمم چون اخترم باز بود … همم قلعه با چرخ انباز بود
ولیکن باین دشمن چیره دست … ستاره بنابد هم این نشست
همه زاسمان می نمودم حذر … زمینی قضا ز آسمانی بتر
نیارست گردون مراو بست … ولی بود بالاتر از دست دست
کنون بایدم بیم جان داشتن … بزنهار پاس روان داشتن
من این چار آزاده را تا کنون … بر وی بسی کرده ام آزمون
دل از سنگ هنگام کینه ست شان … ولی گاه مهر آبگینه ست شان
همی گفت و آراسته تیغ و کفن … یکی را بگردن یکی را بتن
فتیند تا بسالار ترکان رسید … بچشم ارغوان و برخ شنبلید
پر آزرم و در پیش افگنده سر … چو بید او کرد در بر داد گر
بگفت ای به نیرو چو گردان سپهر … همت دست کین همت و بسته مهر
ازین نا سپاسی کین توختن … نه بینم سزای بجز سوختن
زمن بارها تیغ سر گشتی … ندیدم ز تو رای کین گشتی
کنون نیز اگر پر گناه آمدم … مرا نام که زنهار خواه آمدم
کرم برد خواهی بر شهریار … هم امید ر بکام پلنگم سپار
که من دانم و کرده زشت خویش … که با شاه دوران چه کردم ز پیش
کرم شاه بیند بخواری کشد … دگر بخشدم شرمساری کشد
به بخشای بر جان نالان من … بدین بیگنه خرد سالان من
نکردم هر آنچ آمد از من بپیش … مکن با من آنرا که بینی ز خویش

سپهبد چو بشنید آمد بشرم
فرو ریخت از دیدگان آب گرم

بدرخواه با ایلخان گفت راز
سرافراز ازو در پذیرفت باز

نویدی سوی شه فرستاد تفت
فرستاده آمد بگفت آنچه رفت

هم از خواهشش ایلخان گفت باز
که دارو بدید بار خسرو نیاز

بپاشش خدمت کند آرزو
که شه بدکنش را ببخشد بدو

شنید این سخن شاه گیتی پناه
به بخشود بر مرد زنهار خواه

بگفتا برو ایلخان را بگو
کزین بیشتر هرچه خواهی بجو

بگو پیش شه مرد خسرو پرست
ازینها الهی رتبه اش برترست

بدست تو دادم گشاد و گره
نه بند و بخشش و بگیر و بده

در بیان فیروزی لشکر عدو کن و عذرخواهی دشمن و باج شاه ذو المنن و ازین ظفر بزم عشرت مهیا کردن

چه چندین در نامرادی زنیم
بیا تا دمی هم بشادی زنیم

نشینیم شاد و گساریم جام
در آریم سیمرغ عشرت بدام

سر زلف ساقی بدست آوریم
بنغمهای باقی شکست آوریم

بآرام دل با دلارام خویش
نشینیم و نقل و می و جام خویش

نشاید سپردن بغم خویش را
بشادی سپردن بد اندیش را

تو در جام بفکن می لعل رنگ
حسود از نخواهد بگو جام سنگ

یکی انجمن دارم از عیش و نوش
اگر بر کمار دیو شنده گوش

زنیروی اقبال و تایید بخت
وزانصاف دارای دیهیم و تخت

شه داوگر حکم فرمای فارس
بدست و بدل کشور آرای فارس

خدیوی که دست سخا پرورش
سحابیست بر مزرع کشورش

سپهری که مهر و مهش رای اوست
سپاس زمانه ز آلای اوست

چنان قدردان خسروی در جهان
ندارد ز کار آگهان کس نشان

سر دشمن و دوستش بر دراست
ولی هر یکی از ره دیگر است

یکی خواست کافر نهد سر نهاد
یکی سر نهاد آنکه افسر نهاد

کسی کش کند خدمت از راستی
گراید بافزونی از کاستی

اگر مور باشد سلیمان شود
وگر ذره مهر رخشان شود

چنان کایلخان آن خداوند تخت
گرائید زی آن خداوند تخت

بصدق و صفا خدمتش پیشه کرد
بجز ایزد از کس نه اندیشه کرد

سرش را باوج ستاره رساند
مر او را بدامادی خویش خواند

بنغزی گشایم من این راز را
بطاق فلک پنجم آواز را

چنان بد که آن سرور نامور
سرافراز بخرد پدر بر پدر

بجز اهل فرهنگ و بینش نبود
بمردیش در آفرینش نبود

بهر خدمتی نامزد ساختش
بپیرایگی پایه افراختش

همه کشور از وی پرآوازه شد
زر و کار کشور بر اندازه شد

بکاری که تدبیر در کار داشت
خود از فضل یزدان خود یار داشت

بجائی که حاجت بنیروش بود
دو فرخ برادر دو بازوش بود

یکی چون بدریای لشکر زند
بدریا تو گوئی که صرصر زند

یکی چون بگردون کمین آورد
پی رخش تا پشت زین آورد

همیشه خوش این عقل و نیرو بهم
که زیبا بود دست و بازو بهم

چو شاهش چنان مصلحت کیش دید
خلاصش بدامادی خویش دید

یکی مه که در برج ستانش بود
ز تن داده بالیک چون جانش بود

یکی نازنین دخت آزاده بخت ‌ ‌ ‌ که بد یار آن خسروانی درخت

ز چهر آفتابی جهانتاب بود ‌ ‌ ‌ بلعل اندرون در خوشاب بود

ببالا چه سروی سرافراز بود ‌ ‌ ‌ نگر سرو را میوه از ناز بود

ندیدش بگرد نقاب آفتاب ‌ ‌ ‌ وگر دیدی از شرم بستی نقاب

دو گیسوش وام ره مهر و ماه ‌ ‌ ‌ دو بادام او بی سیاهی سیاه

بعقد طوبی آن ماه حورا سرشت ‌ ‌ ‌ شبستان شاه از رخش چون بهشت

وفاپرور و مهوش و دلفریب ‌ ‌ ‌ بهشتی بعقد ایلخان را نصیب

بفرمودهٔ شهریار سترگ ‌ ‌ ‌ ببستند عقدش بسالار ترک

روان گشت کابین و جان شد جهاز ‌ ‌ ‌ که این یک دهد وان یک آرد ز بار

وزان پس چنان رفت فرمان شاه ‌ ‌ ‌ که خورشید آید سوی مهر ماه

یکی جشن بر پای کرد ایلخان ‌ ‌ ‌ که رفت از زمین طعنه بر آسمان

چراغان چنان گشت گیتی فروز ‌ ‌ ‌ که کس باز نشناخت شب را ز روز

تو گفتی قنادیل کاندر هواست ‌ ‌ ‌ بهر یک ستاره سپهری جداست

و یا مجلس از لالهای بلور ‌ ‌ ‌ بود لاله زاری بدامان طور

مشاعل زده شعله بر آسمان ‌ ‌ ‌ فلک را نجم خوشه و کهکشان

مشعبذ بس کرد هر گون شگفت ‌ ‌ ‌ فلک دست حیرت بدندان گرفت

همه چرخ گفتی گرفته شهاب ‌ ‌ ‌ شده دشمن دیو دل زان کباب

ز هم پاره کان نسترن بار شد ‌ ‌ ‌ خم آسمان نسترن زار شد

شده توپ و زنبور آتش فشان ‌ ‌ ‌ زده شعله در خرمن آسمان

بکاخ و شبستان و میدان و کوی ‌ ‌ ‌ ز شادی کران مرد و زن های و هوی

دهل بانگ برزد بچرخ برین ‌ ‌ ‌ که گر جشن خواهی ببین بر زمین

یکی مهد زرین سوی کاخ شاه ‌ ‌ ‌ ببردند و در مهد گردند ماه

دو فرخ برادرش چون شیر نر ‌ ‌ ‌ بخدمت گذاری ببسته کمر

هم از لشکری و هم از پاس عهد ‌ ‌ ‌ بشادی برقصند در زیر مهد

چو دیدند دیگر بزرگان چنین ‌ ‌ ‌ برقصند در زیر مهد گزین

چنین تا بایوان رسیدند باز ‌ ‌ ‌ همه ره بساط و همه ره نیاز

رسید ایلخان و گرفتش ز مهد ‌ ‌ ‌ بدانسان که از موم گیرند شهد

سوی منزل مشتری یافت مهر ‌ ‌ ‌ بآزادگان مهربان شد سپهر

جهان با مهان کینه از سر نهاد ‌ ‌ ‌ بجز خصمی آیین دیگر نهاد

یکی سالها منزل ماه جست ‌ ‌ ‌ سوی آفتاب فلک راه جست

ببالین رنجوری آمد طبیب ‌ ‌ ‌ به بنگاه مهجوری آمد حبیب

فسرده تنی را تن جان رسید ‌ ‌ ‌ بکام خضر آب حیوان رسید

جوان دولت آمد بکاشانه اش ‌ ‌ ‌ چراغ فلک تافت بر خانه اش

در گنجهای درم باز کرد + ‌ ‌ ‌ بشکرانه بخشیدن آغاز کرد

یکی پهن خوان کرم گسترید ‌ ‌ ‌ که تا مرغ طوبی ازو دانه چید

ز سلیش و بره آنقدر کشته شد ‌ ‌ ‌ که تا اوج جدی و حمل پشته شد

ز بس استخوان ریخت بالای هم ‌ ‌ ‌ هما در هوا پر نمودی شکم

سلیمان که جستی ز یزدان همی ‌ ‌ ‌ که روزی دهد روزی عالمی

بگستردی از پهن خوانی چنین ‌ ‌ ‌ بیکجا بشان طعمه دادی یقین

مگر بزم نزهت سرای بهشت ‌ ‌ ‌ بدل آرزوی مهمان بهشت

بهشتی صفت مرد مهمان دراو ‌ ‌ ‌ همی یافتی چیزی که کردی آرزو

هر آنکو در آن جشن خدمت نمود ‌ ‌ ‌ ورا داد و تشریف خدمت فزود

فلک دیدم و دیبه زرنگار | بگفتم تورا تا چه افتاده کار
بگفت از چه نادر خوریم و رویم | دو روزی درین عیش چرخی زدم
بدو گفتم ای چرخ تا دیرگاه | بسیر و سفر بوده سال و ماه
پس از بوستان چشم روشن تراست | تو دایه جهان طفل دامن تو راست
جهان را سراپای گردیده | بگو تا که عیشی چنین دیده
بگفت آنچه گفتی فزون دیده ام | جهان را همه در نوردیده ام
بگیتی نه شاهی چنین دیده ام | نه مهری نه ماهی چنین دیده ام
مرا تا که یزدان بگردش بخواست | ندیدم چنین عیش یزدان گواست
براین شاه باد آفرین خدای | که فرهنگ و بخشش بود رهنمای
چگویم چه در گرده بادشاست | تبه بر خسرو و ستاره گواست
همه پارس پاینده خویش کرد | یکی ملک بیگانه را خویش کرد
جهان را زخود کرد امیدوار | زهی قدردان خسرو حق گزار
جهان را پر از بیم امید کرد | بجود ملکت خویش جاوید کرد
همه خسرو یار این شاه باد | دلش خرم و جانش آگاه باد
همین پاک پیوند ایلخان | مبارک ز فر خدای جهان
چه پرسی ز تاریخش ای رازجوی | روا ز ایلخان سرافراز جوی
بگوئی که این داده دولت است | که اینها همه زاده خدمت است
به یزدان کند بنده خدمتگری | دهد مرد را آب پیغمبری
بخدمت فزای و بخدمت گرای | که خدمت بدولت بود رهنمای
چه از پاک یزدان چه سلطان او | بخدمت توان کردن از خویش شاد
بگاه و به بیگه پرستندگی | دهد مرد را فر فرخندگی

بلی بندگان را کند ناسپاس | چو نبود ملک قدر خدمت شناس
ولی چون ملک قدر خدمت شناخت | زجان نیست گر بنده جان بباخت
وفا زاید از قدردانی و بس | براین حرف انگشت بنهاد کس
اگر خسروی قدردانی کند | جهان بر درش جانفشانی کند
براین ماجرا داستانی شنو | چو بنمایمت راه پی ره مرو

خطاب مصنف با قلم مشکین شمیم و بیان داستان رنگین رقم بضرب المثل حکایت مذکوره خوشی توام

بیا خامه گفتار را در مبند | که داری زبان خامشی تا بچند
چنین چند خامش نشینی همی | سخن گوی گز دل زدائی غمی
خموشی اگر چه ره بخرد است | ولی جای گفتن خموشی بد است
بریده سری را بهانه مکن | مگو ناید از سر بریده سخن
توان سربریده زبان آوری | که از نغز گفتار جان پروری
نه سر میزنندت ز لاف و دروغ | که شمعی و زاین شمع گیرد فروغ
چو از کودکی با تو خو کرده ام | تورا بر سر دست پرورده ام
کنون خوی خرده زمین وا مگیر | سخن گوی و از من سخن در پذیر
بکف بهر پیکار دارم تورا | نه به سرکشی کار دارم تورا
گرامی خامه دل گیری از سرگذشت | تورا ایزدی خامه این بر نوشت
ستیزه مکن با خداوندگار | که در پنجه قدرت اوست کار
تو نتوانی از رای من تافت سر | چه سازد قلم در کف دادگر
گر از من شکایت کنی حق تو راست | ولی بیگناهم من ایزد گواست
من ای خامه اندر سپاس توام | نه کافر دلم حق شناس توام

که پیوسته سر بر خطم داشتی / مرا گر زمان باز نگذاشتی
گرت سر بریدم زبانم شدی / بآب بقا رهنمایم شدی
ولیکن منت ارجمندی دهم / سرت برم و سربلندی دهم
بگنجینهٔ خویش راهت دهم / فرون از فلک دستگاهت دهم
وراز دولتِ آنگریزی نژند / تنن زار و لاغر بدل دردمند
چو قدر ترا باز نشناختند / نه بر پایه ات دستگه ساختند
من اینها ترا بر سر آورده ام / که بیهوده افسوس شان خورده ام
بدین داوری با تو استاده ام / بهر کیفری داری آماده ام
یک امشب گرم سازگاری کنی / میان را به بندی و یاری کنی
یکی نغز هنگامه بر رامیت / زدل رنگ اندوه بزدایمت
بکارم روایات بوشهر را / شمارم ره کینه و مهر را
بهند آن سفر جستن خویش را / نخستین شمارم کم و بیش را
باندرز دانا نه پرداختن / زدشمن همی دوست نشناختن
بشش ماهه بودن به بندر اسیر / در آن شور و غوغا دران دار و گیر
هنر وانمودن بهر ناشناس / وزآن ناشناسان ندیدن شناس
گهر عرضه کردن بآن مشتری / کز انگشت نشناخت انگشتری
چو نشناختن ارز کالای خویش / زدل پاک شستن تمنای خویش
وگرگونه رائی بهار راستن / بگوهر فزودن ز زر کاستن
بگیتی بمانم یکی یادگار / کزاو هر کسی باز گیرد شمار
گرامی خامه این پا مردیی کنی / بهم اهیم ره نوردی کنی
ازین پس ترا قدر خواهم شناخت / گرت خوار کردم نخواهم نواخت

دلا یاوری کن بدین خامه را / مگر گوهر آگین کنی نامه را
وفا خواهی از هندکم راز گوی / زبوشهر و هنگامه اش باز گوی
ازین شکر پارسی نوش کن / شکرهای هندی فراموش کن
گزارنده راز گردان سپهر / چنین گوید از گردش ماه و مهر
که چون شد ز هجرت هزار و دویست / براو بر فزوده چهار و دویست
مرا رای آن شد که از دوستان / ببرم کنم رو به هندوستان
ازیراکه از آنگریزان بسی / با یران زمین دیدم از هر کسی
همه موبد و زیرک و هوشیار / خردمند و دانا و آموزگار
هنرور هنرمند پرور همه / به نیروی دانش توانا همه
مرا بود پیوسته اندر نظر / که چندی بابنیان برارم بسر
و دیگر کز اینان هنر پروری / متاع مرا گشته با مشتری
مع القصه بسپردم تختم شتاب / از ایرانِ ویران بهند خراب
همی من شتابان و همراه بخت / چنین تا به بندر کشیدم رخت
چه بندر یکی باغ آراسته / در و یافته انچه دل خواسته
زهر شهر چندان که کالا بدی / فراهم در او بهر سودا بدی
زهند و ز روم و ز چین و فرنگ / برهروز کالا شده راه تنگ
ولی جای تسبیح شان از فروش / بگوشم ملائک رسیدی خروش
بزرگش که دریا خداوند بود / بایدار من جانش خرسند بود
روان از دل و دست آن نامدار / دو دریای جوشان بدریا کنار
اگر هرچه بودش ز خواهنده بود / هم از رادی خواهنده شرمنده بود
بر او رشک بردند از هر گروه / چه اعراب دشت و چه الوار کوه

هر آنچ او فزودی بمهر و وفا — نیفزود شان جز بجور و جفا
بنزدیک آن مرز شهزادهٔ — بباغ شهی سرو آزادهٔ
کجا نام شهزاده تیمور بود — که از دوربینی دلش دور بود
بشیخش برآشفته کردند رای — به نیرنگ ایشان برآمد زجای
گرایان بکین از ره مهر شد — در اندیشهٔ کار بوشهر شد
ز هر سو بیامد به شیخ آگهی — نپنداشت جز ترس و ابلهی
که از خدمت شه گزیرش نبود — بشهزاده رای ستیزش نبود
شبی بود بنشسته بر خوان خویش — تنش با تنی چند مهمان به پیش
ز خشم بداختران بی خبر — ز اندیشهٔ دشمن خیره سر
که از باره غوغا برآمد بلند — که دشمن بیکباره غارت فگند
بناگاه پیکی درآمد ز راه — که اینک رسیدند شاه و سپاه
سپاهی بکین برده ز اختر گرو — ملک زاده تیمور شان پیشرو
چه فرمائی آتش بتوپ افگنیم — بر ایشان چو اهریمن آتش زنیم
ازین کار سالارشان باز داشت — همانا ولی آگه از راز داشت
همی گفت کاین راهی نبود درست — کز ایران کسی کین شاهان نجست
مبادا کز این کار نادلپسند — بجان ملک زاده آید گزند
اگرچه ملک زاده طفل است و خرد — بملک پدر چون زند دست برد
همانا کزین شاه را آگهی است — ستیزه بشاهان خود از ابلهی است
بد اندیش ما نا بشه برده راه — مرا زشت کردست در چشم شاه
مرا در بر خشم شه تاب نیست — ازین آتش خشم چاره جز آب نیست
بدریا شوم کار تا چون شود — مگر دور اختر دگرگون شود

چنین دست پور شه زور بدست — ز ایوان درآمد بدریا نشست
ور آنسو بشهر اندرون لشکری — گشوده همه دست غارتگری
شبی بود آبستن رستخیز — وز او اهرمن جسته راه گریز
شب چارده بود و تابنده مه — چراغ ره دزد تا صبح گه
فلک چون چراغ ره دزد داشت — ز دزد و گهر دامنی فرد داشت
ز شهری که کم از جهانی نبود — شبی چون سحر شد نشانی نبود
ز هر سرزمین بود کالای او — بهر سرزمین رفت یغمای او
چه مایه ز کالای بازارگان — که بردند بیمایگان رایگان
کسی را که هیچ از خوشی کم نبود — نیازش بنانی شد آن هم نبود
ز صد تن یکی را که بد یک حصیر — بر دیگران بود صاحب سریر
در آن مرز سالار شه پور شاه — بدستور خود نی بدستور شاه
وز این سو بشاه آمد این آگهی — که چون سرکشی کرد سرو سهی
امیری گزین کرد فرزانهٔ — هشیوار مردی و مردانهٔ
که کار آگه و راد و سنجیده بود — بد و نیک گیتی بسی دیده بود
مگر تا براه آورد پور شاه — به بندد ز نالهٔ داد خواه
شد آن نامور تا به بندر رسید — همه کارها را دگرگونه دید
گروهی دغل دید با پور شاه — به نیرنگ در خاطرش جسته راه
بهر راهی کانمرد بخرد زدی — ز نیرنگ ایشان دگرگون شدی
نشد چاره از گفتهٔ رهنمون — که پنهان بر او دیو خواندی فسون
چو شه یافت آگاهی از کار پور — بر اندیشه دل شد ز تیمار پور
بر خشم آمد و در نگارش روان — گرانمایه دستور با ایلچیان

دگر لشکر آرای پهلو شکار / بهمره تنی چند مردان کار
همی رفت و فیروز ریش همعنون / سه روزه ز شیراز تا کارزون
ملک زاده را آگهی شد ز شاه / یکی رای زد با سران سپاه
همی گفت این کار نادلپسند / بشورید بر ما سپهر بلند
یکی چاره باید سگالید باز / که بر ما شد آن کار کوته دراز
بسی هر یکی گفت پاسخ شگفت / بآخر یکی زانمیان باز گفت
کز این شهر باید بکهسار و دشت / برون رفت و هر کس پراگنده گشت
تو پور شهی بر تو نارد گزند / کز انگشت خود چشم خود کس نکند
ولیکن بما بر زیان آورد / اگر دست یابد زما نگذرد
تو زایدر برو تا بدربار شاه / نیاز آر و ما را ازو باز خواه
نه بندد برویت در مهر را / سپارد بدست تو بوشهر را
هر انچ از تو خواهد پدر در پذیر / چو آئی دو چندان زما باز گیر
ازین گفته آزادی خویش خواست / نبودش بکیش اندرون تیر راست
ز چنگش همیخواست بیرون جهد / مبادا که در چنگ شاهش دهد
بسی خواندان دیو آدم فریب / ازین دمدمه بردش از دل شکیب
به نیرنگ بیرون شدندش ز چنگ / نکردند تا بنگه خود درنگ
بشد پور شه تا بر شهریار / شه از مهر دادش بجان زینهار
ولی گفت از ایدر بشیراز رو / مبادا شوی خشم ما را گرو
خود آمد همی تا بدریا کنار / بدلجوئی مردم آن دیار
ز دیوان سلیمان نشان باز جست / نهانی ز هر کس همی راز جست
بشه گفت دستور صفت نهاد / که منشان بدام تو آرم چو باد

جهاندار باید ببوشهر شد / بدل خستگان بر سر مهر شد
زمین بوسه داد و شد از پیش شاه / ببوشهر شد شاه با فر و جاه
گروهی زن و مرد خواهنده دید / برهنه تن و خوار و درمانده دید
بر ایشان ببخشود و افزود مهر / فراموششان کرد کین سپهر
ز دریا خداوند بشنو سخن / که چون شد بکشتی درون با دو تن
گرامی برادرش و فرخ پسرش / نه آب و نه نان و نه رخت و نه فرش
از آن زورقش بود بیم خطر / بسی داشت کشتی ولی در سفر
در آن زورق چرخ ازو در شگفت / که دریا بزورق چسان جا گرفت
تنی کان نیاسودی اندر حریر / نیاسود خوش در پلاس و حصیر
وز آنجا که بد مرد یزدان شناس / همی داشت در دل ز یزدان سپاس
که ای بر فروزنده ماه و هور / توئی راز داننده مار و مور
اگر آب پیش آری از آتشم / چو آورده تست بادی خوشم
کهم در کف خصم کردی رها / زمانی دگر در کف اژدها
خوشم زانچه بر من روا داشتی / که با خود مرا باز نگذاشتی
کنون نیز اگر خوار اگر خسته ام / همه بر امید تو دل بسته ام
توانا تو و کار در دست تو / کیم من یکی بندهٔ پست تو
پلاس ار دهی پرنیان منست / هلاهل ز تو نوش جان منست
همی گفتی و گفت فرخ سروش / نهانی بگوشش وی از راه هوش
که چون با من افگنده کار خویش / دل آسوده بنشین ز تیمار خویش
ببین چاره کار تو چون کنم / دگرگونه را چون دگرگون کنم
ندانی چه دلها به تیمار تست / چه جانها که پیوسته در کار تست

یکی زان وصال است گر بس نیاز
در آسمان بر قضا بسته باز

مخور غم که کارت خدا ساخته است
جهانبان بکار تو پرداخته است

بلی ایزدی فره اینها کند
دری را که خود بست خود وا کند

دو هفته چنین بود دریانورد
سوم هفته نیز دانش در بار گرد

بدریا همه کشتی خویش یافت
گرفت و دمان سوی بندر شتافت

بدلجوی او فرستاد شاه
هم از تن لباس و هم از سر کلاه

ز کشتی در آورد و بنواختش
فزون زانچه بد پایگه ساختش

وز آنسو گرانمایه دستور راد
بر دشمن آمد زبان بر کشاد

همی گفت شاد باش و فرخنده ری
که دستوری شاه را می سزی

اگر در دل شه ترا راه بود
که دیریست کاین [illegible] دل شاه بود

شه این راز بیرون نداد از نهاد
بر آنم که بخت این درت بر گشاد

تو کاری کز این ها خطا کرده
جز این نیست کو را رها کرده

هم آسان شود لیکن ار بشنوی
باندرز دانا بجان بگروی

نهانی در آئی بزنهار من
ولیکن نهان داری از انجمن

من این ملک خواهم ز خسرو گرفت
نخواهم کند بر تو یک جو گرفت

گرامی پسر دارم انجا یکی
بدانش فزون و بسال اندکی

سپارم باو ملک و او را بتو
که با کس ندارم دل الا بتو

ببستند عهد و بکرد انچه گفت
کنون هم بدریا کند خورد و خفت

ولی گشته خویشتن را درود
که چه کند کو درین چه نه بود

نپذرفت از و مرد برگشته روز
طلب کرد پس لشکری کینه توز

گذشته سخن ها همه باز گفت
وزان پس بیاران دمساز گفت

گزاید رباید ببوشهر شد
دل آگاه از این کینه و مهر شد

بما گر بمهر است دور سپهر
دو روزی ز شادی فروزیم چهر

وگر نیست بر کام ما دور هور
بما هیچکس بر نیاید بزور

دگر ره ببوشهر غارت بریم
که یغمای ناورده باز آوریم

شما را ببوشهر آمدن نیست رای
بمانید تا من خود آیم بجای

وگر خود نیایم فرستم پیام
که آهخته به تیغ یا در نیام

بگفت و بشد پیش دستور شاه
دمان لشکری کشن با او براه

چو دستور آن شرف لشکر بدید
بدل کار گفتار لغو نا کشید

همه ره به پیچیدش اندر سخن
بر او تازه میکرد عهد کهن

بدو گفت باید مرا رفت پیش
بشاه آگهی داد از راز خویش

تو یکسر مبادا که آئی به شهر
جهانست و دارد بسی نوش و زهر

فرستاده من بود گر فلان
بدان کان درست است و نیکو نشان

جز او هر که آید بر و بید رنگ
چنان دان که تیر من آمد بسنگ

بگفت و بیامد بشهر اندرون
بشه گفت رازی در آمد برون

بدریا خداوند هم در نهفت
یکی راز گفت ایلچیان هم شنفت

بظاهر بر آشفت دریا خدا
که ای شاه را بر بدی رهنما

تو زانم که دستور خسرو شدی
همیشه بجان دشمن من بدی

کنون نیز با خصم من ساختی
دل از مهر من باز پرداختی

من آید ز نامم تو در کار باش
بمن خصم و با خصم من یار باش

چرا بادم با چنین حال زیست
بدریا شوم پای من بسته نیست

بگفت و در آمد بدریا نشست
جهانی ببندان گزان پشت دست

گز این پس بما عیش ناخوش کند / همه آب دریا پر آتش کند
نبفرین جهانی زبان باز کرد / درون گرم و لب پر ز آواز کرد
وزیر آن شنید و نمی گفت هیچ / ظفر خواهی از رنج رو در مپیچ
همی گفت اگر رفت وی کوبرد / من و مهر و دریا خداوند تو
بشاهش کنون عذر خواه آورم / سرش از بلندی بماه آورم
نباشد بر مرد بخرد پسند / یکی خوش دل و عالمی دردمند
بدشمن فرستاد کز جای خیز / که دریا خدا جست راه گریز
بیا تا بیابی ز شه دستگاه / دگرگونه منصب دگرگونه جاه
شنید این سخن مرد برگشته تر / روان گشت و از مرگ خود بیخبر
چو آمد به نبد شه اندر فتاد / بجایی که خود کند با سر فتاد
زمانه سراسر همه کیفر است / کس از کیفر کرده خود نرست
چو هر چه آن کنی پیشت آید همان / بدانسته بر خود میاور زیان
بکار آنچه نتوان از و بر خوری / نه حنظل نشانی و خرما بری
سخن کوته آن دیو چون شد ببند / ابا ده تن از دستیاران بند
بفرمان شه باز دریا خدی / ز دریا بدربار شه جست جای
بشاه آگهی آمد از لشکرش / وز آن در سر اندیشه افسرش
بهم بر شد و ایلخان را بخواند / سخن بادی از کار او باز راند
جبین سود بر خاک سالار نو / بگفت ار بود رای گیهان خدیو
من این رزم را خود به بندم کمر / بفر جهاندار پیروزگر
بهمره برم لشکر آرای را / ببر دازم از سرکشان جای را
بدایشان یکی ترکتاز آورم / بر شاه شان خسته باز آورم

بفر تو زین خنجر آبگون / بدریا فرستم یکی سیل خون
بندر رفت شاه و بشد نامدار / همه شب شد آماده کارزار
سر لشکرآرای در خواب بود / گرامی تنش در تب و تاب بود
بگفتا برآرد گر از خواب سر / گند رنجه آن پیکر نامور
بفرمود بر رخش بستند زین / ندادآگهی جنگ جو را از این
ز آوای اسپان و بانگ گوان / برآمد ز خواب آن سر پهلوان
یلان دید آماده کارزار / بپرسید و شد آگه از کارزار
بیاراست پیکر بسامان جنگ / روان شد پی ایلخان بیدرنگ
بیامد بنزد سپهبد رسید / برآشفت چون ایلخانش بدید
چرا گفت زینگونه رنجور تن / برزم آمدی ای گو صف شکن
کس ای پیلتن گرچه مرد تو نیست / چنین روز روز نبرد تو نیست
من امروز جای تو جنگ آورم / جهان بر بداندیش تنگ آورم
زمین بوسه زد لشکرآرای گرد / که نام مرا ننگ باید شمرد
من اینجا و زین تو بر پشت رخش / خدایا تو این جرم بر من ببخش
که من باشم و این تن نامور / کند رو بهنگامه پر خطر
بدو ایلخان گفت لرزم برین / که لرزد هنوز این تن نازنین
ز بستر که آمد به پشت کرنگ / کجا جست رنجور سامان جنگ
تو بر من ز چشمان من بهتری / کجا چشم کز جان من بهتری
تنی گرچه بجان نیاریست زیست / مرا هست از جان شکیبا ز تو نیست
کرم خواهی از خویش خشنود کرد / بستر منزل خویشتن باز گرد
بسوگند گفتش یل شیر گیر / که از من نیاز من اندر پذیر

مرا جان جز این می نیاید بکار — که سازم براه برادر نثار
بکین جوئی شیخ بهتر بود — که ما را بجای برادر بود
بدین گفته بوسید رخسار او — که بر من به بستی ره گفتگو
برفتند از نیم شب تا بروز — سحر چون برافروخت گیتی فروز
بسی ره سپردند گردنکشان — نجستند زانبوه دشمن نشان
چو شیر از پی طعمه در جستجوی — به نبگاه ایشان نهادند روی
چو لختی براندند زانسو سمند — ز پس ناگهان گشت غوغا بلند
چو دیدند خصم از پس پشت بود — درمهای کم کرده درشت بود
چنان بد که آن لشکری بی شمار — همه شب ستاده بپای حصار
همه بر امیدی که سالارشان — از ایشان سحر باز جوید نشان
سحر که بیغمای ایشان ز شهر — سوار و پیاده برفته دو بهر
بهمراه برده بسامان جنگ — همه خنجر و تیغ و توپ و تفنگ
چو دیده که آن قوم شوریده بخت — سوی نبگه خود گشادند رخت
بجای غنیمت در آن سود و زیان — غنیمت شمرده تن بی زیان
هم آنان که رو کرده سوی دیار — بره بر شده ایلخان را دوچار
سپهبد چو نزدیک ایشان رسید — یکی باره از سرب و پولاد دید
بدست اثروری هر یک آتش فشان — پس پشت خود کرده بجر دمان
تو گفتی ز دریا دلاور نهنگ — برون جسته و کرده آهنگ جنگ
گلوله فشان چون بهاران تگرگ — و یا در خزان شاخ ریزنده برگ
سپهبد همی خواست رفتن بجنگ — بزد و لشکر آرا عنانش بچنگ
مر او گفت تا رفته جانم ز تن — وگرنه زنم دشنه بر خویشتن

من اینجا شوم ایلخان رزم جو — جهانی چگوید بمن خود بگو
دو دیگر که این دستیاران مرگ — گلوله فشانند همچون تگرگ
نخستین تو را کوشش و کرّ و فر — محالست جستن بر اینان ظفر
من ایدر یکی رزم شیران کنم — نبردی بسان دلیران کنم
چو آن سرب و باروتشان کم شود — بایشان همه کار درهم شود
چو شد مایه‌شان کم برم تاختن — دریغ است بیهوده جان باختن
بگفت و بجولان درآورد اسپ — درآذر بشد هم چو آذرگشسپ
کجا بود روئین تن اسفندیار — که حیران بماند در آن کارزار
که یک چوبه از سر بر وش بنی — بآن پهلوانی و روئین تنی
جوان گرچه بودش تن نازنین — بچندین گلوله نپرداخت زین
بایشان همی شد گلوله فشان — چنان چون بلا بارد از آسمان
براو بر بیامد دو تیر از کمین — ببال کرنگ و تفر بوس زین
چو با ایزدی فره همراه بود — از او دست بدخواه کوتاه بود
چو از تیرباران دشمن برست — به تیغ سرافشان برآورد دست
بجستی بر ایشان یکی حمله کرد — تو گفتی ز دریا برآورد گرد
چنان راند الماس سیلاب خون — که شد آب دریا همه لعل گون
ز پس گشته غواص بحر ظفر — شده دامن تیغ او پر گهر
در آنخاک بس پیروان پیکرست — تو گوئی صدفهای بی گوهر است
هر آنکس که از پیش تیغش بجست — روانی بخم کمندش ببست
از ایشان تنی چند بی دست و پا — رها کرد خاص از برای خدا
براو کرد بس آفرین ایلخان — که خرسند بادی ز بخت جوان

زهی از تو بر آسمان تخت من — ز فر تو سرسبزی بخت من
دل از رنج گیتی نژندت مباد — ز چشم ستاره گزندت مباد
بیامد بر شاه فیروزمند — سر بدسگالانش اندر کمند
زن و مرد شهر اندر آمد ز جا — لبی پر ثنا و دلی پر دعا
که ای زخم تو چارهٔ درد ما — غبار سمندت ره آورد ما
مریزاد آن بازوی کینه توز — هواخواه پرور بداندیش سوز
خم اندر مبادا ببالای تو — دو بالا کند ایزد آلای تو
چو شاهش بدید آن پر و بال و سفت — بدو آفرینهای شاهانه گفت
همش بوسه زد تیغ و در بر گرفت — بگریید و خلقی همه در شگفت
بگفت ای ز فرت قوی پشت من — کلید در فتح در مشت من
سپاس جهاندار فیروزگر — که رفتی و باز آمدی بی خطر
ازین رزم یکموی ار کم شدی — چو مویت مرا روز در هم شدی
مبادا توان این بر و سفت و یال — بدین سفت و یال ایلخان گو ببال
بشکری که دیدار او دید شاد — در جهاندار رویش و خواهنده داد
همه مزد دشمن خداوند داد — گرفت و بدریا خداوند داد
همه بدسگالان بزنجیر کرد — رها کرد زنجیر در دست مرد
لقب دادش از خویشتن نایباب — سرش سود بر طارم آفتاب
بشکرانه کش چنین پایه داد — بپذرفت شیخ از جهاندار راد
که از راستی داد هر کس دهد — ز خلق آنچه بردند واپس دهد
ز رخت و زر و مال و اسپ و جهیز — بسی داد و اکنون بکار است نیز
جهانی نمود از جهاندار شاد — که او را جهان آفرین یار باد

کنون حال گوینده باید شنود — بعبرت شمرد و بحیرت فزود
که با اهل آن شهر دمساز بود — بآن رنج و اندوه انباز بود
در آندم که چون آدم از سرنوشت — بهشتی چو شیراز از دل بهشت
ز اهل وطن شد یکی انجمن — همه دل پر از حسرت و رنج من
که از آفرینندهٔ مهر و ماه — هم از فرو آرای دیهیم و گاه
همه کار تو در خور آرزوست — که روزت خوش و روزگارت نکوست
بغربت چرا بایدت ساختن — دل از آشنایان بپرداختن
ز شاه و ز دستور دانشورش — هم از ایلخان هم ز سرلشکرش
ز والی والاحسین پور شاه — ز دیگر بزرگان با آز و جاه
هر آنکو مرا جان دمساز داشت — ز هندوستان رفتنم باز داشت
ازین گفتها آتشم گشت تیز — که میل دلم بود با انگریز
کز ایشان هر آنرا که من دیده‌ام — ز خوی و ز دانش پسندیده‌ام
بویژه خداوند تیغ و قلم — گورنر این مهین مالکم
کز آندم که آمد با ایران زمین — ز ایران نبیند و جز آفرین
همه هر کرا پایه نیکو شناخت — باندازهٔ مایه شان پایه ساخت
و گر آن خردمند فرخ نهاد — هشیوار و مردانه جردلیس راد
کز ایران مرا خواستاری نمود — شنیدم که راد و جوانمرد بود
از آنم بهندوستان دل کشید — که بوی وفا و فتوت شنید
بهندر چو رفتم پس از یکدو روز — بدیدن شدن در بر مالیوز
ندیدم کسی را که بایست دید — نه زیباست زین بیش گفت و شنید
نکوئیش گوهر ور نه بود — ولیکن هنرمند پرور نه بود

مپرس از من احوال آن کهتران ⁂ از آن پس که بسر بودم از مهتران

سه مهشان ندیدم بجز یک نفس ⁂ مرا میهمانی همین بود و بس

نجود گفتم ای دل از ینها مرنج ⁂ پنج است بندر تو مرد سپنج

اگر رفت خواهی بهندوستان ⁂ بجا انچه می جوئی از دوستان

وفا گرچه در عهد ما کیمیاست ⁂ جفاجو کسی کش ز بیگانه خواست

ز شیراز چون شه بپو شهر شد ⁂ دگر ره بمن بر سر مهر شد

چه فرخ وزیر و چه راد ایلخان ⁂ بمنعم کشادند هر یک زبان

هم از شاه کرمان نوشته رسید ⁂ ز هر گون بشارت ز هر گون نوید

زوالی والا منش پور بود ⁂ هم از بهبهان پیکی آمد ز راه

تمنای یاران هندوستان ⁂ ببرید پیوندم از دوستان

ولی ماندنم شد بپو شهر دیر ⁂ که بودم گرفتار آن دار و گیر

قضا را یکی کشتی از آن دو روز ⁂ بهندوستان می شد از بالنوز

فرستاد زی من که کشتی رواست ⁂ روان شو گرت رای هندوستانست

از و مهلتی خواستم چند روز ⁂ که کارم نبودی بسامان هنوز

ازیرا که زادم در آن خندگاه ⁂ ز غوغای بندر همه شد تباه

نوشته فرستاد بار دگر ⁂ که بر ما زیانی و بر خود ضرر

سه ماهه زیان تو بر آنگریز ⁂ نیارد بدست تو بر یک پشیز

سراسر نوشته بخواندم همی ⁂ بلب نام یزدان براندم همی

بخود گفتم ای دل ازین ره بگرد ⁂ بگیتی مجو مرد و میباش فرد

فرستادمش پیش کاهی بوالوفا ⁂ ز مردی نباشد به مردم جفا

نمیرسیدت این خروش و نفیر ⁂ کرم داده یکدرم ده بگیر

مزن چنین بیجا برابروی خویش ⁂ برانکو خوردنان بازوی خویش

من اینجا نبودم چو همسایگان ⁂ که نان کسی را خورم رایگان

نه من مفت خوارم نه کش مفت ده ⁂ تو گر لب به بندی ازین گفت به

کجا ملک بخشان بنشت کشان ⁂ که در ملک از ایشان نشانها نشان

کجا نامداران با فر و جاه ⁂ نهان گنج بخشش و عیان عذر خواه

کجا آن هنرمند پرور جهان ⁂ که نام نکو خواستند از جهان

برفتند و مردی ز عالم برفت ⁂ همین نام شان بود کانهم برفت

مع القصه چون دیدم آن مرد را ⁂ چو عنقا نهان آمدم زادمی

ز هندوستان دل بپرداختم ⁂ بویرانه خویشتن ساختم

دلا ملک هندوستان دیده گیر ⁂ نسنجیده چند سنجیده گیر

مجو همچو طوطی ز شکر نشان ⁂ بایران سخن گوی و شکر فشان

ز بوشهر آهنگ شیراز کن ⁂ قناعت کن و بر شهان ناز کن

بده ساقی آن دست پرورد جم ⁂ که بر هند از ان ناز دارد عجم

شرابی بپای خرد بند از و ⁂ همه دست رنج هنرمند از و

مدبره نداری بده خلتری ⁂ که آن آفتابست و این مشتری

بده تا کنم رو بملک عجم ⁂ بنازم بکاخ فریدون و جم

که کنعان اگرچه حسد پرور است ⁂ بر یوسف از مصر فرخ‌تر است

شکوه کردن از دست زمانهٔ غدار و بی راهه رفتن این نا هنجار و نامساعدی و ابتری کار ازین روزگار بد کردار

سپهر آسیابیست گردان نگون ⁂ تن سرکشان دوره آسیا زبون

منه دل گرت هیچ رای است و هش ⁂ بر این بیوفا نام فرزند کش

درین انجمن گر بود هیچ کس … سخن های این انجمن پند بس
همی خامه گیرم ز بهر سخن … در او آتش افتد ز سر تا بین
قلم گیرم و سرکشی میکند … سنش خاکی او آتشی میکند
چرا خامه از نامه بیزار شد … دلم در سخن بیمدد کار شد
نمی بینم این خامه هم پشت خویش … قلم سازم انگشت در مشت خویش
چرا شیر طبعم چنین سرکش است … مگر در نی خامه ام آتش است
مگر طبع افسرده سرکش فتاد … که کار دروغم بآتش فتاد
چرا طبع را راهی گفتار نیست … چرا خامه را پای رفتار نیست
کجا طبع بالنده چون نوبهار … که گل خواهم و او دهد خار بار
چرا با خرد مغز بیگانه شد … چه افتاد دل را که دیوانه شد
مرا با خرد آشنائی دهید … چراغ مرا روشنائی دهید
اگر دل فگار است جان را چه بود … وگر من ملولم جهان را چه بود
اگر در دل من بتنها غمی است … فسرده چرا خاطر عالمی است
چمن را چرا روی پژمردگی است … بمرغان باغ از چه افسردگی است
چرا لاله پیمانه از کف نهاد … چرا نرگس از جام قرقف (بمعنی شراب) نهاد
چرا باغ خرم چنین گشت زرد … بجعد بنفشه شکست از چه کرد
چرا زاغ یار چکاوک شده است … چرا غنچه در دیده ناوک شده است
چرا رفت از چهرهٔ گل صفا … چرا دم فرو بست مرغ از نوا
چرا رفت آن خرمیها ز باغ … چرا نوبت از بلبل آمد بزاغ
چرا سرو بالنده از پا نشست … تدرو غزل خوان ز آواز نشست (ای خفت)
چرا بلبل از باغ دل برگرفت … چرا نسترن چادر از سر گرفت

مگر باغ مرگ جوانان شنید … که از وی چو پیران جوانی رمید
مگر سبزه از نوخطان داشت درد … که در خط شد و بر خط آورد گرد
مگر داغ سردار دارد چمن … عزای سپهدار دارد چو من
کش آرایش و رامش از باد رفت … از و هر چه بشگفت بر باد رفت
چه میگوی ای دل مزن لاف زشت … چگونه خزان ره کند در بهشت
سخنهای آشفته داری همی … همان به که دم در نیاری همی
خبرهای بد بیمت و در نهان … نهان کن که آتش زنی در جهان
دروغی شنیدی مکن راز فاش … دل ما و رخسار خود کم خراش
مگر سوگ سردار داری نهفت … که می بینمت با غم و درد جفت
مگر کان شنیده تو را باور است … کت اندر سخن سوز شاهی دیگر است
اگر گفت خواهی که سوزنده تیر … ز پای اندر آورد شیر دلیر
اگر گفت خواهی که برق جهان … ز پای اندر افگند سرو جوان
اگر گفت خواهی ز تیر تفنگ … سر آمد همی روز جنگی پلنگ
اگر گفت خواهی که برقی بتافت … بزد کوه البرز را بر شکافت
مگو گر تو اینها نخواهم شنید … ازین گفته خواهم گریبان درید
همه دیده بر راه و روزن کنند … که باز آید و دیده روشن کنند
ندارد شگون این سخن لال باش … تبه خیره گوئی نکو فال باش
اجل هر چه سنگین کند گرز را … زیان ناورد کوه البرز را
نبرده همان بهر خویش از جهان … همه آرزوهای او در نهان
ز شمشاد بالا چو سرو چگل … ز رفتار او سرو بستان خجل
تو گوئی تبه شد بدشت نبرد … زمانه چنین کینه هرگز نکرد

دلیری برآورده چرخش ببر
ازو بیشه پردخته جنگی هژبر

تنی چون یکی پارهٔ آهنین
بلای یلان در کشاد و کمین

ز تیغ و سنانش به آوردگاه
هم آسیب ماهی هم آزنگ ماه

سپه اشکنندهٔ هر کجا رو کند
جهان رامش از پشتی او کند

به بیهوده ناچیز گردد تباه
نیاید بگوش کس این گفته راه

یلی در وغا همچو شیر ژیان
که شمشیرش از پیکار دیدی زیان

دلیری تناور که در دشت کین
بپرداختی از سرکشان پشت زین

کوهی جنگجو کاندر آوردگاه
ز خون غازه بستی به رخسار ماه

نرفته به تیغ سر افشانش دست
بیفگنده شیران جنگی نشست

نرانده ز شمشیر سیلاب خون
تن او بخون غرقه افتاد چون

مگر نه شه فرخ برادرش پشت
فلک با کدامین دل او را بکشت

مگر خنجر ایلخان در نیام
که خصم بد اختر شود شادکام

مگر تیغ اسپهبدی در غلاف
که دشمن چنین سر برآرد بلاف

مگر کان گوگینه جو بد بخواب
که سیل آمد و بند را برد آب

مگر بارهٔ تهمتن گند رو
که بیژن تبوران بماند گرد

چه شد زور بازوی گند آورش
که دست زمانه ربود افسرش

مگر سنگر اشکن نبودش بجنگ
کزان سنگرش جام بشکست سنگ

چه افیون زمانه بجامش نمود
که خوابی چنین جاودانه نمود

بگریان زمین ارچه رو ماند و پیر
که گریان خورندش تن چون حریر

دریغ آن هژبر جنگی سوار
یل و گرد و گردنکش و نامدار

دریغ آن گران مایهٔ پر هنر
سوار سرافراز فرخ گهر

دریغ آن بر و بازوی پهلوی
جهان کهن را ز فرش نوی

دریغ آن جوان رفته نادیده کام
فرو برده تنگ و برآورده نام

کجا آن سر دشمن افگندنش
ز زین آن هماورد برکندنش

کجا آن دل مهرپرورد او
بنازک ولی سخت ناورد او

کجا آن گرامی دل با وفاش
کجا نازپرور تن بی بهاش

مرا اشک سرخ است و رخسار زرد
ندانم بیاران دیگر چه کرد

بلی آسمان است و اینها کند
چنان کینه جویی چنین ها کند

چگونه نشاید که باور کنیم
که باور بسی زین فزون تر کنیم

مگر نه سرافراز سهراب گرد
به تیغ پدر جان شیرین سپرد

مگر نه سیاوخش رخشنده هوش
بتوران برآورد از ایران خروش

مگر نه یل اسفندیار جوان
به تیر دو گز زین داد و روشن روان

مگر نه سیامک بچنگال دیو
تبه گشت و برخاست ایران غریو

زمین و خمه شوم ناخوش هواست
که یکسان کن پادشاه و گداست

یکی رو سر خمها برکشا
که فرق از گدا نیست تا پادشا

زمانه یکی سیل ویران گر است
ز سیل بلا برکران بهتر است

که اندر ره سیل بنیان نهاد
که رخت و تن و سر بطوفان بداد

چو خواهی در افتاد سرکش مباش
چو آخر شوی خاک آتش مباش

برآن کاین جهان سر بسر کیمیاست
زر اندوده کاخ گلینست گواست

چو ایوان نگاری و زیور کنی
بر ایوانها چند پیکر کنی

تو بیهوده بر نقش ایوان بکوش
که هر خشت کاخ تو چشم است و گوش

جهان نو عروسی است زیبا و شنگ
فریبنده دلها بهوی و برنگ

اگر با تو خود چند روزی خوش است
فریبش نخوشی که شوهر کش است

تو ای امتحان مهتر نامور
همان به که رنجه نباشی دگر

نکوئی که شد گشته آن جنگجوی
نقش زنده کردم بنام نکوی

بیاد آور از کربلای حسین
همان درد و رنج و بلای حسین

اگر بشنوی قصهٔ پیش را
فرامش کنی کشتهٔ خویش را

لوای شهادت در میدان لا افراشتن و ابتلای بلایهٔ کربلای و مصیبت و ماتم امام همام حسین علیه السلام انگاشتن

یکی داستانم بیاد آمد است
کزان آتشم در نهاد آمد است

روان کاه و غم پرور و جان گسل
همه اندهٔ جان همه رنج دل

کرا دل ز آهن بود جان ز روی
بگو بشنو این داستان یا بگوی

نه با آهن و روی این تاب نیست
که این داستان آتش است آب نیست

من از بیم این قصه پرداختم
ز غم روزگاریست بگداختم

تو منگر که این آتش افروخته است
که گوینده دیریست تا سوخته است

سمندر شود گوش با من سپار
که هست آتش این گفته آبدار

اگرچه جهان درخور رامش است
بهار است و هنگام آرامش است

اگرچه بود ماه اردی بهشت
که پیغاره از باغ بردی بهشت

اگرچه چمن چون بهشتی خوش است
که هم دلفروز است و هم دلکش است

جهان اقتضای طرب میکند
می و ورد و رامش طلب میکند

اگرچه کنون شاد باید نشست
ز هر انده آزاد باید نشست

ولیکن بجای سرور و سرود
بیا بذر دل راه افغان گشود

دل و دیده مینا و ساغر بس است
خروش غزالان نوا گر بس است

زلخت جگر کرد باید کباب
زخون درون خورد باید شراب

بدل چون بود آرزوی چمن
هوای گل و ارغوان و سمن

ره کربلا را بدل بسپریم
جوانان حیدر بیاد آوریم

چه گلهای سیراب را بو کنیم
بافسرده باغ نبی رو کنیم

چه باید شدن سرو شمشاد جو
خیابان ز هر آب پرسیم کو

چه آسائی از سایهٔ بید بن
از آن سوخته خیمها یاد کن

ببین جامهٔ اطلس شاخسار
برهنه تنان را بیاد اندر آر

خرامی چه بر فرش دیبای باغ
اسیران بی فرش را کن سراغ

شقایق چه جوئی به بزم چمن
از آن نوخطان کوی گلگون کفن

مگو لاله را شمع افروخته
بگو جوق پروانه سوخته

عجب ترکه بی شمع شبها بتاب
ولی روزها سوخته ز آفتاب

عروسان باغ ارچه بس خوش نماست
عروسان بی رخت و زیور کجاست

بنفشه است یا بر لب جویبار
دریده یکی گوش کی گوشوار

اگرچه بسی دلفروز است باغ
مرا سبزه خنجر بود لاله داغ

چو یاد از جوانان حیدر کنم
ز مژگان ابر دین نشتر کنم

تو نیز ار سپاری بمن گوش هوش
گشایم ره چشمت از راه گوش

ز دفتر یکی باغ دلکش کنم
بجان تماشائی آتش زنم

گلش لاله و سوری و ارغوان
که شد خون دل آب آن بوستان

بجای گل و برگ ریحان در او
تن چاک چاک است پیکان در او

صنوبر قدان سرو و شمشاد او
ولی خفته بر خاک از باد او

فغانها نوای چکاوک در او
سنان سبزه و غنچه ناوک در او

شده گلبنش پیکر چاک چاک | هزاران درا و نالهٔ دردناک
اگر گشت این تعزیتستان کنی | کجا یاد گلگشت رضوان کنی
فسرده درین باغ خرم ورا | که ره سوی رضوان نماید ترا
خبرهای تازی بلفظ دری | بس آسمان نباشد سخن پروری
سراینده دهقان تازی نژاد | چنین برزند آتش اندر نهاد
که چون شد خلافت بکام یزید | بدل داشت پروای شاه شهید
بیثرب فرستاد آن ناقبول | که بیعت ستاند ز سبط رسول
بپیچید سر پور شیر خدا | که پیمان مرا نیست با ناسزا
پدر پیشوا جد پیمبر مرا | کجا سر نهم کور و دسر را
هم از کوفه پیکی بآن شه رسید | ابا نامها پر امید و نوید
که شاها زمین و زمان تازه است | ز فر تو گیتی پر آوازه است
بیثرب چه مانی که یاریت نیست | وزان بوم و بر غمگساریت نیست
عراق از حسین این زمان پر نواست | حجاز از نهی با مخالف رواست
همه گمرهانیم و تو رهنما | قدم رنجه کن خلق را ره نما
چو آن نامها خواند سالار دین | بدل کرد آهنگ آن سرزمین
ولی گفت باید فرستاد پیش | یکی پاکدین راز خویشان خویش
که تا آزمونشان ز هر ره کند | چو داند مرا نیز آگه کند
بپور عقیل این سخن راست شد | قضا خنده زد کانچه میخواست شد
پس آن مسلم پاکدین را بخواست | سخنها بدو گفت بی کم و کاست
بدو گفت باید شدن تا عراق | همه آزمون وفاق و نفاق
ببینی که آن قوم بر چیستند | پرستار کیشند یا نیستند

چو تیر آنکه او یکزبانست و راست | بدانی که میل دلش سوی ماست
چو تیغ از دو رو بینی ار گر نهاد | نه بر راه کیش است و آیین و داد
مرا آگه از راز ایشان کنی | بکوشی و از خود ولی نشکنی
که ما بر زمین سایهٔ داوریم | همه یادگار پیام آوریم
تو باید که دین را حمایت کنی | ره داد و دانش رعایت کنی
من ایدر براه توام دیده باز | همه گوش و هوشم به پیغام راز
همی کوشم و رای سامان کنم | که تا هر چه گوئی بکن آن کنم
ببوسید مسلم زمین پیش شاه | شهنشش کرد بدرود و آمد براه
شگونهای بد گرچه در راه دید | ز مردی بهر بیم گفتی امید
ز یثرب بپیمود تا کوفه راه | بپای خود آمد بکف جام گاه
بکوفه درون رفت و پنهان گشت | کجا مهر پنهان شود زیر طشت
گروهی نه بر راه آزرم و دید | درون سخت و بیرون بخود نرم دید
چو آمد شد مردم انبوه شد | دل پاک مسلم بی اندوه شد
همین بود و پیمان ز هر کس گرفت | ز انبوه مردم شده در شگفت
خبر شد زبانزد در زبان تا دمشق | که مر کوفه را با حسین است عشق
چو آمد بگوشش یزید پلید | یکی نامه بنوشت نزد ولید
که یا بیعت با بگیر از حسین | که این کار بر وی کنی فرض عین
ور او سر بتابد بشامش فرست | نبیز لکه انتقامش فرست
وز آنسو بگفتا به پور زیاد | که تا کوفه پوید بکردار باد
دهد بیم و امید برنا و پیر | گر اسر بپیچد کند دستگیر
حسین ار بکوفه است پیمان از و | ستاند و گرنه سر و جان از و

وگر در ره است آن شه دین پناه   برانگیزد از کوفه بیمر سپاه
به نیرنگ بروی کند کار تنگ   گر از آشتی ره نیاید بجنگ
همی راند ناپاک پور زیاد   دلی پر ز آتش سری پر ز باد
بکوفه درون شد نهانی بشب   چنان چون بود رسم و راه عرب
در آندم که خورشید بنهفته بود   فلک رفته در طیلسان کبود
یکی طیلسان بر سر خود کشید   که کس چهر بیمهر او را ندید
بیامد بدار الامارت ز راه   نموده بمردم که این است شاه
به بیجا درو آمد از هر کسش   همی رفت و خلقی روان از پیش
ز عزت فرو هیچ نگذاشتند   که سبط پیمبرش پنداشتند
کسش باز نشناخت کان حیله ساخت   دلی اندغا هر کسی را شناخت
بمنزل شد و کرد درها فراز   در مکر و اندیشه را کرد باز
همه شب بخفت و در اندیشه بود   تو گفتی یکی دیو در شیشه بود
سحر که برآورد راز از نهفت   بمردم ز هر گونه اندرز گفت
چنان کرد کز حیله و دمدمه   دل ساده مردان تهی شد همه
ز افسونش خلقی زره در شدند   ز مسلم بگشتند و کافر شدند
ندیدند و بنیاد دادند دین   نیاید ز ناپاک مردم جز این
گرفتند او را و بردند زار   تنی چون کند چاره صد هزار
ببرید سر زان تن نامور   گزو کیفر بد کشد دادگر
تن پاک مسلم ابر دار کرد   بمسلم کجا کافر این کار کرد
نهفت آن مه روشنش زیر میغ   از و جز دریغی نماند ای دریغ
جهانا بخوبان بدی کیش تست   همه تیر بیداد در کیش تست

بود زیر هر مهر تو کیفری   کلاهی نه بخشی که فردی سری
جهانا چه بی مهر و خونخواره‌ای   چه فرزندگشی نام بیچاره
نگویم که با کردشت کام نیست   ولی مهر و کینت بهنگام نیست
یکی مهر بیند ز تو گاه جنگ   یکی جای شهد از تو نوشد شرنگ
کدامین جفای تو را بشمرم   که از آتش دل بخوشد سرم
همان به کز این گفتها بگذریم   مگر گفته خود بپایان بریم
به یثرب چو از پیروان یزید   جهان تنگ شد بر امام شهید
بناچار از آن بوم دل برگرفت   تبرک و یار پیمبر گرفت
بهانه حرم کرد و احرام بست   چو صید حرم گشت از آن دام جست
بدل گفت مانم دران بوم و بر   که از مسلم و کوفه آمد خبر
مرا چون نبیند در پیش خویش   نخوانند بیهوده در کیش خویش
زن و کودک و دخت و خواهرش را   برادرش و پور برادرش را
پیمبر شنیدی که شد پیش ازین   سوی یثرب از کعبه هجرت گزین
حسین از مدینه سوی کعبه تاخت   چو دشمن با ونرد حیلت بباخت
بنا از بنا دیده جوری که دید   نبیره جفای نبیره کشید
ره کعبه قرب در پیش داشت   همه فکر قربانی خویش داشت
همی رفت و در راه فرخ سروش   نهانی فرو گفت هردم بگوش
که قربانیت گرچه در خود باست   نه اینجاست قربانگهت کربلاست
یکی طوف این خانه مردانه کن   چو قربان کنی رو در آنخانه کن
که این سرزمین گرچه گوئی منست   ولی سوی آنخانه روی منست
که این خانه را خشت از آب و گل است   مر آنخانه را خشت جان و دل است

در این خانه قربان ز حیوان کنند / در آنخانه قربان ز انسان کنند

درین خانه شور آب زمزم خوش است / در آنخانه چشمان پرنم خوش است

در اینخانه از جامه عریان شوند / در آنخانه از جامهٔ جان شوند

مرا با تو ای یار بازار رهاست / چکارت بیثرب ترا کار رهاست

سخن کوته آمد بشام آگهی / که یثرب ز آل نبی شد تهی

حسین از مدینه به بطحا شتافت / کز این چاره کار بهتر نیافت

پر اندیشه شد خصم ناپاک راهی / یکی کیمیا ساخت بار هنمای

تنی چند را سیم و زر داد و گفت / که تا مکه باید نخورد و نخفت

بهانه بود حج و احرامتان / ولی قتل صید حرم کامتان

ز دشمن خبر پیشتر شد بشاه / حریم از حرم برد و آمد براه

بهمراهی او ز نزدیک و خویش / بدی از نود کم ز هشتاد بیش

گروهی ز اعراب وادی و دشت / نه از راه بینش بر او گرد گشت

همه هر یکی بندهٔ آز بود / بسیم و بزر چشم شان باز بود

بلی آزمودن تا آنکه جلوه گر / زند روبه ماده بر شیر نر

گر او ز خوشی یار بسیار بود / بکور و زبد بایدش آز بود

پیاده یکی پیش آمد براه / ز مسلم بپرسید و از کوفه شاه

برون نامدم گفت از کوفه من / مگر دیدم از خون خویشش کفن

بگفت از بدی هر چه آمد بدو / شه از دیده سر داد سیلی برو

بگفتا پسیچی ست ملک جهان / جز از پاک داور نماند در آن

اگر یکسر افزود اگر جمله کاست / مرا دل همه آنچه او خواست خواست

سر ما چو گوی است و چوگان از و / پذیرفتن از ما و فرمان از و

همی رفت و بر لب یزدان سپاس / بلی این بود مرد یزدان شناس

دگر روز کاین تازی نیزه باز / بر این توسن ابلق همی شد فراز

هر آنکس تماشا همی خواست کرد / به بیننده اش نیزه را راست کرد

ز لشکر گه آن شه ارجمند / شد آواز الله اکبر بلند

همی هر یکی داد شه را نوید / که از کوفه خرماستان شد پدید

شه از گفت ایشان شگفتی نمود / که خرماستانی درین ره نبود

چو یکپاش از این گفتگو در گذشت / ز انبوه لشکر سیه گشت دشت

بدانست لشکر گه خرماستان / سواران بود و برکشیده سنان

که حمزهٔ ریاحی است سرهنگ شان / پی کارزار است آهنگ شان

بلی نامدار است و خنجر گداز / سواران بگردش دو باره هزار

پیاده شد از اسپ و آمد چو باد / بپای خداوند سر بر نهاد

شهش دید و پرسش نمود و نواخت / یکی پایه اش در خور مایه ساخت

بفرمود هر چه کار آمدی / ز نهار یا کارزار آمدی

بلی آمدم گفت پرخاشخر / که نگذارمت پا تهی پیشتر

برای یزید از تو پیمان برم / چو سر تابی از تو سر و جان برم

شهش گفت من نامدم خویشتن / همه نامه‌هاتان بود پیش من

نوشتند تا آمدم از حجاز / کنون نیز آن ره نه بسته است باز

گذارید تا سوی بطحا روم / همانجا که بودم هم آنجا روم

بدو گفت حر کای شه موتمن / کنون نیست این کار بر دست من

سپهبد مرا گفته کز جای خویش / نمانم ترا تا نهی پای بیش

مگر کز تو پیمان ستانم همی / جز این رای رائی ندانم همی

شهش گفت مادر بمرگ تو باد | ازین گونه گفتار کم کن تو یاد
نشناسی که نوباوهٔ حیدرم | سرور دل پاک پیغمبرم
خلافت نه زان یزید از من است | نگین از سلیمان نه زاهرمن است
تو نیز ای جوان بخت آزاده مرد | که راه خطا آمدی باز گرد
اگر پیرو پاک پیغمبری | چرا دشمن دودهٔ حیدری
یگانه خداوند داور فرد | مرا آزمون بد و نیک کرد
کسی کو بآئین من بگردد | چو بگذشت ازانجا بمینو رود
بمن گر ستیزد نه بیند بهشت | دریغ ست مشاطه روی زشت
من آسوده بودم مرا خواستند | کنون کامدم حیله آراستند
جهان گر شود خصم من باش گو | کجا پیچم از یک جهان خصم رو
نگهدار من کردگار من ست | حصار من این ذوالفقار من است
کز این دشت برگرد از تیغ زن | فزوده ست بر طعمهٔ تیغ من
اگر جان ستانم وگر جان دهم | بفرمان دارای کیهان دهم
نیاورده ام تیغ بیرون ز لاف | نه از عجز کردستم اندر غلاف
چو کافر کشد تیغ کیفر کشم | کشم کیفر اما ز کافر کشم
بیاران بهشتی شوم دلفروز | ولی دوزخم چون شوم کینه توز
زمین را ببوسید حر | دل و چشمی از خون و از اشک پر
بگفت ار کسی جز تو سرور مرا | ببردی چنین نام مادر مرا
من و او یکی زانمیان کشته بود | زخون یکی خاک آغشته بود
منت نام مادر چگونه برم | نگر نه بود دخت پیغمبرم
نپویم چنان راه آزرم را | بشویم چگونه ز رخ شرم را

نگر هول دوزخ فرامش کنم | بدست خود اندر خود آتش زنم
اگر سرکشی واگر بگروی | منم بندهٔ فرمان بهر جا روی
ولی با تو این سرزمین دشمنند | بکینه تو با خوی اهرمن اند
گر اینجا بمانی شوی دستگیر | شوند این گروه وغا بر تو چیر
بگفت و بآن شاه سوگند داد | بیزدان که بنیاد گیتی نهاد
بپیکر زیده باب و به ستوده مام | بجان نیا آن شه نیک نام
که با این ستم پیشگان کم ستیز | مزن خویش را بر دم تیغ تیز
دلم بر تو لرزد که گردی تباه | نه بر خشم و بر خویشتن بد مخواه
شهش گفت کز مرگ ترسانیم | از یرا که چون خویشتن دانیم
مرا در جهان همی از مرگ نیست | بگیتی که دیدی که جاوید زیست
اگر بد نوشته ست یزدان بمن | نبشته نگردانم از خویشتن
نه هر جنگ را در بمرگ است باز | نه هر آشتی راست عمر دراز
بسا زخم کش عمرها بد ز پس | بسا لقمه کو بست راه نفس
چو دم را شمار است چون دم زنیم | ز بیش و کم آن به که دم کم زنیم
چو باید سر آورد در زیر ننگ | که افزون کنی در زمانه درنگ
به از جای در کام شیران کنم | که با ناخدا ترس پیمان کنم
به کافر کجا سر در آید مرا | بهل تا زمانه سر آید مرا
بگفت و بآسپ اندر آورد پای | گر آنجا که آمد شود باز جای
گرفتش عنان گفت مرد دلیر | که نگریزد از جنگ روباه شیر
دمی باش کاید سپهدار ما | ببیند عیان یا تو بازار ما
گمانم که او را دل و جان به تست | مگر بر تو این کار گردد درست

و دیگر که بر بهانه گیرد گناه
بباید شود کار پیش امیر
چو بشنید گفتار او را ز پیر
بشه گفت این قوم تا اندک اند
بترسم که چون لشکر افزون شود
بفرمای تا تیغ کین برکشیم
چو این خاربن شد تناور درخت
نشد شه باین گفته همداستان
من اول نکوشم بکین آختن
دل روشن من نشد کاخ دیو
مرا امتحان جهان کرده اند
مرا باید اینان شناسند باز
مبادا چو از دین کرانه کنند
که بیگانه بود در کیش ما
ز بیگانه اش باز نشناختیم
چو فردا ز هر سو شوند انجمن
میان دو صف بایدم ایستاد
که رازم بر ایشان نماند نهان
اگر من شوم کشته بر بی گناه
وگر من از ایشان کشم پاک نیست
بیاران همی رفت و میگفت راز

که چون نشس بدید آید و داد پدرام
زن و کودک ما شود دستگیر
نیامد از آن گفته اش بوی خیر
توان بیخ نورسته از جای کند
مبادا که اختر دگرگون شود
که ایشان چو خارند و ما آتشیم
بناچار بر ما شود کار سخت
بگفت این نباشد ره راستان
مگر آنکه دشمن کند تاختن
که باشد نظرگاه گیهان خدیو
جهان مرا امتحان کرده اند
نماند بر ایشان نهان هیچ راز
بر او دگر این بهانه کنند
روا بود بیکار او پیش ما
نجوئیش نداسته پرداختیم
همه دشنه آهیخته بر خون من
همی نام خود گفت و آواز داد
مرا آن زمان نیست پروای جان
نجویم بود پاک یزدان گواه
چو بینیم از ایشان یکی پاک نیست
زهر سو برین نام محبت باز

بدشتی رسیدند از آب دور
زیاران بپرسید کاینجا کجاست
چو از کربلا نام بشنید شاه
ببردان ما زین پس آسودن است
چو سر بخشیم آسوده باشیم ز رنج
پیاده شد و گفت کاید فرود
بگفتا سراپرده برپا کنید
همه روی هامون سراپرده شد
پس بارگه خیمهای حرم
بدور حرم جای خویشان همه
بگرد سراپرده خندق بکند
چو شد کنده با خار انباشتند
چو زرین طشت پیروزه زرین ترنج
طلایه برون شد ز هر دو سپاه
همی تا سحر پاس هم داشتند
همه شب ز بیمهری روزگار
ز یحیی گهی گفت و مظلومیش
ز مردان که جام بلا می کشند
بیثرب یکی نامه بنوشت نغز
گزین خاکدان دل بپرداختیم
ز گیتی بجستیم چو تیر از کمان

بگرمی هوا آتش چو سوزان تنور
یکی گفت کاین سرزمین کربلاست
بگفتا سر آمد بما رنج راه
زنان را که رنج و فرسودن است
که رنجیده ام زین سرای سپنج
بفرمانش از یاوران هر که بود
سر خیمه را تا ثریا کشید
سپهر برین سایه پرورده شد
برافراخت یک یک بپهلوی هم
همه دور خویشان سپاه و حرم
چنان چون کنند از در شهر بند
بدشمن بجود راه نگذاشتند
نهان گشت و آسوده لشکر ز رنج
چه از خیل دشمن چه از خیل شاه
یکی را بنزدیک نگذاشتند
سخن گفت آن سرور کامگار
ز عیسی گهی خواند و محرومیش
ز خوبان که زهر فنا می چشند
برآورده یکباره از پوست مغز
وطن گاهی از لامکان ساختیم
سپردیم جهان را باهل جهان

جهان راز سر هیچ پنداشتیم ‌ ‌ ره ملک جاوید برداشتیم
برانم که گیتی نبود از نخست ‌ ‌ نه زین هیچ شاخی چو من بر برست
چو آن نامه انجام پذرفت شاه ‌ ‌ وضو کرد و آمد بآرامگاه
نیاسود از بندگی یکزمان ‌ ‌ چنین تا برآمد سپیده دمان
چو چشم زمانه برآمد زخواب ‌ ‌ برآمیخت کافور با مشک ناب
دو لشکر سر از خواب پیراستند ‌ ‌ پرستش گری را بپا خاستند
برآمد چو یک نیزه گیتی فروز ‌ ‌ پدیدار شد لشکری کینه توز
زمین از سپه شد چو دریای قیر ‌ ‌ سپهدار لشکر حصین نمیر
شمار سپه چار پاره هزار ‌ ‌ همه گرد و خنجرکش و نیزه دار
پس پشت او شش هزار دگر ‌ ‌ رسیدند اندر آن دشت پرشور و شر
سپهدارشان شیث ربعی زشت ‌ ‌ که در دل همه تخم بیداد کشت
وزان پس بیامد سپاهی بزرگ ‌ ‌ گرازان همه چون دم آهنج گرگ
همه روبه آسا و لی درستیز ‌ ‌ بشیر خدا کرده چنگال تیز
بکین خواهی دین گشاده کمان ‌ ‌ خداوند دین را نموده نشان
سران سپه پور ناپاک سعد ‌ ‌ که در رزم بودی خروشان چو رعد
فزون گشت آن لشکر از صد هزار ‌ ‌ چه جنگی پیاده چه تازی سوار
چو آمد صف آراست از بهر جنگ ‌ ‌ نه اندیشهٔ دین نه پروای ننگ
به پیش صف ایستاد و آواز داد ‌ ‌ که سالار ما گفته پور زیاد
که از سبط پاک نبی نگذریم ‌ ‌ مگر زیر حکم یزیدش بریم
تو نیز ای یگانه بزرگ حجاز ‌ ‌ مکن کار بر ما و بر خود دراز
اگر دست بیعت در آری بر آر ‌ ‌ وگر نه بنه پای در کارزار

ـــے آمادہ جنگ شوی ۱۲

اگر جنگ جوئی من آماده ام ‌ ‌ وگر آشتی نیز استاده ام
ولی بهتر آن دانم ای خوب کیش ‌ ‌ کز این سیل دور افگنی رخت خویش
بجز سر نهادن ترا چاره نیست ‌ ‌ براه بلا تا توانی مایست
شهنش گفت کای مرد تیره رای ‌ ‌ بخیره ستیزه مکن با خدای
میازار از خود پیمبرش را ‌ ‌ ملرزان ز اندوه من عرش را
تو بر من از این سان شناساتری ‌ ‌ چه این گفتها در میان آوری
مرا مام زهرا پدر حیدر است ‌ ‌ نژاد گرامی پیغمبر است
نه بیهوده زین دوده فخر آورم ‌ ‌ که پرورش بر پور صخر آورم
تو یزدان نهی راهرمن گوییم ‌ ‌ دلت چون دهد کاین سخن گوییم
همانا که از کیش برگشته ‌ ‌ چه خوردی که ای اسیمه سر گشته
بشنه پور سعد از سر کینه گفت ‌ ‌ که این گفتگو با خرد نیست جفت
جهان را همه با یزید است روی ‌ ‌ تو تنها چه خواهد شدن گو بگوی
همه دستها شان بدست یزید ‌ ‌ چرا رنج خود را کنی بر مزید
جهانی بدین کار هم داستان ‌ ‌ تو نیز آنچنان شو که باشد جهان
برآشفت و گفت آن خسرو راستین ‌ ‌ که ای بهر دینار کف داده دین
بپندار فتنه مردم ار سود بود ‌ ‌ نکو رائی اهرمن بهبود بود
نه آخر پذیرفته بودند لات ‌ ‌ هبل را نیایش کنان با منات
بیزدان پرستی چه بودی نیاز ‌ ‌ بر پاک داور که بردی نماز
چه بودی پیمبر فرستادنش ‌ ‌ جهان را نخواندش آگهی دادنش
بت گر نیایش روا بودئی ‌ ‌ کجا بت شکستن سزا بودئی
اگر سجده در خورد گوساله بود ‌ ‌ چرا آن نکوهش بدنباله بود

نه اهل سبا خواستند آفتاب
چرا با پذیرفتن آن کرده
نه هر چ آدمی کرد برخود پسند
چو در ره بود دیو و رهزن بسی
از اینها همه بگذر ای مردکار
تمام مرا خواستند اینهمه
چرا هیچ تان شرم و آزرم نیست
یکی شرم را پیش چشم آورید
تو ای پور سعد این همه بدنخواه
مکن داوری با خداوند خویش
من اینها که گویم ز تشویش نیست
دلم بر تو لرزد که کافر شوی
وگرنه مرا تا روان در تن ست
علی راهما تا تو با ذوالفقار
مرا دید خواهی درین رزمگاه
غریوان برون آیم از پیش صف
چو فردا شود کارزار حسین
درین دشت با کوشش حیدری
بخندق هنرهای فرخ پدر
هلالی پدید آرم از ذوالفقار
کز اینها که گفتم نداری بیاد

هم آن گبر آتش هم آن هندو آب
ور آب و در آتش نماندی شکوه
پسندد و بر او زیرک هوشمند
به تنها نشاید شدن هر کسی
نه من مر شما را شدم خواستار
کنون کام دم چیست این و مه
ز من تان حیا و ز خدا شرم نیست
مبادا خدا را بخشم آورید
نجو و بر مکن هر دو گیتی سیاه
نبخشای بر خویش و پیوند خویش
که خرمرگ کس را رهی پیش نیست
گر از کینه با من برابر شوی
ز نیروان نه پروای اهرمن است
بسا دیده باشی تو در کارزار
بکف تیغ رخشان به پیش سپاه
علی بینی و ذوالفقارش بکف
بچشم آردت کارزار حسین
کنم تازه هنگامهٔ خیبری
همی دید خواهی ز فرخ پسر
نمایم چو خورشید بدر آشکار
چرا از رزم صفین نیاری بیاد

ز هر کس نه پرسی بیاد ارت
که من در رکاب گرامی پدر
همه دشت پر لشکر شام بود
ز مردان با تشنگی برده تاب
ز لشکر برون تاختم تک تنه
بسا شط که از خون روان ساختم
پدر بوسها زد برخسار من
بافسوس چندی بمن بنگریست
که می بینمت کاندرین سرزمین
تنی دستگیر هزار اژدها
شود بوسه جای نبی جای تیغ
ننوشی جز از چشمهٔ تیغ آب
صبا بر تنت پرده داری کند
چو لاله جوانان اشکینه موی
پیمبر نژادان بطحا مقام
بر آن خردسالان بی مام و باب
گرفتار گردند آزادگان
تو را ایزد آن روز یاری دهد
که آن روز دل بایدت استوار
چه ناری بتن چون دلاور بسی است
پدر گفت و گفتنش همه بود راست

یکی کودک خرد بشمار دت
چها کردم از کوشش و کرد و فر
که در رزم شان ورخ خام بود
کز اینسو بد آتش و زانسو بد آب
پس پشت کردم سپاه و بنه
که این شط از ایشان بپرداختم
چو دید آنچنان گرم بازار من
همی خورد افسوس و بر من گریست
چو شیری و گرگانت اندر کمین
نشان خدنگ این تن پر بها
برو زو گریان شود ماه و میغ
نپوشی کفن جز ز پر عقاب
هوا بر سرت اشکباری کند
ز خون گرد رگشته از موی و روی
گرانید بی پرده چون خور بشام
زمین مهد گردد چراغ آفتاب
قریشی زنان هاشمی زادگان
بدان تا دلت استواری دهد
نه هر جا بود نیروی تن بکار
گر از دل نلرزد دلاور کسی است
بسنجی جهان جادو و ان گر است

چه سازیم کایزد چنان خواسته است ٭ که افزوده بر آنچه او کاسته است
بفرمان و تیغ و پیکان کین ٭ بر آن تاج خواهد جهان آفرین

پابوسی امام ذوی الکرام از مکارم عدار ابن بابویه علیه السلام و
اماودی برآرم کام ناکام شریک باندم و دماغ حزم هم راهی گوشه نشینی

چو خورشید ازین سبز خرگه گذشت ٭ بیامد بخرگاه ازان پهن دشت
زیاران بیکی انجمن کرد نغز ٭ نهان کرد پیدا چو از پوست مغز
همی گفت هیچ از نیا و پدر ٭ بجز راست نشنیده ام سر بسر
از ایشان مرا مژده هست راست ٭ که فردا ز عمر آخرین روز ماست
من و هر که همراه دارم ز مرد ٭ بخواهیم جان باختن در این نبرد
بجز پاک فرزند بیمار من ٭ کز او در جهان ماند آثار من
زبون نیستم چند زبون نیستم ٭ منم نبح ایزد او نیستم
بکیستی اگر شاه اگر بنده بود ٭ بجز پاک یزدان که پاینده بود
و زین ره کسی کو بهمراه ماست ٭ هواخواه خود یا هواخواه ماست
ز ما هر کرا دیده باشد بزر ٭ زر از دشمن ماست کو پیشتر
وگر با خداوند کار است زوش ٭ من اینجا و اینجا بود آرزوش
که مردود دل وی آن شه نیافت ٭ کجا روی شه کرد این ره نیافت
حریف دو دل کو یکی را اجل ٭ نگنجد یکی آرزو در دو دل
چو یکدل شدی سوی جانان گرای ٭ ز بیراهه دل سوی جان گرای
چو این پاک لفظ از لب شاه جست ٭ نگر هر یکی بهر راهی به بست
هر آنکو خریدار دنیا براند ٭ هر آنکو طلبکار مولی بماند
ز رفته چه پرسی که تنگ آورم ٭ ازین داستان دل به تنگ آورم

گر از صد هزاران یکی در میان ٭ بماند هنوز رشس تو بسیار دان
یکی از هزاران ز گفتارها ٭ برابر کم افتد مگر دارها
چو برگشت چون بخت خود هر یکی ٭ ز یاران بر شاه ماندند کی
برفتند آنان که جستند سود ٭ ولی چون بجستند چیزی نبود
قضا بین که جستند راه نجات ٭ سوی مرگ رفتند ز آب حیات
چه مرگی کز او مرگ خوشتر بود ٭ بر تلخیش مرگ شکر بود
چو آن نیکبختان آزاده دل ٭ ستادند بر مرگ شکرده دل
بر ایشان دری باز گشت از بهشت ٭ که دیدند انجام هر خوب و زشت
مکافات هر خوبی و هر بدی ٭ گذشته ازان داده ایزدی
چو از نور دل چشمشان باز شد ٭ همی هر یک از شوق جانباز شد
کسانی که گشتن نبد بهرشان ٭ اسیری گوارا شد از دهرشان
یکی خورد شمشیر شیریان کشای ٭ یکی برد زنجیر گردن گزای
در آمین نگر دوست شد جلوه گر ٭ که عشاق پیشش نهادند سر
چنان خرد سالان پرده سرای ٭ ز یاران بدیدند پرداخته جای
فتادند در فکر انجام خویش ٭ گرستند بر جان ناکام خویش
نجستند روی و بکندند موی ٭ نشستند مویه کنان روبروی
همه برمه از دیده اختر فشان ٭ و دیا قوت زینگونه گوهر فشان
که ای شاه بی یار در راز دیار ٭ سپه رفته خود مانده تنها و زار
چه شد که تو ای شاه برگشت بخت ٭ چرا تخته را برگزیدی به تخت
زمانه چرا تنگ بر ما گرفت ٭ که اختر ز ما روز خوش وا گرفت
حرم گر با آل نبی تنگ بود ٭ بنا بستان در صف جنگ بود

درین بی پناهی بما یار گو / مهاجر کجا رفت و انصار گو
نبی کو بیا نو بهارت ببین / بیا عرش کو گوشوارت ببین
علی کو بیا نور عینت نگر / یکی چشم بگشا حسینت نگر
بگو هر زمین آی روح الامین / پراگنده اوراق مصحف ببین
چه کرده است عیسی که دارش کشند / چه گفته است یحیی که زارش کشند
گناهش چه یوسف که چاهی شود / چه بد کرد یونس که ماهی خورد
سرائی که گر زهره بر بام داشت / در او که چو زهرائی آرام داشت
چرا دل نگردد ز غم چاک چاک / که شد زهره بر چرخ و زهرا بخاک
همانا نه این مزد پیغمبری است / بجان تو کاین کیفر کافری است
کسی را که خود بر شکم سنگ بست / ز سنگش نه زیباست دندان شکست
بیکبار ما بت پیمبر شکافت / دوباره علی از تو کیفر بیافت
حسن را که دیدی جگر خواره اش / جگر کردی از زهر صد پاره اش
یکی پیش ازین دوده تنهاده / که اکنون بکار روی افتاده
بها زآن همه لاله جز داغ نیست / که چون باغ بی گل شود باغ نیست
فروغ شبستان چو بر شد بماه / بیاید بگوش شبی سیاه
بیامد همه خواهران را بخواند / جگر پارگان را بدامن نشاند
چنین گفت با مهربان خواهرش / ز مهر آستین زد بچشم ترش
که ای در جهان یادگار بتول / ز دور زمانه مبادی ملول
مگر نه تو نوباوهٔ حیدری / مگر نه گل باغ پیغمبری
مگر نه بتول است مادر ترا / مگر نه حسن شد برادر ترا
همی بوده سختی کش روزگار / بانده دل همچو کوه استوار

همه زهر نوشان محنت کشان / سراسر ز جام بلا سرخوشان
همه دُرد نوشان مینای درد / نداوند در دل مگر جای درد
کی از رنج و سختی پریشان شدند / تو نیز آنچنان باش کایشان شدند
چو پیوند تن بگسلد جان من / همین است و بس با تو پیمان من
که با بی پدر مادران و سفر / گهی مام باشی و گاهی پدر
مرا گشته دان کودکان را اسیر / علی را ز زنجیر خود دستگیر
تو ای خواهر آماده شام باش / جگرخوار و خون دل آشام باش
مزن سنگ بر سینه مخراش روی / ولی مویه را هرچه خواهی بموی
مپیچان دل از انده روزگار / که از ناشکیبان شوی در شمار
ز انده وه نخرد نه لرزد همی / که گیتی بانده نیرزد همی
مرا گشته چون پیش چشم آوری / مبر خشم کایزد نخشم آوری
سر آمد چو با خواهران گفتگوی / بدل جوئی دیگران کرد روی
بسی گفت اندرز و بس پند داد / بهر یک جداگانه سوگند داد
که از دامنم چون بدارید دست / بدامان صبر اندر آرید دست
روا نیست بر کندن موی را / نه از غم خراشیدن روی را
ولی گریه بسیار بر من کنید / که بر آتش سینه آبی زنید
بگفت این و در شد بخلوتسرای / نیایش کنان پیش یکتا خدای
بمالید رخسار بر تیره خاک / همه عنبر آلود شد خاک پاک
بنالید کای پاک پروردگار / تو دانی که نبود مرا جز تو یار
همه مایه هست و بودم ز تست / عدم بودم اول وجودم ز تست
بدیدی ز اهل سعادت مرا / بدادی نوید شهادت مرا

از آندم که مادر مرا زاده است / نیا از تو این مژده ام داده است
ز پنجه فزون سال پیموده ام / همه عمر در آرزو بوده ام
چنان می نماید ز سامان کار / که فردا سر آید بمن روزگار
من این خردسالان نومید دل / عزیزان نارسته از آب و گل
غریبان از منزل آوارگان / همه بی نصیبان بی چارگان
یکی راز خاری بفرسوده پای / نبوده جز آغوشش و دامانش جای
چگونه سپارم بدست بلا / بصد اندُه و رنج و غم مبتلا
چو خود را نه بیند بپهلوی من / سر خویشتن را بزانوی من
چسان هر یکی را رود دل ز تاب / چگونه رود چشم هر یک بخواب
تنی را که تنها پرستنده بود / به تنها تواند چسان زنده بود
بناز آنکه پیمود راهی سوار / چگونه رود پا برهنه به خار
همه نورس و ناز پرور همه / نژاد گرامی پیمبر همه
بزنجیر قومی وغا چون روند / سوی شام از کربلا چون روند
خدایا نگهدار ایشان تو باش / اگر من شدم یار ایشان تو باش
تو آگاهی از جان غم پرورم / توئی آگه از پاکی گوهرم
مرا هر چه کلک تو بر سر نوشت / ز خود چون بگردانم آن سرنوشت
بگفت و بخواب اندر آورد سر / برو گشت نور خدا جلوه گر
بجد و برادر بمادر پدرش / همی دید خشنود در پای عرش
یکی شاخ ریحان بر آورد بول / که ای شاخ ریحان باغ رسول
بپیموده راه و دور و دراز / سوی نینوا از زمین حجاز
گرت شوق ماه است و باب و نیا / نه بسته است ره خیز و آید بیا

برادر ببین و هوا خواه تست / پدر با نیا چشم در راه تست
چه پائی درین خاک پر شور و شر / بدور تو زانبوه دشمن حشر
همانا براه تو سد است پیش / ز تیمار این خردسالان خویش
میندیش از رنج و تیمارشان / که ایزد نگهدار بود یارشان
بکوش امشب ای گوهر گنج من / که خود را رسانی باین انجمن
گمانم که هنگام دوری رسید / ترا روز کار صبوری رسید

نخواهی دگر دید روی مرا
بمینو بری آرزوی مرا

تمام شد